

مستطاب  
۱۱/۱۲

۸۶

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ

کتاب مستطاب باسم

ع ۲۲۶  
ت ۱۰۹

احترام الاصفیا

۵۵ ۱۴

نشاط حافظیہ

۱۹۹۳

۲۹ م ۱۳

جس سے بقاعدہ ابجد تاریخ اشاعت ۱۳۲۹ ہجری برآمد ہوتے ہیں

مُرتَبَہ

مولوی دین محمد صاحب سابق منیر درگاہ شریف بہرائچ

حسب مایش حاجی غلام محمد خاں حافظی صاحب

باہتمام محمد مقتدی خان شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۳۲۹ ط ۱۹۳۱ م



# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر
۱	شجرہ عسری	۱
۱۲	تاریخ اعراض شیوخ سلسلہ چشتیہ فخریہ حافیہ	۲
"	{ تاریخ وصال حضرت خواجہ محمد سلیمان کہ بتاریخ ہفتم صفر روز پنجشنبہ ۱۲۲۶ھ رحلت فرمودند	۳
۱۵	{ قدس سرہم الشریف	۳
۱۵	شجرہ سلسلہ حافیہ سلیمانہ فخریہ نظامیہ چشتیہ	۴
۲۰	دیباچہ	۵
۲۴	{ مشرق حقایق ملفوظات بزرگان دین رضوان اللہ علیہم اجمعین	۵
۲۴	{ مزاوت مناقب اولیاء کی ضرورت کے دلائل اور اس کے فضائل معہ وجوہ اندفاع عذرات	۶
۲۵	{ لا طائل - مختصر محامدا ولیائے کرام	۷
۲۶	{ حوالہ آیات و احادیث و اقوال بزرگان در باب رواج	۸
"	{ ملفوظ سازی اور اس کا مفید اور نہ وری ہونا	۹
۲۶	آیہ متہ اتی	۹
۲۸	ترجمہ حدیث شریف مع شان نزول	۱۰
۲۸	حدیث شریف	۱۱
"	از کلمات طہیات حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ	۱۲
۲۹	قول حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ	۱۳
۳۰	قول حضرت ابو علی دقاق رضی اللہ عنہ	۱۴
۳۱	قول حضرت ابوسعید ابوالخیر رضی اللہ عنہ	۱۵
"	سر ملائے کے معارف	۱۶
۳۲	قول حضرت ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ	۱۷

صفحہ	مضمون	نمبر
۳۲	قول حضرت عاقم رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸
۳۳	قول حضرت لشکر عالم جناب بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ	۱۹
"	{ حکم از پیشگاہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ بنام حضرت امیر خسرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوب حضرت محبوب النبی می باید کہ کلمات مشائخ بسیار نظر داری }	۲۰
۳۴	سرکار معنوی یعنی حضرت مولانا مولوی رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس بارہ میں صاف صاف فیصلہ	۲۱
۳۵	پچھلے فیصلہ ہو گیا	۲۲
۳۶	خلاصہ حال اسلمی	۲۳
۳۹	{ ذکر معدنِ جود و کرم - حضرت ولی نعم - شیخ الشیوخ عالم جناب سیدنا مولانا شاہ حافظ محمد اسلم خیر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ }	۲۴
۴۱	سماع	۲۵
۴۲	دوسری صفت استتار	۲۶
"	خصوصیات اسلمی	۲۷
۴۳	اختصاصے مجاہدہ	۲۸
۴۴	کتمانِ کرامت	۲۹
۴۵	آپ کا بے مثل تجرّد	۳۰
۴۶	نفرتِ مخلوق	۳۱
۴۷	روسارسے آپ کی نفرت	۳۲
"	بعض وہ پاک خصلتیں آپ کی جو نہایت مستحسن بھی تھیں اور ملامت کا کام بھی دیتی تھیں	۳۳
۵۱	قصیدہ مصنفہ احقر مولف	۳۴
۵۲	علیہ مبارک اسلمی	۳۵
۵۳	ذکر اسلمی مندرجہ مناقب حافظیہ کو کیفیت مختصر بابت تعمیر خانقاہ و مسجد و مزار	۳۶
"	تاریخِ مقبرہ	۳۷
"	نکوحہ	۳۸
۵۵	عجیب و غریب اسایہ و سیہ سایہ آپ کی ذاتِ پاک حق	۳۹



صفحہ	مضمون	نمبر
۵۹	اختصاص مجاہدیت کی حکایت	۴۰
۶۲	مختصر قصائل خدمت انسان کامل	۴۱
۶۴	تفصیل گریہ	۴۲
۶۵	{ آپ کا ابتدا بیعت سے رُکن متاع ہونا۔ شجروں پر دستخط کرنے میں تاقل کرنا۔ بعد بیعت مرید کو ہدایات سلوک بتانے میں رکنا۔ بعد ازاں انہی امور کا جباری ہو جانا۔	۴۳
۶۸	تبصرہ	۴۴
۷۱	کلیہ	۴۵
۷۷	سرکارِ اسلمیہ کا بحالت استغراق مزارِ حضرت شیخ کی طرف تہاڑ میں سجدہ کرنا	۴۶
۷۹	مناقب و تبصرہ	۴۷
۷۹	بہت بڑی آپ کی تویقہ کی عالمگیر کرامت سرور کے تالاب والی	۴۸
۸۴	مریضوں کے شفا پانے کی منتخب حکایت	۴۹
۸۵	مناقب	۵۰
۸۸	نبوت آت اترنے کے مرض کے اختیاری ہونے کا اور اُس کی حکایت	۵۱
	حکایت	
۹۰	{ مریدوں اور معتقدوں کی رہ نمائی کے لئے سخت خطرناک مصائب گوارا کرنا مع تحریص حاضری مسجد و پابندی جماعت	۵۲
۹۲	{ روزمرہ کے حالات مع اصلاح متعلق ایک محفل سماع کے جس میں شور و شغب تکلیف دہ بڑھ گیا تھا	۵۳
۹۳	تہاڑ پڑھانے کے لئے ایک آدمی مقرر کیا جانا	۵۴
۹۴	آپ کی کرامت سے سردارِ یارِ جنگ صاحب کے اولاد ہونا	۵۵
۷۷	تذکرہ دربارہ اس کے کہ آپ کی تویقہ سے آپ کے مریدین کا خاتمہ خیر ہوتا ہی۔	۵۶
۹۷	غریبوں کی آؤ بھگت اور اُمراسے نفرت اور اسی میں خلافت اور مجاہدیت کی بحث	۵۷
۹۹	تنقیح یا تفسیر یا تشریح کلماتِ طیبات خداوندِ نعمت سرکارِ اسلمیہ خلیفہِ حافظیہ	۵۸
۱۰۱	دربارِ اسلمی میں اہلِ علم کی عدم مداخلت کا حال	۵۹



۱۰۲	اسی ضمن کی دوسری حکایت یعنی اُمرار سے سرکار کی کرامت	۶۰
۱۰۳	خوش مالوں کو بالعموم حیل سلسلہ کر کے برکت دینا کا فیض پہنچا دینا۔	۶۱
"	تبصرہ	۶۲
۱۰۴	انگریزی وضع سے آپ کو نفرت ہونے کی حکایت	۶۳
"	تبصرہ	۶۴
۱۰۵	{ ترکیب تعلیم کی وجہ سے مخلوق عام یا خاص معتقدین سے گریز کرنا یہ بہت بڑی ریاضت اور مجاہدہ ہے اُس کی حکایت	۶۵
۱۰۶	غایت تعلیم حیدر آباد کا اظہار اور سجدہ تعلیمی کا وقوع اور اس کی تیق و تبصرہ	۶۶
۱۰۸	اسلمی استقامت کا ایک اعلیٰ نمونہ	۶۷
۱۰۹	ادائے سنت حضرت محبوب الہی کا اسلمی نمونہ	۶۸
۱۱۰	آپ کا مخالفوں میں بسر کرنا۔	۶۹
"	عرس کی بے سرو سامانی اور اُس کا قدرتی انتظام	۷۰
۱۱۱	عالم تعلق میں رہ کر بے تعلقی اور عالم صورت میں برتاؤ سبے صورتی	۷۱
۱۱۲	عرس کا اہتمام اور اُس میں باوجود تعلق کے آپ کی بے تعلقی	۷۲
۱۱۳	تبصرہ متعلق عرس شریف بطور مجموعی یعنی مختصر حالات	۷۳
۱۱۵	صندل جناب بڑے حافظ صاحب قیام رضی اللہ عنہ کا	۷۴
"	صندل اسلمی مصنفہ جناب مولانا محمد ہادی علی خاں صاحب	۷۵
۱۱۶	صندل اسلمی مصنفہ احقر مؤلف	۷۶
"	صندل حضرت قبلہ دکن دارین سیدنا حضرت حافظ محمد سلم صاحب رضی اللہ عنہ مصنفہ غلام محمد حافظی	۷۷
۱۱۷	صندل حضرت قبلہ گوین دکن دارین سیدنا حضرت حافظ محمد علی صاحب رضی اللہ عنہ مصنفہ غلام محمد حافظی	۷۸
۱۱۸	سامان سرمائی خود اور حفاظت بوسس حافظی	۷۹
۱۱۹	بالآخر غذائے سرکار اسلمی کا حال اور اُس پر روزہ داری	۸۰
۱۲۱	بعض اہل نظر کی حالت تعلیمی بمقابلہ شان اسلمی	۸۱
۱۲۲	تبصرہ	۸۲



صفحہ	مضمون	نمبر
۱۲۲	{ تعلقہ دار صاحب محمد آباد سے سرکارِ اسلمی کا برتاؤ اور اُن کی نذر کی واپسی اور نذر مزار کی عدم واپسی }	۸۳
۱۲۴	عدم استعمال اشیاء ولایتی کا عملی نمونہ	۸۴
۱۲۵	حکامِ سلطنت سے آپ کا نہ ملنا خواہ وہ انگریزی کے ہوں یا توابی کے	۸۵
۱۲۶	آپ کے دیگر آستانوں کی حاضری اور اعزاس کی شرکت	۸۶
۱۲۷	نراین تیلی خدمتی کا آپ کے تصرف سے مرض و پاسے شفا پانا	۸۷
۱۲۸	{ اظہارِ قوت جاذبہ اسلمی و غیوریت حافظی و عنایت غائبانہ کا نمونہ و نگرانی مریدان کا کرشمہ و عنایت تحمل کا برتاؤ }	۸۸
۱۳۰	{ انسانِ کامل کا کسی بیمار کی بیماری کو خفیف تصور فرمانے سے عارضہ لاحقہ میں تخفیف اور شفا حاصل ہوتی ہے۔ }	۸۹
۱۳۲	{ سرکارِ اسلمیہ سے نوابوں رئیسوں کو تجدِ خوانی کی اجازت اور باوجود تعلق بے تعلق فرما دینے کی اظہارِ قوت اور صاحبِ مزار سے باتیں کروانے کی عطائے خاص و خصوصیت }	۹۰
۱۳۴	{ حضرت شیخ کی اپنے جملہ اہل مجلس سے دعا کروانے اور مریضوں پر دم ڈلوانے اور بچھونک ڈلوانے اور بعدہ خود اُس کے فاعل ہونے کے معارف }	۹۱
۱۳۶	مراتبِ اہل مجلس و لیاء کے فضائل کی حکایت	۹۲
۱۳۷	{ روایت موصولہ مابعد جناب مولوی ہادی علی خاں صاحب قبلہ مورخہ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ نسبتِ تہذیبہ عمر شریف سرکارِ اسلمیہ و بابت تعلیم علوم مظاہرہ وغیرہ }	۹۳
۱۳۸	{ منائبِ اسلمیہ حضرت خان بہادر جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب رئیس دادوں ضلع علی گڑھ تعلقہ دار تعلقات حافظیہ اسلمیہ }	۹۴
۱۴۰	سرکارِ اسلمی کی نذر محض پیش کنندہ کو خوش کرنے کے لئے قبول کرنے کی حکایت	۹۵
۱۴۲	{ نذر قبول شدہ کا اہتمام داشت اور اُن کا اسی مصرف میں صرف ہونا جس کے لئے وہ پیش ہوئیں اور ذاتی بے تعلقی }	۹۶
۱۴۵	{ عرس کی رقم عرس ہی میں صرف ہوتی تھی۔ اگر اتفاق سے بعد عرس آتی تھی تو واپس کی جاتی تھی بے کوئی اس کو کہتے ہیں۔ }	۹۷



۱۴۶	تاکید اتباع شریعت اور ادا و وظائف وغیرہ کا مختصر حال	۹۸
۱۴۷	متصرہ	۹۹
۱۴۸	داب مجلس پاکِ اہلیہ اور اس کی ہیئت و جبروت و فیوضات و برکات و قبولیت دعا وغیرہ	۱۰۰
۱۴۹	متصرہ	۱۰۱
۱۵۰	مشاہدات میں مجاہدات کی لذت قدم دان کے سامنے قبولِ قدر و خصال کا سرزد ہونا۔ محبوب کی قوتِ محب میں آجانا۔ حضرت شیخ کو خوشنود کرنے کے لئے طالب کا بحرِ ثقیل برداشت کرنا۔ معشوق کی مودہ میں ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا عاشق پر آسان ہو جانا	۱۰۲
۱۵۱	کس قدر بعد کی راحت سے فرار اور قرب کی ظاہری کلفت کی خوشگواری کا اظہار۔ یعنی حضرت شیخ کے عطیہ سواری پر نہ سوار ہونا اور اس کا ایشارہ کرنا اور پالکی پکڑ کر سفر میں دوڑنا کہ یہ ہمیشہ کی مجاہدت پسندی کا بلیغ ناز من جانبِ سرکارِ اعلیٰ اظہار تھا۔	۱۰۳
۱۵۲	پیش گاہ حضرت شیخ سے دامِ حکم کا پسپیل تذکرہ نعیم کے ساتھ نافذ ہونا اور طالب صادق کا اس کو خاص طور پر انجام دینا اور مزید براں اس انجام دہی کو چھپانا اور باوجود خصوصیت و تقویٰ کی فوقیت کو نہ ڈھونڈنا۔	۱۰۴
۱۵۳	منجانب طالب صادق حضرت شیخ کی ناسوتی راحت و ساقی اور اس کا بے مثل لازوال تنفع یا تاج جو قیامت تک کے لئے ناسوت طالب صادق میں ملحق کیا گیا جو کبھی جہانیت طالب صادق سے جدا نہیں ہو سکتا	۱۰۵
۱۵۴	محافلِ رقص و سرود سے نفرت سرکارِ اعلیٰ کا اظہار اور یکایک دفعہً جیب سے دھڑوپیہ نکلنے کی کرامت۔ اشیاءِ عالم تفرقہ کے استغراق کی وجہ سے اس سے عدم شناخت دریل رکھنے کی کراست مع اظہارِ اعلیٰ قوت باطنی باوجود تحققِ ضعف و پیری صورت ظاہری	۱۰۶
۱۵۵	اخلاق و کرم و تواضع اور بھٹک کر تیر لگنے کی تیر اندازی جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا اور سرکاروں سے بڑھ کر خدمت گاروں کے ساتھ برتاؤ	۱۰۷
۱۵۶	دیگر معززینِ معتمدینِ بزرگانِ معاصرین کی زبان سے سرکارِ اعلیٰ کی قطبیت کا اظہار و فضیلت کا اقرار	۱۰۸
۱۵۷	اپنے خدام کی بابت کسی دوسرے درویش کی دعائے بد کا بھنسہ لوٹا کر رو کرنا	۱۰۹



۱۹۶	مقدمات عدالت میں دعائے سرکارِ اسلمی کی بدولت کامیابی اور مستندی	۱۱۰
۱۹۸	{ آپ کا آنت اُترنے کا مرض نظر ادا نہیں تھا بلکہ اقتیادی تھا اور یہی حال آپ کے ضعف و نقاہت کا بھی تھا	۱۱۱
۱۹۹	{ سرکارِ اسلمی سے اہل دنیا کو اوراد و وظائف کی تعلیم کا کم ہوتا اور محض پنج وقتہ نماز سے اُن کی کاربرد آری	۱۱۲
۱۶۰	{ حضرت شیخ کے زمانہ موجودگی اور حیات میں طالب صادق کی ملاقات یا حاضری کسی دوسرے بزرگِ تہذیب کی خدمت میں یہ اجازت شیخ ہونا چاہیے اور مزاراتِ بزرگان پر حاضری ہونے کے لئے بھی ایسی اجازت کی ضرورت ہی خواہ وہ دیگر بزرگانِ ذی حیات یا صاحبانِ قبر طالب و شیخ کے سلسلہ کے ہوں یا غیر سلسلے کے مع کیفیت غایت نگرانی سرکارِ اسلمی بابت خادمان و غلامان	۱۱۳
۱۶۱	حضرت شیخ کا اپنے مریدین متقدمین کے انتقال وغیرہ اور دیگر واقعات سے باخبر رہنا	۱۱۴
۱۶۲	سرکارِ اسلمی کے اخلاق عربوں کے ساتھ اور دیگر حضراتِ معصروں اور بزرگوں کے ساتھ	۱۱۵
۱۶۳	مناقب	۱۱۶
۱۶۴	تبصرہ	۱۱۷
۱۶۵	مناقب	۱۱۸
۱۶۶	سرکارِ اسلمی کا بے سرو سامانی کے ساتھ عشقہ سفر تو نسہ شریف	۱۱۹
۱۶۷	تبصرہ	۱۲۰
۱۶۸	{ مراسم خانقاہِ خلفاء میں حضرت شیخ کی خانقاہی مراسم کا اتباع ہونا چاہیے تاکہ امرِ ناطقہ یعنی بہر طور نافذ رہے اور میرِ موقوف نہ ہونے پائے	۱۲۱
۱۶۹	{ مرضِ اختلاج کی مبادی اور موت سے نظارہ بازی	۱۲۲
۱۷۰	{ اگر کوئی شخص کسی نامہاں کا مرید ہو گیا ہو اور وہ لوٹنا چاہے تو وہ خوش نصیب ہے سچے سلسلے والے بزرگوں کو اس کو توجہ کامل قبول کرنا چاہیے اور اس کے مرید کرنے میں پیشقدمی کرنا چاہیے	۱۲۳
۱۷۱	تبصرہ	۱۲۴



- ۱۸۲ { مرید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے قبل مرید کو سلسلہ کے پیران ماسبق کی طرف بڑھا دینا } ۱۲۵
- ۱۸۳ { تاکہ کافی فی الرسائل ہونے میں دیر نہ لگے } ۱۲۶
- ۱۸۴ { نواح دادوں کی رونق افروزی کی ایک خاص وجہ جو ان معارف کے بعد سمجھ میں آئی } ۱۲۷
- ۱۸۵ { اپنے سالکین طالبین کی تعلیم کے لئے حضرت شیخ کارئسان دنیا کی کمافی سننے سے پرہیز کرنا } ۱۲۸
- ۱۸۶ { یہاں تک کہ خاقانہ کو باوجودیکہ خود حضرت شیخ کو ضرورت پر ہیز نہیں رہتی ہی یا بطور تازہ } ۱۲۹
- ۱۸۷ { خود رئیس کو ذوق ریاست سے نکالنے کے لئے اجتناب کیا جانا } ۱۳۰
- ۱۸۸ { خواہ تجدید معیت کی نفی منجانب حضرت شیخ جی خود تجدید کی تعریف میں داخل ہی جس کے } ۱۳۱
- ۱۸۹ { بعد اظہار ترتیب کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اس ترتیب کے ذوق واقع ہونے سے } ۱۳۲
- ۱۹۰ { اندر شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ بالخصوص اس حال میں کہ حضرت شیخ نے خود قبولیت } ۱۳۳
- ۱۹۱ { وغیرہ سے تسکین فرمادی ہو۔ } ۱۳۴
- ۱۹۲ { سرکارِ اسلمی کی ہر وقت اپنے مریدوں پر قابض رہنے کی دلیل اور پوشہ میاں صاحب کی انصاف } ۱۳۵
- ۱۹۳ { پسندی اور احمد سعید خاں صاحب کے ساتھ احسان اور دربارِ حاقلی سے آزمائش کے لئے } ۱۳۶
- ۱۹۴ { تھوڑی ڈھیل اور دوسروں کے لئے عبرت کی سبیل } ۱۳۷
- ۱۹۵ { نبوت اور توحید اور خطوطِ صحیحہ کے لوگوں کو محافلِ عرس میں بلائے کی ناپسندی اور عدم تخصیص } ۱۳۸
- ۱۹۶ { کی کافی تبلیغ اور اختلاف چھوٹی اور بڑی قوم سے قوم کے نکالنے کا عملی وعظا اور صاحب } ۱۳۹
- ۱۹۷ { عرس کے معتقدوں کو نوبلایا و آئے کی فضیلت } ۱۴۰
- ۱۹۸ { کیفیت سرکارِ اسلمی اند سماع معہ ذواق بیرون محفل سماع اور عاشق مزاج ہونا آپ کا } ۱۴۱
- ۱۹۹ { مولانا خواجہ حافظ محمد اسلم صاحب قیلہ فانی فی اللہ تھے اس لئے مطلع علی الغیب تھے } ۱۴۲
- ۲۰۰ { اور باوجود صاحب تقرب ہونے کے تارک تقرب رہنا پسند فرماتے تھے } ۱۴۳
- ۲۰۱ { بدھ کا سفر سرکارِ اسلمی کو پسند نہیں تھا۔ } ۱۴۴
- ۲۰۲ { علی گڑھ میں تقرب اسلمی نکلیوں یا چراغ کے کپڑوں کا آدھ گھنٹہ غائب رہ کر } ۱۴۵
- ۲۰۳ { موجود ہو جانا } ۱۴۶
- ۲۰۴ { خلافت کی بحث اور جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب اسلمی حاقلی سلیمان } ۱۴۷
- ۲۰۵ { مظاہر العالی کی راستے درباب غلغلا و سرکارِ اسلمی } ۱۴۸



۲۰۰	{ میاں عبدالغفار کے قرب کے اندازہ کرنے کی عاشقانہ حکایت اور سادیت کے حقوق کے ادائیگی کی ہدایت اور اشیا استعمالی میں برتاؤ تحفیف کی گونہ ممانعت	۱۳۶
۲۰۱	{ حکایت متعلق ذوق و شوق سماع و عطاءے رضائی شریف بحالت ذوق حکایت متعلق اس کے کہ صوفی کی کسی چیز کو جو شخص نظر پسند دیکھے تو وہ چیز اسی کو دیدی جاتی ہے یا مجلس صوفیاء میں جو چیز اس کے لئے پیش ہوتی ہے اس کو صوفی حضار مجلس کے متعلق سمجھتا ہے اور انھیں کو عطا فرمادیتا ہے	۱۳۷
۲۰۲	{ سرکارِ اسلمی کا گم ہونے والی چیز کی احتیاط کا پہلے سے حکم دینا اور برہتہ جملوں حسب حال پر خوش ہونا	۱۳۹
۲۰۳	{ جو چیز حضرت شیخ کی نذر کر دی جائے اس کے طرز استعمال سے نذر کنندہ کو کوئی تعلق نہ رکھنا چاہئے	۱۴۰
۲۰۴	{ فتح پور ضلع بارہ بنکی میں توبہ سرکارِ اسلمی سے بارش ہونا خلاصہ تقسیم اوقات سرکارِ ذوالاقتدار شیخ الشیوخ عالم حضرت مولانا خواجہ شاہ محمد اسلم رضی اللہ عنہ	۱۴۱
۲۰۵	{ لقاء اسلمی کے وقت مولانا خواجہ عبدالقادر صاحب سہوانی کا ہمیشہ متغیر ہو جانا صدق طلب طالبین صادقین کو ہر وقت مطلوب کے بھانسنے کے لئے	۱۴۲
۲۰۶	{ نئی تسکریں بچھایا کرتا ہے پیرانِ غلام کا عورات نامحرم کے سامنے آنے سے اجتناب اور بحالت مجبوری سامنے آجانے پر انوکھا پردہ	۱۴۳
۲۰۷	{ تفریق باطنی نعمتوں خانوادہ حبشیہ نظامیہ فخریہ سلیمانہ حاقطیہ اسلمیہ کی تقریب میں جامع ذو الاقتدار حاجت بردار اسلمیہ بجانب صاحبزادہ قابل اعتبار مودود بیاضیہ انسان کامل مکمل انسان کامل مکمل بننے کا قدرتی اتفاقہ خفیہ طبعیہ یا غلیظہ و مجازہ سرکارِ اسلمیہ کی عروج دے کر خلیفہ اللہ کر دیئے جانے کے مراسم با فوق تکمل لسانی کا خلوت میں ادا کیا جانا یا ذات پر حضرت ذات کا کھل جانا۔ یادہ خلوتی برتاؤ جس کے اظہار میں تحریر و تقریر اظہار و عجز کرتی ہے۔ اپنے آبائی پیشہ کی بابت سرکارِ اسلمی کا اشارہ	۱۴۴
۲۰۸		۱۴۵



صفحہ	مضمون	صفحہ
۲۱۲	{ منہ نبی سلیمہ عطیہ جنب سیدنا مولانا حضرت مولوی مصلح احسن صاحب قبلہ نظر الدلی صاحب سہارن شاہ علیہ رحمۃ اللہ قلیہ صمدیہ موقیہ پچھوند شریف ہی زلف و فدیہ دربار صمدیہ }	۱۴۸
"	ذکر پاک سہلی کے مخصوص آداب	۱۴۹
۲۱۵	آداب شیخی سرور سہلی جو بجا است مشغولی مغل سہارنجی نبی سرکار مولانا ادا ہوتے تھے	۵۰
"	{ تفصیل ان آداب کی جو عموم پر بدینہ سرکار سہلی و حضور میں یا سہ سلام و ادا ہوا کرتے تھے }	۱۵۱
۲۱۶	پیر اب کو بہت گھر، ناکوں کی نہیں ہے	۵۲
۲۱۸	سہلی قیام درون خطی مزار شریف سے آبادی قصبہ خیر آباد شریف کو کپ عزت دی	۵۳
۲۱۹	{ مخصوصین کی حسب دربار سے اندازہ عظمت و احترام و قدر ذات پاک یا نمک ریز ہو سکتی ہے }	۱۵۴
۲۲۰	{ عارفین سمیہ کے آداب قب رکنی سے اندازہ ہیبت و جبروت و عجب و ادب شیخی سرکار سلیمہ ہو سکتے سے عوام کا برتاؤ ہیبت قابل اعتبار نہیں ہے }	۱۵۵
۲۲۱	{ سرور سہلی کی بے مثل قدرتی شے ہونے کی دلیل کہ بجنسہ وہی دلیل آپ کے قدرتی رسول اللہ و قدرتی فی اللہ ہونے کی ہے ۔ اور یہی ہمہ تن بقا باللہ ہے }	۱۵۶
۲۲۲	{ تعلق سرکار سہلی قدر دانوں کو عالم سے بے تعلق کر دینے کے لئے کافی تھا ۔ اور ارادہ است سہلی مشائخین عالم کی ارادت سے مستغنی کر دیتی تھی اور نسبت آپ کی سب نسبتوں پر غالب آجاتی تھی ۔ گویا آپ اپنے وقت میں نسبت فخری سیدانی کی لاج تھے ۔ }	۱۵۶
۲۲۳	{ سرکار سہلی کا اپنے اخوان الطریق کو اپنے آپ کو تحت خدمت میں بے جا کر اپنے ما فوقیت کے مراتب سے آگاہ کرنا اور آئندہ کے لئے خیر دار کر دینا ۔ }	۱۵۸
۲۲۴	دربار سرکار سلیمہ میں شہنوی شریف کا عملی درس	۱۵۹
۲۲۶	{ نہایت مختصر و جامع محامد سرکار سہلی جو سرکار مولانا نے اپنے روزنامہ میں اس وقت تحریر فرمائے جب وہ اپنے معاملات کو تحریر یا تقریر میں لاسکتے تھے ۔ }	۱۶۰



۲۳۲	{ سرکار مولانا کا حسب قرار داد ماہ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ میں دربار سرکارِ اسلامی میں پھر حاضر ہونا اور فیوضات مزید سے نہاں ہونا جس وقت سے صرف نو ماہ وصالِ اسلامی کے باقی رہ گئے تھے }	۱۶۱
"	کلمات طہیات سرکارِ اسلامی نسبت سرکارِ مولانا	۱۶۲
۲۳۴	{ فقرہ چہارم یعنی مولوی صاحب آپ کے دستے کو جس قدر آپ رہیں غنیمت جانتے ہیں کی تفسیر }	۱۶۳
۲۳۵	عطا کے نسبت خسرو یہ وغیرہ	۱۶۴
"	کلمات طہیات سرکارِ اسلامی بہ نخطی طب سرکارِ مولانا۔ محققانہ تفسیر	۱۶۵
۲۳۸	{ بعد الپسی خیر آباد شریف سرکارِ مولانا کی نیت فراست اور سرکارِ اسلامیہ کی روح پرفتنوح کو وقت وصال خوش کرنے کے لئے پہلے سے تحفہ جات تیاری کر کے کی حکمت }	۱۶۶
۲۳۹	امراریت سے نکلنے کے لئے اوقات قاص اور خصوصیت میں استعانتِ سماع	۱۶۷
۲۴۰	ماہ ربیع الاول بارہ وقت میں جو میں سال کے بعد وقتِ اسلمی کے تسلیہ و فحات	۱۶۸
۲۴۱	حاجی میاں صاحب قبلہ کی دوسری روایت	۱۶۹
۲۵۰	{ تبصرہ حالات وصال اور دیگر حضرات کے واقعات کے متعلق قیل و قال واحقر مولف کی معلومات سابقہ و حال کا حال مع دیگر اقوال }	۱۷۰
۲۵۰	آداب طالب صادق یا شیخ خاوق یا خفیہ یا حضرت شخلف کا بہترین نمونہ	۱۷۱
۲۵۲	{ محفل عراس پیرانِ عظام کی اظہار عزت اور اُن کی شرکت کا اعلان فضیلت و برائے تکمیل شوقِ حضری برداشتِ ذلت اور آخر مقامِ عبودیت محضہ کے دکھلانے کی حکمت }	۱۷۲
۲۵۳	سرگردہ یا صاحبِ سجادہ یا مالکِ نفاہ کا ہاتھوں کے بعد کھانا کھانا	۱۷۳
"	زبے مختاری اولیائے کرام	۱۷۴
"	نبض کی رقتِ رسے حضراتِ کاہلین کا حال حکما کو نہ معلوم ہونا	۱۷۵
۲۵۴	نظم سجادہ نشینی درگاہِ حنفیہ سابقہ مع تغیر و تبدل مابعد	۱۷۶
۲۵۵	قصیدہ در مدح حضراتِ صاحبزادگان و پیرزادگانِ حنفیہ	۱۷۷
"	الہیائِ خیر آباد کی نادانی کی مخالفت	۱۷۸



۲۵۸	سرکار مولانا پر سرکار اسمی کا خرمی لرم دور اس کی شعیل	۱۷۹
۲۵۹	{ لفظ نبوت سے ساتھ اسمی پر داند روت پر فتوح ہو اور تہاں سے پورا کلمہ } { (اللہ ہو) پر آمد ہوا }	۱۸۰
	{ دوست نسل شریف سرور سیمہ کے بارک بیوں میں حبیب ذکر یہ انجی مٹی }	۱۸۱
	{ اس کی وجہ سے ریش مبارک ہی متحرک تھی }	۱۸۲
۲۶۰	سماع با مزایر ہمداد جنازہ مبارک	۱۸۳
۲۶۱	جو لوگ ایک تھک و تپ کے مرتبہ شہر سے	۱۸۴
۲۶۲	کثر آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں جبرست تو کس نہایت	۱۸۵
۲۶۳	نیری مر مر سرکار اسمی میں سولے مہینے کے لسی و کچھ نہ لگتی	۱۸۶
۲۶۴	بڑے حضرت کا قبر تہاں کس کر چھوٹے حضرت کو نہاں	۱۸۷
۲۶۵	انصاری کی نیت	۱۸۸
۲۶۶	نکات طہارت سرکار سیمہ یہ تہاں بنایا ہمداد ہمداد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۹
۲۶۷	غزل رشع سرکار اسمی	۱۹۰
۲۶۸	تایخ وصال شریف کے افکار	۱۹۱
۲۶۹	فکر بیدیدہ	۱۹۲
۲۷۰	حسنتام	۱۹۳
۲۷۱	یادداشت	۱۹۴
۲۷۲	{ سلام بر خواجہ عالم حضرت سیدنا و مورانا سرور کائنات مخیر موجودات }	۱۹۵
۲۷۳	{ حمد مجتہد محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم }	۱۹۶
۲۷۴	شجرہ منظم فکر تازہ عدم محمد حنفی سلسلہ عالیہ چشتیہ حنفیہ سلیمانیہ نظامیہ	۱۹۷



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ  
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ. إِنَّمَا بَعْدُ قَوْلِي هَذَا سَلِيلِي مِنْ مَشَائِخِي فِي الطَّرِيقَةِ  
الْحَشِيَّةِ رَضَوْنَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ إِلَهِي حَجَرْتُ سَيِّدِ  
الْكُونِينَ رَسُولَ الثَّقَلَيْنِ حَضَرْتُ حَوَاجَةَ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمُ إِلَهِي حَجَرْتُ مَدِينَةَ الْعُلُومِ وَالْمَطَالِبِ

سید الکونین آه احم مبارک پدر شمرت عبداللہ بن عبد مطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ  
بن کعب و ہاشم شریف و پدر آنحضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن کعب و ولادت آنحضرت بعد طلوع صبح و پیش طلوع  
آفتاب روز دوشنبہ دوازدهم ربیع الاول در سال قبل و دوم دوشنبہ مذکور نیز گفت اند و ابتدای نزول وحی بقول  
اکثر محمد بن روز دوشنبہ سوم یا ہشتم ربیع الاول سال چہل و یکم و ولادت و عمرات و بقول اکثر علم در ماہ ربیع الاول  
سال دوازدهم از نبوت و ہجرت آنحضرت بقرہ ربیع الاول یا شب ہشتم صفر سال سیزدهم یا چہاردهم از  
نبوت واقع شد وفات شریف ہنگام روز دوشنبہ دوازدهم از ہجرت و بقول دوم ماہ مذکور گردید و مدت عمر شریف  
ص ۶۱ اند علیہ السلام شصت سال و بقول شصت پنج سال و بقول شصت سال و بقول شصت و نیم سال و وقت فن آنحضرت  
شب چہار شنبہ یا سحر آن یا روز شنبہ و مرقد منور در مدینہ طیبہ کجہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا در قضی  
روح پر فتوح شدہ بود و جس کیست داشتہ باشد زیارت تبرکات فی از او کہ مستحبات و قرب واجب فرمود آنحضرت بامن احد  
من امتی رسدہ و لم یزرنی فلیس لہ عذر عبداللہ در حدیث دیگر فرمود آنحضرت من جاز فی زاراً لا یموت الا یموت لاریتی کان حقاً علی ان  
اکنون در شفاعت یوم القیامہ دیز فرمود آنحضرت من زار قبری و حببت لہ شفاعتی و دیز فرمود آنحضرت من زار فی قبری  
فکان لاریتی فی حیاتی صلی اللہ علیہ و آلہ و بارک وسلم کہانی کتب السیر و الاحادیث ۱۲



[illegible]



خُواجه اَبی الفیض فضیل ابن عیاض رضی الله تعالی عنه الہی  
 جُرمَت شیخ المشائخ امان الارض حضرت خواجه سلطان بن  
 بن اَدھم البکلی رضی الله تعالی عنه الہی جُرمَت شیخ  
 المشائخ حضرت خواجه سدید الدین حذیفہ المرعشی  
 رضی الله تعالی عنه الہی جُرمَت شیخ المشائخ حضرت خواجه  
 امین الدین ابی ہبیرۃ البصری رضی الله تعالی عنه الہی جُرمَت

۴۰ حضرت ایشان خرقہ از دستہ خواہ عبد واحد بن زید پوشید یعنی آنجا ب را ابو علی فیض و فیض بن  
 عیاض نسبت اندادند بسادات جناب شان در تہ قند و در خراسان شہ و نمایانست و علم فہرست بعد از حدود  
 کلمت است در یکم ایات اہل بیت یوی ما قرض الہی و یحییہ و یرضی باقرات و ثم خوف مع ذلک  
 ان فیصل من وفات آنجناب سوم برین دہ و بروایتی در ہ محرم سنہ یکصد و ہشتاد و ہفت ہجری و مرقہ منورہ  
 از ایک بیت محرم در زینت محلی قرین و ختمہ مقدسہ فدیہ نبوی منی صد و ہفت کند فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲

۴۱ کفایت حضرت ایشان با حق و نبوت بر ہمین تصریحی از ابائی مرکب است در جوابی کہ کہ دقتی  
 بصیدہ و بن زنتہ بود یعنی آواز د کہ ابرہیم ترانہ بری نکار فویدہ ندیر آگاہی بید آمد دست در طغیت نہ یکوز  
 کہ رفت و اینجا پغین ثوری و فیض بن عیاض صحبت داشت خرقہ خلعت از دست فیض بن عیاض یعنی انداخت  
 بعد از ہنر فہرست ۱۱ محمد باقر رضی اللہ عنہ مشرف گشت در خراسان از نظر مردم پنداشت معلوم نیست کہ تہریر  
 او کجاست یعنی در بغداد بہ پہوی امام احمد غنبل میگویند و بعضی در شام ای کہ قبر لوط علیہ السلام مشفقش در شام نہ یکصد و  
 و خرقہ شول بر تہی بست و ششم جاری لاری است کہذانی شجرۃ الانوار ۱۲ حضرت ایشان در و ہ و ہ بنظر بود و ہ ہ  
 فہرست در و ہ ۱۱ الہ است و در علم سلوک تصنیف فی رندوفات وی تاریخ چہ ماہ شول سنہ و صد و پنجاه و ہجری  
 و عنایت بہیم و سلوک الاراد و فتح العین موصی است از نوای و مشق کہذانی شجرۃ الانوار و اقتباس الانوار ۱۲

۴۲ حضرت ایشان خلیفہ اعظم خواہ عذیفہ مرعشی رضی اللہ تعالی عنہما ہستند و مقتدی علماء و اولیای رقت بودند  
 و وقت از و ہ ہلال حاصل کردی و فتوح اہل دول قبول نکردی و وفات شریف وی ہفتم ماہ شوال است و مدت عمر  
 شریف یکصد و بست سال و بروایتی صد و سی سال بود قبر شریف او در لبرہ است کہذانی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۳



شیخ المشایخ حضرت خواجہ ممشاد علوی دیوری رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ اِلَہی بجزمت شیخ المشایخ سر سلسلہ حشمتان  
خواجہ خواجگان حضرت خواجہ ابی اسحاق شامی چشتی رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ اِلَہی بجزمت شیخ المشایخ قدوہ الحق والدین  
حضرت خواجہ ابی احمد ابن فرسنا قہ چشتی رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ اِلَہی بجزمت شیخ المشایخ قطب الحق والدین حضرت خواجہ  
ابی محمد ابن ابی احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِلَہی بجزمت

سلسلہ حضرت یونس در ریاست و کاشفات شانی عظیم داشتند و در حیرت خود در روز حیرت خورد دنیا شاید  
و چون متولد شد شب تیر خودی و چون روز بدید تا شب تیر در دین مبارک گرفتگی اصل وی از دنیا است و بنو  
بکسران ملک یاقوت نون نامشده است در بیان محمد بن عبد و نشو و نما یافته خرقہ خلافت زودست  
خواجه میردھی در سید نہ زائر کتب تواریخ چنان معلوم می شود دیوری همان ممشاد دیوری است و از پیش  
سلسلہ چشتی صاحب است این سلسلہ و مراد علوی دیوری را پدر ابی اسحاق شامی نوشته و ممشاد دیوری را پدر دیگر  
و در تبیین چنانچه مراد سر سلسلہ است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی برة الانوار و غیرہ ۱۲۰۰ حضرت یونس در  
کرامات شانی عظیم داشتند چون بخدمت خواجہ ممشاد علوی رسید خواجہ سم مبارکی پرسید گفت ابو اسحاق شامی خواجہ  
تیر انوار و زابو اسحق چشتی خوانند و او را نیز تائید چشتی خوانند بعد تربیت خرقہ خلافت پوشانیده بخت فرستاد  
در پشت پیداشد و پشت رواندگی شهرست در خراسان دوم قریمت در ہندوستان میان دکان و خوجگان  
از پشت خراسان از وفات وی بہ چہ ربع السانی است مرقد منورش در مکہ بفتح امیر الکاف المشد از بلاد شام کہانی قبا  
انوار ۱۲۰۰ حضرت یونس غلیفہ اعظم خواجہ ابی اسحق چشتی بودند سم والد ماجد می سلطان فرستاد است کہ از شرفی چشتی امیر آن  
ولایت فرستاد کہ در اسکون بین محمد نون نقی و وفات یعنی رب نور و ابی علم سلطان مت است عمر شریفش تو پنج سال و در سال  
و در شصت متولد گشت رکم جودی از غری سال سی و پنجاہ پنج ہجری فوت فرمود و قبر شریفی در پشت است رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہانی  
اقتباس از انوار غیرہ ۱۲۰۰ حضرت یونس خرقہ خلافت زودست پدر خواجہ ابی احمد چشتی پوشید گویند در غزوہ سنات ہزارہ محمود سکاکیس بخند و برکت  
انوار مبارک ایشان فتح سنات است عمر شریفش ہفتاد سال بود وفات در سنہ چہار صد و یک ہجری غرہ جب واقع گردید و قبر شریفی در پشت است کہانی



شیخ المشایخ حضرت خواجه ناصر الحق والدین ابی یوسف حسینی  
رضی الله تعالی عنه الهی بحرمت شیخ المشایخ حضرت خواجه  
قطب الحق والدین مودود حسینی رضی الله تعالی عنه الهی بحرمت  
شیخ المشایخ حضرت خواجه محمد و حاجی شریف زندانی رضی الله  
تعالی عنه الهی بحرمت شیخ المشایخ مقتدا ابی اهل عن کان  
حضرت خواجه عثمان هروی رضی الله تعالی عنه الهی بحرمت

۱۵ حضرت یاشا سید صبیح النسب حسینی هستند و خرقه صفات زردست نعل خود بونهر چستی پوشیدند و در ریاضت  
بنظیر عمر بودند و وفات خواجه محمد حسینی حضرت یاشا برسد از ادت زینت بخش شدند چون وفات وی قریب رسید  
بزرگ خواجه مودود حسینی را تحصیل علم وصیت فرمود قائم مقام خود ساجده بنایخ سوم رجب سنه چهارصد و پنجاه و نهم  
وفات فرمودند و قبر شریف ایشان در چشت بست بکنای شجره الانوار و غیره ۱۲ حضرت ایشا ۱۰ در سنه هفت سالگی  
تمام قرآن را با قراة حفظ کرده بحاصل علم مشغول گردیدند و چون سن بست و شش سالگی رسیدند لایزال ایشان خواجه  
ابو یوسف حسینی وفات فرمودند بموتی صیت پر قائم مقام ایشان گشتند و در ریاضت و بطن بنظیر وقت بودند و جمله  
مشایخ آن زمان صفا بخش وی بودند لقب شریف دی قطب الدین است به غرة رجب سنه پانصد و بست و هفت هجری  
وفات نمودند و بخت در جوار ابای کرام خود آسوده اند و مدت عمر شریفشان نود و هفت سال بود بکنای قنبر اس الانوار  
و غیره ۱۳ حضرت یاشا خلیفه اعظم خواجه مودود حسینی هستند چهل سال زنگامی و تحریر در صحرا گذران نمودند اگر اوقات  
برگ درختان خورشید و از محالطت خلق مفرد داشتی و چون فاقه شدی مدد کت و از شکرانه ادا کردی شخصی سلطان نجر  
بجواب دید پرسید که خداست تباری بید وفات با توجه کرده گفت ادایه و فتنگان عذاب حکم شد که مراد و زشت زنده در میان شما  
نکم رسید که فغان روز و جامع و مشق مساوات ملازمت حاجی شریف زندانی در یافته بود از برکت آن بیا مریدم وفات وی  
بنایخ سوم رجب برای بیستم آن ماه واقع شد مدت عمر شریف یکصد و بست بود شریفی ۱۴ در سنه است زندان بدست بنی را  
بکنای شجره الانوار و غیره رضی الله تعالی عنه ۱۵ حضرت ایشا در علوم نظامی و باطنی و ریاضات و مجاهدات نظیری  
نداشتند و خرقه خلافت از دست خواجه حاجی شریف پوشیدند و شرف صحبت خواجه مودود حسینی نیز در یافته بودند حضرت خواجه  
میدان الحق والدین رملوطات شریف دی میویند که مسکن آن حضرت پیر بارون نبود میویند و ملک (بقیه صفحه آینده)

سَيِّخُ الْمَشَاحِجِ قُضِبَ الْعَارِفِينَ سَنَدِ الْمَوْحِدِينَ حَضَرَتْ خَوَاجَه  
بُرْزَلَتْ مُعِينِ الْحَقِّ وَالِدِّينَ حَسَنُ سَجَرَتِي شَمَّ أَجْمَارِي رَضِي  
لَهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي لَجَرُمْتُ سَيِّخُ الْمَشَاحِجِ بَرْهَانِ حَشِيَّتِي أَنْ  
شَهِيدِ الْمُحِبَّتِ حَضَرَتْ خَوَاجَه قُضِبَ الْحَقِّ وَالِدِّينَ بَحْتِيارِ أَوْشِي  
كَانِي حَشِيَّتِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي لَجَرُمْتُ سَيِّخُ الْمَشَاحِجِ  
حَرِيقِ الْمُحِبَّتِ إِمَامِ الْعَارِفِينَ سُلْطَانِ الزَّاهِدِينَ حَضَرَتْ

[illegible]

۱۵ حضرت ایشا در کربلا در وقت بے غلج بودند تمام ملک هندوستان بقوت ولایت ایشا بنوار اسلام  
منور گشت و حضرت ایشا در کربلا بنی قریظی خوانند جدا رفتند و در خود خواجہ سید غیاث الدین عبد الملک  
پدر خود پیر و دینار تقسیم کرد و در بجز و عمر قند شاکرات و تحسین علم طاهری نموده جنسہ بارون بخدمت نو، ج عثمان  
پروانی مہر پشند و خرقہ عذقت پوشیدہ در ہندوستان تشریف آوردند چہل سال بقیہ عمر شریف خود را جمیر شریف  
مکونت فرمودہ بہ روز دوشنبہ دہنوے ربیع الثانی ششم رسنہ شش صد و سی و دو ہجری وقت فرمودہ  
قبر شریف وی در جمیر شریف است کہذانی شجرہ ۱۲۰۰ نو رو غیر ۱۲۰۰ حضرت ایشا از سادات حسنیہ ہستند در قصبہ  
اوش را از نو حیا و از انہراست متولد گشتند و بعد کسب اخلاق طاہری و باطنی در بغداد و مسجد امام ابو علیث شریف  
بیت حضرت خواجہ حسین الدین شریف گشتند بعد از بدی تشریف آوردند و خواجہ بزرگ از راہ شفقت حضرت زنجتیار  
می فرمودند از سلطان مستخرج منقوش است کہ روزی برائے باران از حوض شمس کا کھای گرم بر آوردند از آن  
روز خواجہ را کاکہ میگویند وقت تشریف دی در سنہ شص و سی و سہ چار دہم ربیع الاول ست قبر شریف در دہلی  
متصل حوض شمس است کہذانی شجرہ الانوار و غیر ۱۲۰۰



خواجه فرید الحق والدین مسعود گنج شکر آجودانی چشتی رضی  
 الله تعالی عنه الهی بحر ممت شیخ المشایخ سلطان العاشقین  
 رحمة العالین محبوب الهی حضرت خواجه نظام الحق والدین  
 محمدان احمد بدایونی بخاری رضی الله تعالی عنه الهی بحر ممت  
 شیخ المشایخ مستغرق بحر شهود شمس العارفین حضرت

۱۰ حضرت ایشان در کمالات نامری و باطنی بنظیر بودند نسب شریف حضرت عمر رضی الله تعالی عنه میرید الداعیه  
 حضرت ایشان قاضی جمال الدین سلیمان که از اولاد فرخ شاه بادشاه کابل بودند بعد بای سلسله اجداد یعنی  
 قصبه کوٹھی وال گردیدند و حضرت راد و برادر دیگر بودند شیخ اعظم الدین محمود شیخ نجیب الدین متوکل والد حضرت  
 بسیار عابد و باکرات بودند و حضرت راد در ایام طفلی پایی نازی فرمودند و زیر شسته قدری شکرمی نهاده  
 تا حضرت جد فراق از زبان زتن اول می فرمودند و زنی شکریتهماوند حضرت بعد نماز تلاش شکر فرمودند  
 از غیب شکر بسیار بر می صفت پیدا شد از آن روز حضرت را گنج شکرمی گویند و فوات شریف در دهه شعبه  
 پنجم محرم سنه شمس و شصت و چهارست و عمر شریف خود و پنج سال بود در زمین در پاک پهن بست مکهذا  
 فی شجرة الانوار و غیره ۱۱ ۱۰ حضرت ایشان در کمالات مشهور بودند در علم ظاهر و باطن بعد از  
 نام مبارک محمد بن احمد بدایونی بخاری و لقب شریف سلطان المشایخ و نظام الدین اولیاست از سادات  
 حسنی دینی مستند کاندز برت شمس گم شده بود بخدمت حضرت عرض کرد فرمودند که بنویس بر لوح پاک حضرت  
 گنج شکر فاتحه بدوات شخص از هوا سیه قدری در کف پیچیده آورد چون کاغذ گشاد آن کاغذ بر تیر او بود  
 و فوات شریف هیز دهم ربیع الآخر سنه هفتصد و بیست و پنج است و نماز تشریف در بیرون دہلی است کهذانی  
 شجرة الانوار و غیره ۱۲ ۱۱ حضرت ایشان از سادات حسینی هستند و در سبب سالگی از علوم ظاهری فایز شده  
 صحبت درویشان اختیار کردند بعد ریاضات کثیره بجهل سالگی از او ده که وطن جناب بود در دہلی آمد به شرف  
 بیت و خلافت سلطان المشایخ مشرف گشتند بعد وفات سلطان المشایخ مدت سی و دو سال در دہلی ارشاد  
 و بدایت خلق فرموده به هیز دهم رمضان شب جمعه سال هفت صد و پنجاه و هفت رحلت فرمودند و در شریف  
 در دہلی است کهذانی شجرة الانوار و غیره ۱۲

خواجه نصیرالحق والدین محمود چراغ دهلوی اودهی حشمتی  
 رضی الله تعالی عنه الهی بجزمت شیخ المشایخ حضرت  
 خواجه شیخ مکی الحق والدین المشهور بعلامه رضی الله  
 تعالی عنه الهی بجزمت شیخ المشایخ حضرت خواجه  
 شیخ سراج الحق والدین رضی الله تعالی عنه الهی بجزمت  
 شیخ المشایخ حضرت خواجه شیخ غلام الحق والدین رضی الله

صلوات الله علیهم خاندان بزرگوار و پادشاهی هستند قدس سرها و سلسله نسب ایشان  
 از سادات اعیان است بن علی بن ابی طالب علیه السلام و در علم تفسیر و حدیث و فقه مدینه مشهور بودند چندت در  
 عهد بارسوس نموده می مردم بهت و دکن ارشاد و تلقین فرمودند بعد از آن در دینی شریف و دره نقین  
 خدمت نمودند و در خلفی حقه تالیس انی مان در دکن تربیت خدایان فرمایند در کتب تالیفات از حضرت  
 بست و بنفتم و سایر زمت و نمود و در ارباب ایشان در دینی جانب پائین فرمایند حضرت چراغ  
 دهلوی رضی الله عنه است که ازانی شجره الانوار و صلوات حضرت ایشان خلیفه عظم و پسر بزرگ حضرت خواجه  
 کماں لدین علامه بودند کشف و کرامات باغیت مستور و غایت رانایت مرغوب می داشتند و وقت آخر  
 خواجگان الدین علامه ایشان را در خلوت طلبیدند و نیتها بخشیدند از آن روز به که تفرمی زدند پیران  
 ذوق می فرمودند و فای ایشان بست و کیم جادی الاولی است و قبر شریف ایشان در پیران پن است  
 که ازانی شجره الانوار و غیره و صلوات حضرت ایشان خرد خلافت از دست شیخ سراج الحق والدین پوشیدند  
 در ریاضات و عبادات متشی روزگار بودند لبان را اول بعلم شریعت کامل نموده بعد بعلم طریقت و  
 حقیقت رهنمای شمس و سیکه از علم شریعت بهره نداشته و در صرف به نماز و روزه و کثرت درود و کلمه طلبیدند  
 تلقین می فرمودند و اجازت بهیت نمی دادند و سیکه بر غایت خود اجازت می طلبید و در تیز اجازت و خلافت  
 نمیدادند و فای ایشان بست و ششم صغیر و قبر شریف در پیران پن است که ازانی شجره الانوار و غیره رضی الله  
 تعالی عنهم اجمعین ۱۲



تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِجُرْمَتِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ شَيْخِ  
 مُحَمَّدٍ كَعْرِفِ شَيْخِ رَاجِحٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِجُرْمَتِ  
 شَيْخِ الْمَشَائِخِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ شَيْخِ جَمَالِ الْحَقِّ وَالذِّنِّ  
 كَعْرِفِ شَيْخِ جَمَّةٍ إِلَهِي بِجُرْمَتِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ قُطْبِ الْأَوَّلِيَّةِ شَيْخِ الْأَقْبَاءِ حَضْرَتِ  
 خَوَاجَةِ شَيْخِ حَسَنِ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِجُرْمَتِ  
 شَيْخِ الْمَشَائِخِ مَظْهَرِ اللَّهِ التَّامِّ الصَّمَدِ حَضْرَتِ خَوَاجَةِ  
 شَيْخِ مُحَمَّدٍ صَاحِبِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِجُرْمَتِ شَيْخِ

سے حضرت ایتان خلیفہ عظیم شیخ علم الحق دین بہتند بن علم ظاہر بودند سید محمد بن علی علم ظاہر مرید مشد  
 اور بڑے قیل بطلب اعلیٰ می رسانیدند و ذات شریف بتایخ بست و دوم صغریٰ و قبر شریف در پیرن پین  
 است بکنہ فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۲ ۱۳ حضرت ایتان خلیفہ عظیم شیخ محمود بہتند قدس سرہا ہر چند خود را  
 مستور الحال می داشتند ابی اختیار از وی خرق عادت سر نیز در میدان در اندک زمانہ باصل از اصول میسر نید  
 وفات شریف دوم و کعبہ و قبر نغیہ در احمد آباد ہجرت است بکنہ فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۴ ۱۵ حضرت ایتان  
 در علم باطن بجا نہ روزگار بودند صحبت حضرت ایتان غایت اکبر عظیم می داشت نسب شریف ایتان بہ شیخ  
 کمال لدین علامہ میرسد باین طریق شیخ ضییر الدین ابن شیخ مرزا الدین ابن شیخ کمال لدین بن علامہ  
 قدس سرہم وفات شریف بتایخ بست و ششم ذیقعدہ و قبر نغیہ در احمد آباد ہجرت است بکنہ فی شجرۃ الانوار  
 و غیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و علی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم ۱۶

۱۷ حضرت ایتان جامع علم ظاہر و باطن بودند خرق عادت در فغان قادر بہ پوشیدہ و نقشبندیہ و سہروردیہ  
 از دست والد ماجد خود پوشیدہ قائم مقام حضرت شان گردیدند در علم معارف و حقائق تصنیف بسیاری دارند  
 و چہل و دو نسخہ کہ در مشائخ ماسمور است از مصنفات او شان بہشت وفات شریف بست و نہم ربیع الاول  
 و قبر نغیہ در احمد آباد ہجرت است بکنہ فی شجرۃ الانوار و غیرہ ۱۸

اُمِّ شَايِحٍ قَرَدِ الْحَقِيقَةِ قُطْبِ الْمَدِينَةِ الشَّرِيفَةِ حَضَرَتْ خَوَاجَةَ شَيْخِ  
يَحْيَى مَدَنِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي جَزَمْتَ شَيْخَ الْمَشَايِخِ  
الْمُتَخَوِّ بِاخْلَاقِ اللَّهِ وَالْمُتَّصِفِ بِأَوْصَافِ اللَّهِ فَإِنِّي فِي اللَّهِ بِأَنِّي  
بِاللَّهِ حَضَرَتْ خَوَاجَةَ شَيْخِ كُلَيْمِ اللَّهِ جَهَانَ أَبَادِي رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي جَزَمْتَ شَيْخَ اُمِّ شَايِحٍ سِرَاجِ الْوَاصِلِينَ  
فَخِرَ الْعَاشِقِينَ

حَضَرَتْ خَوَاجَةَ شَيْخِ نَيْتِ الْحَقِّ وَابْنِ أَوْزَنْكَ أَبَادِي رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي جَزَمْتَ شَيْخَ الْمَشَايِخِ فَخِرَ الْوَاصِلِينَ

۱۵ حضرت یاش غلام محمد صاحب بیت کمال که باطن نموده در مدینه منوره به شرف بیت حضرت  
شیخ محمد صاحب شرف شسته و طالبان را بشرف بیت خود مشرف ساخته بمقصد علمی رسانیدند  
وفات شریف ایشان بست و ششم صفر و قمر بنف در مدینه است که فی شجره الانوار و غیره ۱۲ حضرت  
ایشان تحصیل علم نموده در مدینه منوره بشرف بیت شیخ یحیی مدنی مشرف گشته خرقه خدمت یافته  
بعد حصول نفعت یعنی به شاه جهان آباد تشریف آورده فی مابین قعه و جامع مسجد مسکن خود ساختند  
در اینجا اکثر مردمان به بزرگوار فاضلت رسانیده بمقام اصل ماصول فائز غلته سوار اسب و کشتی و  
در قلع و غیره از مصنفات ایشان است وفات شریف بست و چهارم ربیع الاول سنه کینزار و یکصد  
و چهل و دو هجری در مدینه منوره در دین شریف زیارت گاه غلامان است که فی شجره الانوار ۱۲

۱۶ حضرت یاش جامع علم غابر و باطن بودند نسب شریف از جانب ابی الدین محمد بن ابی الدین سهروردی  
میرسد از وطن خود که در قصبه از قصبیات پورب است دلی برای تحصیل هم تشریف آوردند بخدمت حضرت شیخ  
کلیم الله جهان آبادی تحصیل علم نموده بشرف بیت مشرف گشتند انواع نفعت از حضرت شیخ حاصل کرده  
حسب ارشاد طرقت و کن روایه گشته ده اوزنگ آباد اقامت فرمودند فرزند بختاب پنج بودند محمد عماد الدین خان  
غلام حسین الدین غلام مبارک الدین غلام کلیم الله محمد خزان الدین قدس سرهم وفات شریف حضرت ایشان دوازدهم  
ذیقعد سنه کینزار و یکصد و چهل و دو هجری و هزار مبارک را اوزنگ آباد است که فی شجره الانوار ۱۲



وَالْآخَرُونَ مُحِبِّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ رَّبِّ الْعَالَمِينَ حَضَرَتْ خَواجَه  
 شَيْخَةُ فَخْرٍ الْحَقِّ وَالَّذِينَ مُحَمَّدًا أَوْرَثَكَ أَبَادِي شَمَّ جَهَانَ أَبَادِي  
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِحُرْمَتِ شَيْخِ الْمَشَائِخِ سِرَاجِ السَّالِكِينَ  
 شَمْسِ الْعَارِفِينَ خَواجَه خَواجَه كَانَ غَرِيبٌ لَوْ رَحَضَرَتْ خَواجَه  
 بَزْرَتِ نَوْرِ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي بِحُرْمَتِ شَيْخِ

حضرت ایشان فرزند عظیم و ضعیف عظم حضرت شیخ نظام الدین اوزنگ آبادی بودند و از جانب پدر، جد از اورد  
 بنده گیسو دراز تولد، پنجاب در آمده، و رنگ آباد سال یکزار و یکصد و بیست و شش هجریست چون خبر واداد  
 آنجناب بحضرت شیخ حکیم سید جهان آبادی رسید بطوس خود بر سر آنجناب فرستادند و محمد فخر الدین نام نهادند و چون  
 مقرب فرمودند ای شاد گردید که در شاه جهان آباد جهان را نور هدایت نمود و خواهد کرد چون عمر شریف به شانزده سالگی  
 رسید و در باب جناب بیست باطنی بود تا تفرغ نمود و حلق فرمود بعد از آن بخدمت شایسته روزی سه سال تکمیل علم ظاهر نمود و  
 جوان از اختیار کرده بر ریاضات شاقه پرداخت تا ظاهر بنیان از حسن ظن بازمانده خلل انداز اوقات نشوند  
 پس از آن هجری شریف آمد، بجا در دلی تشریف آورده جمله عالم را بنور باطن منور فرمودند و فائز شریف است و عظم  
 جمادی ثانی سنه یکزار و یکصد و نود و نه هجری و قبر شریف در دلی بجز از قطب صاحب است بکذا فی شجرة الاولاد  
 حضرت ایشان خلیفه عظم مولانا فخر الملة والدین و در کشف و کرامات و مقامات بر همه مقلدین مولانا  
 صاحب لائق و فاضل بودند در مبادی حال بعد حفظ کلام الله شریف بقصد تحصیل علم از ملک پنجاب در دلی تشریف و  
 بخدمت علمای دلی تحصیل علم پرداختند بعد چند به شرف ملازمت مولانا صاحب مشرف گشته اولاً تکمیل علم ظاهر نمودند  
 بعد به سنه یکزار و صد و پنجاه و پنج هجری بشارت بیعت مشرف گشتند و انواع نعمت باطنی که از سرور انبیاء  
 صلی الله علیه و آله و سلم سینه بسینه بواحد بعد واحد رسید بوجاهل ساخته خرقه خلافت پوشیدند و حسب ارشاد  
 مولانا صاحب روانه پنجاب گشته در ریاست بادینجان به قریه همان که از پاک بن شریف جانب غرب بغاصه چل کرد  
 واقع است رخت اقامت انداختند و اکثر مریدین آنجناب در تعلیم و تلقین مریدان بطورنی حاصل ساخته صاحب سجاده  
 گشته اما چاکر کس خلیفه عظم و شمو عام بودند اول خواجہ نور محمد ثانی که مقرب خلیفه صاحب مورد شفقت خاص پنجاب  
 بودند نزد شریف ایشان در حاجی پور است دوم مولانا قاضی محمد عاقل صاحب که در کوٹ شهن سوہ اند و علم و فضل ایشان  
 در ملک چنایا مشهور است سوم حافظ محمد جمال صاحب که در لٹان سوہ و مریدان و مقلدین ایشان را بنجاریا راند چرام دینا  
 مرشدان و مولانا محمد سلیمان که خاتم الخلفا بودند فائز شریف بتایج سوم ذی الحج سنه یکزار و صد و پنجاه و پنج هجری مراد صیف در قریه چاکر سرور و  
 سر کرده است زیارت گاه فلاح است فی الله تعالی عنه ۱۲

الْمَشَائِخِ سُلْطَانِ التَّارِكِينَ سَيِّدِ الرَّاسِخِينَ إِمَامِ الْهُدَى عِيَاثِ  
النُّورِ قُصْبِ الْأَقْطَابِ قَوْدِ الْأَحْبَابِ عُرْبَانِ زُسَيْمَانِ زَمَانِ  
حَضَرَتْ خَوَاجَه شَائِخِ مُحَمَّدٍ سَلِيمَانِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَهِي  
بِحُرْمَتِ شَائِخِ الْمَشَائِخِ سُلْطَانِ الْوَاصِلِينَ بُرْهَانِ الْكَامِلِينَ  
مُقَرَّبِ بَارِكَةِ لَعْنَتِي حُرْمِ اسرارِ خَفِيِّ وَجَلِي حَضَرَتْ خَوَاجَه

سلطنت ایشان خلیفه عظم حضرت قبله عالم خوابه نور محمد صاحب ستند و در کشتن کربات از شرق و غرب  
شهر و معرفت ندوسن صلی بنجاب در کویتان مقام لرگویی که نهایت سر و میر و از توشه شریفه بانب  
غربی رفته و قریب است در بدی ص در کویت منمن به در توفیق بی محمد عاقل صاحب بحقیق کتب در سیه  
صرف توبه می فرمودند که بعد جدی حضرت قبله عالم باجمعی از خلف و شایستین شریف آوردند روزی در خانقاه  
حضرت می و صحبت نیاں بهر گشت خدمت قیامه مد شریف میه ستند که حضرت ایشان بهر توبه شریف بیت شریف  
گفته بودند که از بدی که بدی قریب عالم از بدی یافتند و بعد از آنکه در کشتن قریب عالم از بدی یافتند و بعد از آنکه در کشتن قریب عالم از بدی یافتند  
مردمان آری را بشرف بیت ممتاز فرمودند و بیشتر صاحب سجاده ساختند و از خلیفه مشهور عالم در نماز  
قدوق عرب عجم گشتند اول خلیفه محمد یازده صاحب که در ریاضات فرید عصر بودند دوم حافظ محمد علی صاحب  
فیرا دی که کثر مردمان بند و دکن و عرب را در بنها گشتند سوم مولوی محمد علی صاحب که در بکنده اکثر مردان  
ولایت پنجاب را بر توفیق نصیبت رسانیده صاحب سجده ساختند و وفات شریف بمقام صفر یوم پنجشنبه سنه  
یکهزار و دو در توشه شریفه علم شریف قریب بعد سال رسیده تا شصت و دو سال از نیت بخشند و در  
گشتند بعد از پنجاب قدوة ساکنین حضرت خوبه که بخش نبیره حضرت ایشان رونق بخش مندر توفیق گشتند  
و هزار مردمان هندوستان پنجاب بشرف بیت شریف فرمودند و تعالی از ذوات بابرکات ایشان ترقی  
مسند چشمت کند و ایشان را بر توفیق غوثیت رساند آمین ۱۶



سَيِّدَ حَافِظِ مُحَمَّدٍ عَلَى حَسَنِي حُسَيْنِي حَبِشَتِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى  
عَنْهُ إِلَهِي بَجَرَمَتِ شَيْخٍ مُسَارِعِ سُلْطَانِ الْوَاصِلِينَ زُبْدَةِ الْعَارِفِينَ  
قُدْوَةِ الْعَاشِقِينَ فَخْرٍ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مُحِبِّ الرَّسُولِ مُحِبُّوبِ رَبِّ  
الْعَالَمِينَ مَعْدِنِ جُودٍ وَكَرَمٍ دَافِعِ حُزْنٍ وَالْمُرْشِيخِ الْعَظِيمِ حَضْرَتِ حُجَّاتِهِ  
حَافِظِ سَيِّدِ مُحَمَّدٍ أَسْلَمَ حَسَيْنِي حُسَيْنِي حَبِشَتِي حَافِظِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى  
عَنْهُ

سے حضرت ایشان از عظم غفائے حضرت خواجہ شاہ سلیمان توسوی بودند زبانه طفلی آثار ولایت  
از جبین مبارک تابان بودند جوانِ شباب وطن را ترک کردند و تحصیل علم ظاہری نموده بر ریاضاتِ حجابیت  
مشغول شدند اول در لکھنؤ بدرگاہ حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب ریاضتہائے شائقہ فرمودند و نعمتہا  
از حضرت مخدوم یافتند بعدہ بدلی بدرگاہ حضرت قطب القلوب نقشبائے فراوان حاصل فرمودند باز بہ  
جمیر شریف چند سال قیام نمودند از خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ ہم مستفیض شدند پس ازاں بتوسہ شریفہ  
رفتند و بدست حضرت خواجہ سلیمان رضی اللہ عنہ بیعت کردند و بموہن وقت بخلتِ خلافت خاص مشرف شدہ  
ہزار ہا مردم ہند و ملک دکن و اہل عرب را بہ بیعت مشرف کردہ فیض ہا رسانیدند اہم مبارک حافظ سید محمد علی  
است و مشہور و خلق حافظ محرم علی است نسب پدری آنحضرت بہ حضرت سید عبد الجبار صفت حضرت خواتین ائقلم  
سید عبد القادر حبیلانی میرسد و مادر آنحضرت از سادات حسینی ہستند ولادت شریف در قصبہ کھیری ملک اودھ  
شدہ در ریاضات و مجاہدات فرید عصر بودند قدی بجز اتباع رسالت پناہ نمی داشتند در علم فقہ و حدیث حضرت  
ایشان را شان عظیم بود در اخای حال کماں نمود و در مرض وفات حضرت سیدی و مرشدی حافظ سید محمد اسلم  
صاحب برادر زادہ خورد ادام اللہ برکاتہ کہ خادم خاص بودند بعبائے خلافت مشرف فرمودند و بت و نوزد ہم  
ذیقعدہ شب پنجشنبہ اول وقت نماز عشا بمقام خیر آباد کہ وطن قدیم آنحضرت است بر حمت حق پیوستند  
و ہا جا آسودہ اند و حضرت سید محمد اسلم صاحب قلم صاحب سجادہ ہستند اللہ تعالی بواسطہ آنحضرت ترقی  
سلسلہ حافظیہ فرماید و تا قیام قیامت این سلسلہ عالیہ جاری دارد آمین ۔

تایخ اسرار شیوخ سلسلہ حقیقیہ مخزنیہ حافظیہ

۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰									
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰

تایک وصاح حضرت خواجہ محمد سیاحان کہ بتایا بختم قصور و پنجشنبہ ۱۲۶۷م علیک فرمودند بدین مرقم

سلمان زوں رحلت چونسرود  
پئے سائیں و سائیں باقی غیب

[illegible]



اللَّهُ حَافِظُ

# شجرہ سلسلہ حافظیہ سلیمانہ فخریہ نظامیہ چشتیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے خدا سے باحق مصطفیٰ	رحم کن پیر علی مرتضیٰ
یک نظر کن خواجہ بصری حسن	عبد واحد منظر وحدت نما
فیض حق فیض خدا فیض جہاں	شاہ ابراہیم ادہم شیخ ما
آفتاب دوسرا آئینہ نور خدا	شہ سدید الدین پیر رہنما
شہ ضلیفہ قبائے ہر دوہیاں	شیخ امین الدین قطب اولیا
شیخ علو ممتاز فخر چشتیاں	یا ابواسحاق راہ حق منا
قدوة الدین قوت دین متین	یو محمد رسول احمد رامنہ
خواجہ مودود چشتی المدد	المدد حاجی شریف مقصد
خواجہ عثمان یاروں المدد	رحم کن بر حال زار بے نوا
المدد خواجہ معین الدین حسن	قبائے اکبر شاہ و گدا
قطب عالم قطب کاکی المدد	خواجہ گنج شکر پیر بدی
خواجہ محبوب الہی المدد	شہ نصیر الدین چراغ اولیا
یا کمال الدین کمال راہ دین	منظر حق منبع جود و سخا
یا سراج الحق تو نور چشتیاں	عالم الدین شاہ شاہاں من گدا

نہت محمود راجن اسد و  
 ہر ساز مالتوی شیخ حسن  
 قصبہ شرب شیخ بیت المدد  
 یقیناً ماس بن نظام ماسدیں  
 فزائیس فخر و دل فخر دین  
 از پے نور محمد نور پاک  
 نہت توجہ سیم تو سوی  
 قلم و کعبہ جبر و نظم  
 جوہ حق از رخ شد آشکار  
 یا جمال لدین جمال اعیان  
 یا محمد نظر نور خدا  
 اس کلم اللہ شیخو الحق  
 کوہ چشما نور تو نور دنیا  
 بر دست سجدہ کند شاہ و گدا  
 قصبہ روشن کن بخت مصطفیٰ  
 رہ حق و رات بہر خدا  
 کوک نور لاریب شد دار انشا  
 حضرت اسلم شبیر مصطفیٰ

از طفیل خواجگان چشت ما  
 یا خد اور حُت احمد کن فنا

صورت پاک آملی آئینہ محمدی  
 بزم شرب تازہ و دہ ساقی و لنوازم  
 نوش مانیں مانید با حبیب ما  
 شاہد ہے یہ زمین قصہ شکار حسن  
 بردر سپر مایا عاشق زار سردی  
 مستحق شہ عظم از در پاک احمدی  
 پروہ رخ کشاکش قبلہ ما و مقصدی  
 مرغ دلم اسیر شد طرفہ کند می ندوی  
 حافظ تازنین من کاشن دل کنی گزہ  
 تو کہ ایم عاشقان ما ہمہ ایم مقصدی

شہید عشق مستم لا الہ الا اللہ  
 بعقل مرتبہ اختصاص کے آید  
 من انہ یح نشووم کہ تم باذن اللہ  
 کلام پاک تو وحی خست کلام اللہ  
 بطور قلع بگوید بعرض بسیم اللہ  
 بندرتبہ تعلیم اپہ خواہم گفت



دل و جاہ رحمہ زخمی نہ تیرا برویت  
بس است مرہم لطیف تو مرہم سوال شد  
مرا کہ تو غنم محمد اسلم  
نہ بہت وردل من رہا و گروانہ

اے نورؑ شمعؑ میں اسی ذات کی میں ہاں رہو  
وہ جو رنگ روپ سے ہی بند میں ہی غم کا شکر ہو  
میں نہیں تھا اسی کے گلشنِ عسلم میں  
مجھے ہائے کس سے آئے وہ جو زکاء میں آئے  
میں آنکھوں نہ بند ہے کہیں مجھے دیو غم نہ ساقی کو  
بسے چاہتا ہوں دلِ حزن میں اسی کی گھڑی میں رہوں  
میں کینہ بندہ حافظی میں غلام سید اسلمی  
اُسی آستانہ کی خاک ہوں اسی کفشِ پاکِ بندہ رہوں

جمالِ مصطفیٰ و رسالتی نہ می بینم  
بہارِ لائبرالی برویے قانہ می بینم  
نہ دارم ترس از دوح نہ فکر پیشِ عقبی  
منم رندِ خراباتی رخِ جسانہ می بینم  
خیالِ کعبہ تراہدہ آید و ردلِ حیسار  
جمالِ عارفش و اندر و تیغاتی می بینم  
تنِ عریانِ من آزاد شد از قیدِ پیدامن  
تماشاے رخِ لیلے من دیوانہ می بینم  
خمار آلودہ چشمِ حافظم ہر دم دیدستی  
جمالِ اندیشہ پرده دریں پیمانہ می بینم

اپنی ہستی میں ذرا ہو کے فنا دیکھو تو  
صاف آئے گا نظر تم کو خدا دیکھو تو  
میں ہوں معشوقِ نبی میرا نسا ہے خدا  
نماز و اندازِ مراسم و ادا دیکھو تو  
کعبہ و دیبر ہیں معمور مے جلوے سے  
اپنا سجدہ ہی مجھے آپ روا دیکھو تو  
وسعتِ عفو تر یا وہ ست کہیں عیاس سے  
ہم خطا پوشش میں تم اہل خطا دیکھو تو  
حسنِ بیسے میں سراپا ہے ہماری توفیر  
صورتِ قیس ذرا ہو کے فنا دیکھو تو

۱۰۰ نوں عالم کو کیا میں نے منتہر دیکھو غیر کوئی جس نہیں جسلوہ منسا دیکھو تو

قبلہ ہر دو جہاں میرے ہو موسیٰ عاقل

تم سخی این سخی میں ہوں گدا دیکھو تو

عاشق را حاجت تسبیح و حمد ز تار نیست  
درہ پر مغاں ہر سر نہادن کار نیست  
ہر چہ می خواہی طلب کن ز در مستغان بند  
حاشاک کند ز مسائل عادت سرکار نیست  
کہ دیت زانہ گاہے بر سر عرش بدین  
جنوہ فرہا چہ رسو جز احمد مختار نیست  
روزگار مانگن موسیٰ حرم کعبہ  
تیاہ سکیں غریباں جز بخت و لدا نیست  
نرس دوش کے کم سکیں گداست خوابہ ام  
در دل مٹورین جز عفت و اسرار نیست

ہر کت شد بندہ عاقل غلام تو موسیٰ

روکش از جملہ خوبان حاجت نمخوا نیست

گفتم کہ رشک باہ و خور گفتا کہ روست پاک من  
گفتم عداوت زخم دل گفتا خس و خاشاک من  
گفتم دل دین خوں شدہ گفتا رضا پاک من  
گفتم کہ قبلہ ہر من گفتا رخ بے پاک من  
گفتم شکار کرد کو گفتا کہ تیر بہ ناز من  
گفتم غلامت عاقل گفتا کہ ہرگز غم مخور  
گفتم سیاحی بکن گفتا سخن تر پاک من

می کم خدای پرستی برودید ابر کے  
بستہ شد جان و دلم از تار و تار کے  
در فضا سے کعبہ دل تباہ تعمیر شد  
دین خود تسد باں کم بر حسن عیار کے  
از لقا نہادے محبت ش عجب ہنگامہ  
شعلہ زور رسینہ ماسع رخسار کے  
من گاہ دیرینہ ام خدمت گزار میکہ  
کے یہ کعبہ می روم از ہر دید ابر کے  
از ملاست پائے گونا گوں تدارم شکامہ  
تعب من معور شد از گنج اسرار کے



دشتم ہر دم برد و در کوئے زلفِ گلِ رخاں تا خریدم تازہ سودا کے زبازار کے

از طفیل حضرت حافظ بنیم ہر جہت  
جملہ ذراتِ بہاں روشن زبازار کے

در عشقِ خواجہ رسوا دلِ من کنہ چشمِ مستش کشتہ دلِ من  
یعد بیتاں را ہر خطہ خواہد مجنون و شیدا و رسوا دلِ من  
شوقِ ملاقاتِ ہر کس نہ ادد ہر خطہ خواہد تنہا دلِ من  
بر کس بجا مت مست الہی است محروم ماندہ اِلا دلِ من  
محبوبِ یثرب معبودِ کعبہ مولیٰ دلِ من خواجہ دلِ من  
در کوئے الفت آرزو نشد

حافظ دلِ من اللہ دلِ من

تیر کھنے پر ہی خنداں زخمِ دل تیر کھنے پر ہی خنداں زخمِ دل  
میں مرے پہلو میں نہاں زخمِ دل میں مرے پہلو میں نہاں زخمِ دل  
وادیِ یثرب میں آتی ہے بسا رہے رفوگر کو بھی ان سے احتساب  
چارہ گر دیکھے تو حیرت ہو اُسے مجھ پہ کراتنا تو احساں زخمِ دل  
مرغِ بیل کی طرح تڑپیں گئے ہم تاکہ ہو جائیں سراواں زخمِ دل  
ہو سچا سے تہ اب درماں طلب بن گئے ہیں چشمِ گمیاں زخمِ دل

کو چہ حافظ میں پھر دیوانہ وار  
کون ہو گا تیسرا پیرِ ماں زخمِ دل

————— ❦ —————

هَوَ الْيَقْمَكُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَسَاحِب

مشرقیوں ملفوظات بزرگان دین بر شہوان القدر علیہ السلام

أَحْمَدُ لِلَّهِ الَّذِي كَلَّمَ مُوسَى تَكْلِيمًا وَجَعَلَ الْإِنْسَانَ كَلِيمًا وَأَنْصَلُوهُ  
عَلَى أَيْ لِقَائِهِمْ خَلَّتْ النَّبِيِّينَ بِشِيرًا وَذَنْبًا وَرَحْمَةً الْعَالَمِينَ  
مُبَارَكًا وَسِرًّا وَمَنْبَرًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّلَامُ عَلَى  
أَنْبِيَاءِ الدِّينِ وَأَوْلِيَاءِ اللَّهِ الْمُصْطَفَيْنَ رَضَوْنَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ  
أَمَّا لَعَلَّ أَضْعَفَ عِبَادِ اللَّهِ أَحَدًا عَارِضِي دِينِ مُحَمَّدٍ فَرَاغَتْ يَأْتِ  
الهدى بنو تيمور در گاه شریف براج ساکن قصبہ نان پارہ ضلع ہیر پچ ٹاک اودھ نجہ دست  
حضرت طاہرین مریدین ر لیکن معتقدین بزرگان دین دنیہ عام شائقین عرض کرتا ہے کہ یہ  
مشرقیوں ہے کہ تمام مہلا دنیا دین میں زمانہ موجودہ کے لوگوں کو زمانہ سابق کے لوگوں  
کے حالات سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔



اور اسی طرح حضرات موجودین کے حالات کی زمانہ آئندہ کو حاجت ہے جس کی وجہ خاص یہ ہے کہ زمانہ مانسی و حال مستقبل کو باہم یگانگیت کی نسبت ہی یعنی وہی زمانہ حال ہے جو عالم دہریہ میں گزر کر مانسی ہو جاتا ہے۔ اور آنے کے قبل مستقبل کہلاتا ہے اور اُس کی حالت موجودہ دہریہ کو حال کہتے ہیں۔

لہذا اگر ان ہر سہ زمانہ کے لوگوں کو جن کی ہمیشہ کو وحدت مٹ رہی ہے باہم ایک دوسرے کی مدد کی حاجت ہوئی تو یہ کوئی استعانت استغاثت بالغیر نہیں ہے بلکہ نظر ثانی کا ہونا واجب ہے۔ البتہ باہم استعانت نہ ہونا تعجب خیز ہے اور اپنے آپ سے اپنے آپ کا استغناء خود سے خود کی عدم استعانت ہر طور حیرت انگیزی تو پھر بیغیرہ صیغہ حق میں جس کے لئے تمام عالم مامور ہے کیوں حضرات اکابرین متقدمین سابقین کے مناقب و اذکار و حالات کی ضرورت و حاجت زمانہ حال یا آئندہ کے طالبین مریدین معتقدین سالکین یا کامیابین کی ہوگی بلکہ تمام مسلمین و کافران اس کو یہ ضرورت لاحق ہونا غوریات سے ہی اس لئے کہ کوئی فرد انسانی اس پر قدرت رکھنے والا متحقق نہیں ہے کہ جو اپنے مبدیہ کے طرف جزائے رہا ہو۔ یا اس کو اس سفر کی آسانی بخشنے ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر جانے والا ایک قافلہ رکھتا ہے اور ہر قافلہ ایک نشان اور ہر نشان ایک رنگ خاص رکھتے والا ہوتا ہے کہ وہ جملہ رنگوں کے گونا گوں صرف اس لئے رنگ کہلاتے ہیں کہ ان کو حضرت بے رنگی نے قبول کیا ہے۔ پس یہی وجہ ہے جن کی بنیاد پر ہر ملفوظ بزرگان دین اور ہر تذکرہ اکابرین اور ہر مناقب صاحب یقین کے جو عملی وقتی تفسیر قرآنی کا اثر رکھتی ہیں۔ قدر و منزلت ہے۔

مگر چوں کہ ہر طریق خدا سے کچھ نہ کچھ شیوہ نقیہ رکھتا ہے گو وہ نقیہ اصلی آزادی کی جائے ہے۔ بالآخر کیوں نہ ہو جاوے تاہم نفس و ہریت کو جو اصول آزادی کی پہلی ہی سی طامع ہے ایسی کتابوں اور ملفوظوں سے نفرت ہے۔

کہ اُس نفرت کو حضرات مابین دہریہ کو اس حیلہ شرعی سے چھپانے کی ہمیشہ سے عادت

بکہ ان دونوں حدیث کے لئے پس ہے

مالاں کہ یہی متفقہ ہستیاں ہیں اس کی بھی قائل ہیں کہ قرآن کریم اور حدیث واجبہ عظیم  
یہی زیر امت است بمعیت کہتی ہیں کہ اگر ان کی محض غیر کھاتی قیامت تک کی جاوے تو بھی وہ  
نہ فی حق ہوگی پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان تک وہ دنیا حاصل کرنے کی نکت یعنی بزرگوں  
اور ان کے تذکروں کی نصیحتی نمود نفیست قبل جبروسہ ہے۔ اب رہا عمل اور غیر عملی جس پر  
مذہبوں کی جان ندادی وہ یکے چاکتی ہے۔ اس موقع پر یہ اشارہ بھی بعید نہ ہوگا کہ مسئلوں کا  
قرآن و سنات باطن رکھتا ہے۔ انہیں دونوں تفسیر میں قرآن و حدیث کی حالی و قالی و عملی کل  
کی بزرگوں کی مفوضت میں ہنگامہ رانی ہوتی ہے۔ ہر طالب ان کا شیدائی ہوتا ہے۔ کہوں کہ  
یہی ایک ذریعہ رہ نہالی ہے۔ درس میں کچھ شک بھی نہیں ہے کہ فی الاصل متاخرین نے اولین سے  
بہت بردوست مکالمات ہی ترک تیں پائی ہے۔ اندیس صورت اگر بزرگوں کی مستند محفوظات اور  
پاک تذکروں سے گفت کی جاتی یا ان سے عبرت لی جاتی ہے یا سکون و آرام و تقویت و حمت  
اصل کی جاتی ہے۔ یہ ہدایت لی جاتی ہے۔ یا مذکورین و موعوفین سے سی ذریعہ سے محبت  
حاصل کی جاتی ہے یا موارثہ حالات کیا جاتا ہے یا سچ و مقبول برتاؤ وہ سیکھ جاتا ہے یا حوالہ دیا  
جاتا ہے یا مکذبین و صادقین کا اندازہ قائم کیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

تو یہ واقعات ہرگز ہرگز نہ کسی طرح تعجب خیز ہیں نہ حیرت انگیز۔ بلکہ یہ ملفوظات سچی  
اور جھوٹی کی پہچاننے کی اچھی خاصی ویسی عام فہم استعمل روزمرہ کے قابل عمدہ کوشش ہیں۔  
اور خود اپنے نفسانی حیلوں اور حیلوں سے بچنے کی۔ بے مثل ڈھالیں ہیں۔

اب رہی ان حقرات اولیاء اللہ کی ملفوظات کی فراوانی کی فضیلت یا ضرورت حاجت  
اس کا فیصلہ منتخب آیات و احادیث اور اقوال اکابرین سے خود تو کر لینا چاہئے۔ جس کے  
لئے حضور اصالحہ بطور مشتمل نمونہ از خروا سے مذکورہ آئندہ احقر مولانا نے اپنی رسائی کے  
میں



کر سکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسے فیصلہ کرنے والے کو ایک قانون کی ضرورت ہوتی ہے جس کے مطابق وہ فیصلہ کرے کہ وہ قانون قدرتی قرآن کریم ہے جس کی حادیث میں توضیح ہے اور کدات طبیات حضرات اولیائے کرام اس کی وقتی مخصوص تفسیر ہیں۔ سببِ جمعیت کے ساتھ اس امر کا فیصلہ کیجئے کہ مناقب حضرات اولیاء کے علم اور عالم و اولوں اور خود آپ کو ضرورت ہے یا نہیں۔

اور بعد فیصلہ مطابق فیصلہ کا رہنمائی ہے۔ اگر اس جانب میل پیدا ہو یا پہلے سے آپ خدا کے دوستوں اور ان کے اقوال کے شیدائی ہوں اور یہ وجود اس کے برتاؤ میں مشکلات لاحق ہوں یا بعض سخت اعمال کی اپنے آپ میں ناداری محسوس ہو تو اعمال کی ضرورت برتاؤ وہ اور ان کی بڑائی اور عظمت موجب قلعہ دارین ہونے کے اقوال و احکام کو خود پڑھ کر یا کسی سے پڑھوا کر سن کر اگر کچھ نہ ہو سکے تو قبولیت کے انداز سے یا نہ کر سکنے کی ندامت کے اظہار سے یا برتنے والوں کی علو جہتی شایانی لب و لہجہ سے۔ سرے ہلائیے۔ گردن ہی خم کیجئے یا کچھ شریعی افسوس ناک اداؤں کا اظہار کر دیجئے۔ دوچار آنسو ہی گرا دیجئے۔ فوری اظہارِ سرت خفیت مستی بے خودی ہی دکھا دیجئے۔ کسی مشغلہ کو پسند کر کے اس کے برتاؤ کا غم ہی کر لیجئے۔ کیوں کہ یہ علامت بھی ایجاب و قبول واقعی کے زمرہ میں داخل ہو سکتی ہیں۔ جو باعثِ نجات یا موجب حصول عروس اصول قرار پا سکتی ہیں۔ حدیث میں **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** اس کی شاہد ہے۔ اب رہا مطلوب و محبوب و مقصود و مطالبانِ جہد یا مردانِ کم زور وہ تو واحد ہی ہے۔

# مزا و امتیازِ ولایت کی ضرورت کے دلائل و اس کے فضائل مع جوہر اندفاعِ عذراتِ لاطال

حقیقت کا نام کو انفس کا نام ہے تصور کرنا، شکی بیانات کلام کی وجہ سے جو سہل ہو شکی نہیں کیا، ممکن ہے۔ اور مشکل کو مومن کل جوہر کلام سے برطرف قلعہ کرنا یا سمجھنا یہ بھی ممکن ہے۔ اس سے حقیقت کلام و نسبت میں فی کلام و تسکیم کی طرف مندرجہ ذیل بیت کے ذریعہ سے تخفیف نہ رہے کہ یہ بات سب اور کلام کی بحث کلام سے کی جاتی ہے اور بطور نزول اس کو سیر میں لایا جاتا ہے کہ یہ صورت سیر پر شکل تسکیم نہیں ہے۔ البتہ اس کے معنوں میں فہم مخصوصہ کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔ . . . .

اند غزل خویش نہاں خواہم گشت

تا برب تو بوسہ زخم چو نش بخوانی

میں اپنی غزل میں آپ اپنے آپ کو چھپا دوں گا۔ تاکہ تمہارے لبوں کا بوسہ ہوں جو نہی کہ تم اس کو چھو یا اپنی غزل میں خود چھپ چاؤں گا۔

یہ بیت منظر ہے کہ عشق اور کالمین کے کلمات طلیات اپنے ساتھ مشکل کو بھی وراے طور عقل رکھنے والی ہیں۔ کاش یہ سمجھا جاتا کہ مرد اپنے سخن میں کیسے پوشیدہ ہوتا ہے یا آدمی کا حال اس کے دل سے کیسے معلوم ہوتا ہے تو یہ راز صاف کھل جاتا کہ ہم عندیہ ہو کر جو جس کی بولی بولتا ہے یا امثال مر کر تا ہے وہ وہی ہو جاتا ہے۔ اگر تسکیم بے صورت ہی تو سہل نہ دگر نہ آئے پاک قل انما انا بشر مثلكم بولی بولنے والے کی صورت مثالی ہے۔ اسی مقام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی بزرگ کی صحبت نہ سوتی جیسی میسر نہ ہو سکے تو اس کے کلام کی صحبت مزا و امتیاز اس کے قدیم مقام ہو سکتی ہے۔



یہی بات ہے جو قرآن خواں کو صحبتِ باری تعالیٰ دلوائی ہے اور یہی انداز ہے جو  
 شائقینِ احادیث کو صحبتِ پاکِ سرکارِ صاحبِ لواک سے بیرونیاب کرتا ہے اور جب  
 اس کا چمکا پڑ جاتا ہے تو پھر سوتے جاگتے ہر وقت حدیث کی کتاب سینہ پر دھری ملتی ہے  
 تو جیلا جب کلامِ مشکم کو اپنے ساتھ رکھنے والی چیز ہے اور تمام وعدے و وعید کی بنیاد ہے  
 تو موقوفِ سیرِ رگازِ دین جن میں صاحبِ موقوفہ کے حالاتِ خصالِ عبادتِ ہدایاتِ کلمات  
 طریقاتِ درج ہوتے ہیں وہ کیوں نہ مفید ہوں گے۔ اور کیسے یہ تذکراتِ باعثِ زدیاد  
 حب و موجبِ صحبتِ امرکائی ہوں گی۔ ضرور ہوں گی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مخفی صاحب  
 موقوفہ کو البتہ کوئی فائدہ نہ ہوگا اور یہ بحث ہی فتنوں ہی۔ کیوں کہ صاحبِ موقوفہ اگر قطعی اولیاء  
 ہیں تو مخفی لفظ میں ایمان ہی نہ ہوگا تب دوسرے نفع و نقصان کی کیا بحث۔

۴۰ حضرت اولیاء اللہ مجسم کلمہ اللہ ہیں اور اپنے وقت کے نائبِ رسول اللہ  
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔ بغیر ان حضرات کے وسیلہ کے ذریعہ باری و قادرِ سرکار  
 تاجدارِ رسول نامہ، صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں رہائی و شواہد۔

## مختصرِ محامدِ اولیائے کرام

چوں کہ اود حق را بود در کل حال	برگزیدہ باشد اور اذوا بحال
پیچ بے اود حق بکس نہ بد نوال	شمہ گفتم من از صاحب وصال
موسبت را برکت و ستش نہ	وز کفش آن را بمر حوال
با کفش در یائے کل را اتصال	مست بچون و چگونہ بر کمال
القصالے کہ نہ گنجند در کلام	گفتش تکلیف باشد والسلام

اسی لئے ان حضرات کی پیدائش و وصال۔ تعلیم۔ تکتب۔ اخلاق۔ خصال۔ اوصاف  
 جمالِ ظاہری۔ مجاہدات۔ نشست و برخاست۔ رشد و ہدایات۔ جملہ محلی و تفصیل حالات

یہ بات کہ بین بڑا بگڑا بیٹھنا، تیرا بیٹا کرنا، مستی، یہاں عزت کے لیے  
یہاں ست (نہ) کا تصنیف کرنا، وغیرہ کل کا کل نام نہایت ہونا ہی اور وہ زمین کے  
پر کلمات طبعیات یہ تو وقتی الہامات ہیں کہ ان کی فروست علمی ست جوں کا میری  
ہو تو تعجب کی بات ہے۔

[illegible]

حوالہ آیات احادیث و اقوال کے ساتھ باب نمبر ۱

ملفوظ سازی و اس کا مستند حضرت مولانا

۱۱، آیہ قرآنی۔ وَلَا تَقْصُصْ عَلَیْهِمْ ذَٰلِكَ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ  
بِمَا فَعَلُوا ذَٰلَکَ۔ ترجمہ۔ یعنی ہے پر یہ محمد ﷺ کے پیغمبروں کے خلاف  
سے بیان نہ کیا کہ وہ تمہارا اس سے آرم حاصل کرے اور قوی نہ ہو جائے۔

پس جب حق تعالیٰ نے خود ہی مسیحا عیسیٰ کی خبر رسائی میں خدیتا کو بذریعہ انبیاء مقدس کیں



قرآن کریم کے پسند فرمائی تو نفس خیر سابق اور حفاظت تسلیری اور تیاری کتاب وغیرہ سنت  
اسی میں داخل ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہی ہے کہ حضرات ادبیاء، مند خلف الہیہ ہیں۔ انہیں  
سورت ترتیب ملفوظات بشرطیکہ وہ صحیح طور پر مرتب ہوں اور ان کے مندرجہ بالا کارہا  
درست، بعد کے حضرات دلیل اس کے غرور یا اشتراک قوت بخش سکون وہ اور راحت رساں  
ہوں گے تو چھوڑا بین صدیقین کو اس کی تسلیم میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ یعنی جو چیز طبقہ اعلیٰ کے  
لئے مفید ثابت ہو رہی ہے وہ طبقہ دلی کو کیوں فائدہ بخش نہ ہوگی۔

باقی رہے عوام ان کی نفرت یا اعتراضات وغیرہ کبھی قبل توجہ والتفات سے دیکھی  
نہیں جاسکتی۔ یہ صرف ان کا ذوق اخبار و ناول بنتی ہی جوتا نہیں بلکہ یہاں کہہ سکتے ہیں کہ ان کوئی لال  
دنیا کمانے کے لئے آفاقی انجیل اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں اور ان کی مغرب شہوت  
شہوت رقی وغیرہ کے لئے ناویلین اور دوسرے فقرہ دکھانی کی کتابیں کافی ہیں۔

(۲) ترجمہ حدیث شریف مع شان ول حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب  
سے روایت ہے کہ میں جو کچھ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اس کو لکھ لیا کرتا تھا فرشتے  
منع کیا اور کہا کہ تم سب کچھ لکھ لیتے ہو حضور آخر بشر ہیں خوشی اور ناخوشی ہر حالت میں کلام  
فرماتے ہیں اور ناخوشی میں احتمال ہوتا ہی کلام میں کمی بیشی ہو جانے کا۔ میں لکھنے سے  
رک گیا۔ یہاں تک کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ کیا تو حضور نے اپنی  
انگشت ببارک سے اپنے دہن پاک کی طرف اشارہ فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ  
میں میری جان ہے کہ اس منہ سے بجز حق بات کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ نہ حالت رضا میں نہ حالت  
غضب میں یعنی ہم دوسرے لوگوں کی طرح مغلوب الغضب نہیں ہوتے۔ روایت کیا اس کو  
ابو داؤد نے۔

لیجئے۔ یہ حدیث شریف ملفوظات ساری اور قلبندی حالت کی قدامت کی

کافی دلیل ہے۔

(۳) حدیث شریف عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ

ترجمہ: یعنی ذکر صالحین کے وقت نزول رحمت ہوتا ہے۔  
 صالحین اپنی سادہ سادگی کی وجہ سے ذکر الہی کے ذریعہ سے حضرت زکریاؑ میں فانی ہو جاتے  
 ہیں اس سے ان کا بانی ذکر ذکر الہی کی طرف رجعت ملنے ہو جاتا ہے۔ اندر میں صورت بنی  
 ضرورت نزول رحمت کتاب ذکر ولی یعنی محفوظ کو ذکر الہی کی ترتیب یا الہی نامہ کہا جاوے  
 تو کچھ بے با تو نہیں ہے۔ ہذا یاد وجود تحقیق مراتب کی خصوص فیضان عثمانی سے کسی کو نہ  
 روکنا چاہئے۔ وردست بدعا رہنا چاہئے کہ حق تعالیٰ ہر مخصوص دُعا دلیا کو توفیق بہا  
 اذکار عطا فرماوے۔

آہ اگر ایسے محفوظات نہ ہوں تو اذکار صالحین مفقود ہو جائیں گے۔ اور موقوف  
 الہی وقتی نتائج ہو جائیں گے ورنہ نیت مفید سنگامہ آریاں اشاعتی مٹ جائیں گی۔ ہذا  
 اس کے درحالیکہ ہر ذکر باعث محبت ہی و ہر محبت موجب ذکر ہے اور یہ کھلی ہوئی راہ  
 راہ ہی کہ اچھوں کی محبت بسبب نجات ہی اور انتہا محبت یعنی عشق محبوب الہی بنائیواں ہی۔  
 تو حضرات اولیائے کرام کی محفوظات سے زیادہ بعد قرآن و حدیث کے کون پیارے  
 کتاب ہو سکتی ہے۔

(۴) ازکلمات طیبات حضرت شیر خدایا  
 مجالیں العالم رؤضہ  
 الجنة

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(یعنی علمی مجالس گویا جنت کی گویاں ہیں)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو مجالس علمی حضرات اولیائے کرام منفقہ فرماتے ہیں جو  
 بالعموم ماہر علم ظاہر و باطن اور اکثر صاحب علم لدنی ہوتے ہیں۔ ان میں جو حقائق و



معارف بیان ہوتے ہیں وہ کم سے کم جتنی تجلیاں اپنے سر لاتی جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ جگہ مجلس کی نسبت کی کیا رہی کی شہیت میں داخل ہو جاتی ہیں۔

اور یہ بخوبی روشن ہے کہ وہی مجلس بچنے موقوفات میں ادا لائی جاتی ہیں۔ گویا وہی فیض بذریعہ موقوفات متعدی کیا جاتا ہے۔ یعنی بے شک جہاں تلاوت موقوف کی جاوے گی علی قدر مراتب وہاں بھی یقیناً و شہید فیضان جتنی پہنچے گی۔

اگر یہ فیض رسائی یقینی نہ سمجھیں وہی تو کام اور اذ و ذلعت سبے کار ہو جاتا ہے۔ اور مساجد بڑے ادب نہ قرار پا سکیں گی۔ جن میں صرف ذاکرین کے ذکر ہی سے زندگی آتی ہے۔ جس کا رواج فی زمانہ اٹ گیا ہے۔ چنانچہ قول سرکار معنوی صادق آ رہا ہے کہ  
الہام تعظیم سجد می کنند درینفا سے اہل دین صد می کنند دین محمد۔

سول کئے گئے  
(۵) قول حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ حضرت جنید بغدادی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مرید کو حکایات اور روایات بزرگان دین سے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ فرمایا کہ وہ ایک لشکر لشکر ہائے انبی سے ہیں اُن سے مرید کو مدد پہنچتی ہے۔ اگر اُس کا دل شکستہ و ضعیف ہو رہا ہے تو قوی ہو جاتا ہے۔ اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
وَكَأَنفُصِّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَنْبِئُ بِهٖ فَوَادِكْ

(ترجمہ اس کا نمبر میں ہو چکا ہے)

اگر آیات قرآنی اور احادیث اور فیض راہوں اور اقوال کا میرین کا سیف النبی موزا معلوم نہ ہو تو اُس کے معارف یہ ہیں۔ کہ جب کوئی شخص لشکر محوم و محوم اور ریح دالم سے گھر کر مائتہ ہو جاتا ہے تو ہو پا کہ قول اُس کو دفع کر دیتا ہے یا عمدہ رائے کا غلطی کر دیتی ہے۔ یا اچھی اور مجرب دعا مشکل کشائی کرتی ہے تو اُس کو سیف اللہ یا ذوالفقار صفت شکر کہتے ہیں پس چوں کہ بزرگوں کے تذکرہ کی کتاب یعنی اُن کی موقوفات میں ایسی آیات یا احادیث یا

ایہ باتیں یاد رکھو، غلط فہم نہ رہا ہوتے ہیں یہ سب گلو غلامی طالعین و تمقین  
نہیں ہیں۔

یہ باتیں بہت سیر کی جاتی ہیں مگر اسے کہ اس ڈھال کو استقامت کہے غالب کے  
بہت بڑا رہا ہے۔ یہ ایسی باتوں کو کہ سمجھنا نہ کہا جاوے تو بدست موزوں ہوگا۔  
انہوں نے بہت سیر کیا ہے وہاں بہت سیر کیا ہے۔

(۶) قول حضرت ابو علی دقاق رضی اللہ عنہ لوگوں نے حضرت ابو علی

کو دیکھا کہ اس نے کیا کیا ہے وہاں بہت سیر کیا ہے وہاں بہت سیر کیا ہے۔  
وہ دیکھتے ہیں۔

یہ کہ کہ یہ بہت سیر کیا ہے وہاں بہت سیر کیا ہے وہاں بہت سیر کیا ہے۔  
وہ دیکھتے ہیں کہ اس نے کیا کیا ہے وہاں بہت سیر کیا ہے وہاں بہت سیر کیا ہے۔  
یہ کہ کہ اس کو اپنی باتیں بدست موزوں لگے گا۔ وہ اگر وہ باطل نہ ہوگا تو خود مشاہدہ  
کرے گا۔ جیسے کہ شیخ محفوظ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تو خلق کو اپنی تراویح میں مت  
آپ کو مردانہ کی تراویح میں تول کہ تو ان کے فضل اور اپنے افسوس کو نہ لے۔  
یعنی انہوں نے بہت سیر کیا ہے وہاں بہت سیر کیا ہے وہاں بہت سیر کیا ہے۔  
مگر اسی عالم میں کھڑے کر دینے گئے ہیں تاکہ لوگ اپنے اپنے کرتوتوں کو دیکھیں اسی عالم میں وزن  
کر کے قیمت جان لیں۔

نامہ کان بحسب خواہی خواند

بہترین جاسواو باید کرد

آہ بزرگی معلوم کر، تو خیر بڑی بات ہے مگر اپنا انداز معلوم کرنا بھی بڑی توفیق خیر ہے۔

دین محمد



(۶) قول حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اگر ایک بے عمل  
بیگنا شہر میں رہے کہ تختے گا۔ حضرت نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا جنہوں نے میری  
باتوں پر صرف سر ہلایا ہے۔

## سر ہلانے کے معارف

ہر ملنا کسی انسان کا دل کی محارفت اور بہت پردہ ہاں پسند نہ کی کہ انہیں پسند نہ کی  
کے وہی حضرت سید کا دل شہر میں ہو گئے۔ پھر کہ معارف درہم دینا اس کے دل  
لہائی اور پسندیدہ حق بل و عطا ہوئے ہیں اس لیے سر ہلانے کا اس وقت اور کمال ہے  
میں سر ہلانے وقت آگیا اور نکلےوا باحدادہ اللہ و معارف سے کہ وہ بے عمل  
نجات میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ گو محض لغت سے حضرت ان کا دل تقویٰ کیا ہے کہ وہ بے عمل  
کے لئے کوئی ہو مگر سید کے لئے نیاں میں معارف بکثرت ہی کہ وہی بے عمل و بے عمل سے ہم  
بہا سے اور باہا بجات شہر نہ سمجھتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

کہ سر ہلانا اتنا ہی پیر پر دلیل پسندیدگی ہے اور کوئی شخص علیہ حضرت نوح علیہ السلام کے کہ  
اس طرح میں کیا چیز پس اگر سر ہلنے سے یعنی قبور کی صفات سے جس سے وہ صورت ہوتے  
کے ہی ہدایت و نجات کے قابل نہیں تھا۔ اودہ اپنے بقیہ حضرت علی علیہ السلام میں یہ وجود کو شش  
میں ہدایت کو عرض فعل میں یہ وجود و وہ سم نہ رکھا۔ تو وہ عمل بوجہ خصوصیات کے  
اس کی کراہتیں آپا دے گا۔ وہ اس انسان کا دل کے موابہ کے مزید ہدایت سے نجات  
پا جائیگا۔ **اللہ اعلم بالصواب**۔ یہ حدیث شریفہ ترک نہ ہو جائے اور انہیں نجات  
کے نزدیک یہ سر ہلانے کی نجات۔ یہ بھی ممکن ہے کیونکہ کسی مفہوم میں معارف بوجہ نجات  
سر ہلایا جاسکتا ہے۔ اور حدیث سے حضرات اسی مرتبہ کے بعد میں بھی ہوئے ہیں اور ہوتے

ہیں۔ اب رہا مواجہہ تو زندہ پر حجاب میں کہاں ہیں۔ بلکہ مرانسان کا لایسی نجاتیں دلا سکتے  
 ہا یہی نہ ہے۔ بزرگوں کے ملفوظات پڑھ کر ان کے کلمات طیبات کی مزا دلت سے جو رقت  
 و شرب دہن پیدا ہوتا ہو، یہی قسم میں داخل ہے۔ ایسے مواقع کو ملی کی وجہ سے اور  
 پوری مشعلات ربانی عربی نہایت سے قرآن پاک میں کو ہاتھ آتے ہیں۔ اور اگر کسی کو  
 قرآن کریم تو زندہ ہی تو نہیں اللہ۔

(۸) قول حضرت ابو تراب بخشی رضی اللہ عنہ

یہ حضرت صحیح میں اکبیرے قدرتی تیغ ہر دہم سے شہید ہوئے۔ اعمال میں روزگار کے  
 یعنی حق تعالیٰ عنایت سے۔ ہانی کو بزرگوار اللہ مخلص ہوا، سب تا کہ وہ سن اپنے زمانہ  
 والے دوس کو خبر دیکر اس ورسیہ حکم کی تعمیل کریں۔ اس سے اصحاب شریعت نے خیال  
 کرنا چاہتے بلکہ یہ کہ روایاتی کچھ بھی احکام شریعت کی مدافعت کے لئے ہوتی ہے۔ یا کسی  
 حدیث کے خلاف کہنے کے لئے ایسے نہایت خاص ہوئے ہیں۔ یا غلط فہمی مطلب آیات قرآنی  
 کی تحت مد نظر ہوتی ہے۔ لہذا عدم مفر دلت ملفوظات یا اس کے نفرت سے، اس نعمت سے محرومی  
 ہو جائے گی۔ اور اگر وہ ملفوظات میں نہ لائے جاویں گے تو سزاوارتہ والے بھی کچھ ہدایت  
 نہ پاسکیں گے۔ سورہ والعصر کی تفسیر کے حصار میں یہ تحریریں جی داخل ہوتا کہ فیض عشریہ کے  
 عدم حصول کا خسارن لاحق نہ ہو۔ اسی کی تکمیل کے لئے کسی شیخ عشر سے بیعت بھی لازمی ہے

(۹) قول حضرت حاتم امم رضی اللہ عنہ

جو شخص شب و روز میں عقیقہ لے  
 ساتویں حصہ قرآن مجید اور خیر  
 حکایات مشایخ کا پڑھنا اپنے اوپر لازم نہ کرے وہ اپنے دین و ایمان کو سلامتی کے ساتھ گما  
 نہیں رکھ سکتا۔

آہ مشائخ کی متعلقہ حکایات کو داخل و طائف کرنے کا یہ ارشاد ہے۔ تو پھر اگر ملفوظات



نہ ہوں تو یہ حکایات کیسے دستیاب ہوں گی۔

کیا عجب ہی کہ اسی عدم مزاوت حکایاتِ مشائخ سے ایمانی کمزوریاں موجودہ زمانہ،  
حال موجود ہوئی ہوں۔

(۱۰) قول حضرت لنگر عالم جناب بابا فرید الدین <sup>زب سے سعادت</sup>  
گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ <sup>مرید کو جو کچھ پاتے</sup>  
<sup>پیر کی زبان سے</sup> سنئے اس کو لکھے

بقدر ہر حق سے حق تعالیٰ ثواب عبادت ہر سالہ اس کے نامہ اعمال میں ثبت فرما دیکھا  
اور جب کہ اس کی عین ہوگی۔

یہ کلمات طیبات صاف بتا رہے ہیں کہ ضرور ہر زمانہ میں مشائخ عظام اولیاتِ کرام  
پیرانِ ذولا احترام کو الہاماتِ ضروری خاص ایسے ہوتے ہیں جسے جن کی محفوظی ضروری ہی  
اور وہ بڑے کام کی چیز ہوں گی اور یہی کلمات بنیادِ ملفوظات کو بہت قوی کر رہے ہیں  
اتفاق سے انہیں کلمات کو پڑھ کر احقر مؤلف کو اپنے حضرت پیر و مرشد رضی اللہ عنہ کے اشارت  
یا د آئے۔ اور میں نے محفوظہ کی تیاری شروع کی ہے۔ حق تعالیٰ باحسن وجہ اختتام کو پہنچا دے۔

۱۱ حکم از پیشکاہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین لیاہ رضی اللہ عنہ

بنام حضرت امیر خسرو رضی اللہ عنہ محبوبِ حضرت محبوبِ الہی

می باید کہ کلماتِ مشائخ بسیار نظرداری

یعنی اے خسرو تم کو پڑھئے کہ کلماتِ مشائخ کا بہت مطالعہ کیا کرو۔ آہ ہر وقت دہر پاک

ان میں سے آجکل کے ایسے ایسے لوگ ہیں جن کے نام یہ حکم ہے۔ ان کلامات سے مطالعہ یعنی  
 کتاب صاف ادیبان کرم و دانشمندان کی وقعت واقعی معلوم ہو سکتی ہے۔ ان کلامات میں یہ  
 ہی شاعر ہی کہ میری باتوں کو معمولی نہ سمجھ کر و بکا ان کو یاد رکھ کر و دریکہ کیا کرو اور اس کا مطالعہ  
 کیا کرو۔ تاکہ مرحلات احکامی کو انتظامی سبب جس کی صاف اور سرخی عمل حضرت مولانا حسن سنجری  
 جمعہ اندلیز سے ظہور میں آئی یعنی موصوف نے اپنی طائفتی (فوائد بقیود) شریف تہذیب و یا  
 بس کو خود بخود سرکار نظام نے دیکھ ہی فرمایا۔ اور ہی طائفتی اس روش کی کہ کچھ ہی نمایہ  
 کچھ ہی زندہ۔ حضرت خسرو نے اس جمع شدہ موقوفہ پر خط لکھ دیا اور اپنی حمد تصنیفات سے  
 اس کے لئے کی آیتوں کی مگر یہ نہیں ہوا۔ جو موقوفہ وہی رہا۔ اب یہ کہ مولانا حسن سنجری  
 کو یہ نعمت کیسے ملی تو ان کی اس حاجت بنوریت بیت پر کی جاتی ہے کہ نظیر حالات حضرت  
 ادیبان کی وجہ بہت معرضہ اخلاقی میں نہ رہے۔

مسکین حسن می گویدت سے وقت مشائی و خورش  
 گرین زایش را نسیم در کار زایش را تن مرا

(۱۲) سرکار معنوی یعنی حضرت مولانا مولوی رومی شہید علیہ السلام کا

## اس بارہ میں صاف صاف فیصلہ

ذکر نیکو رفتہ دار و ثواب  
 در میان رومی رہا نہ عذاب  
 ترجمہ۔ ذکر نیکو رفتہ دار یعنی صاحبین جنہاں میں کے  
 ساتھ عالم سے گئے جن میں حضرات اولیاء شہداء و خصوصیت  
 عمل ہی قابل ثواب ہیں کہ اس تعظیم نیکو رفتہ دار میں خاتمہ بخیر ملے  
 جملہ حضرات شامل ہو سکتے ہیں۔



جیسے کو یاد کرو گے ویسے ہو جائے گے

چوں بنسکو رنگاں رسا ختم  
ہم نشینانِ بلا یک یا قسم  
ترجہ جیسے ہی کہ نیک رنگان کی یاد کی صحبت اختیار  
کی میں سے کیونکہ حضرات رنگان کے ساتھ در ختم سے سکا  
اُن کی یاد اُن کی محبت با فراولت بر رخ با اقبال مر  
وغیرہ اور کچھ مقصود نہیں ہو سکتا ہی۔ یا اُن کی روحوں کے  
لئے تحفہ تحفہ رس کرنا یا اُن کے کلمات کا مظاہرہ کرنا۔

ہر کہ را باشد محبت با خدا  
کے یاد اند واصل نش را جدا  
ترجہ۔ جس کو حق تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے۔  
وہ پہنچے ہوئے لوگوں کو خدا سے جدا نہیں بھیج سکتا ہے  
اور یہ معنی بھی دیکھتے ہیں کہ وہ محبت والا شخص اپنے آپ کو  
بھی محبوبانِ انہی سے جدا نہیں خیال کر سکتا ہے۔

ذکر ایشاں ذکر آں نیرداں بود  
یا دُنیکاں یا دِ آں سبھاں بود  
ترجہ۔ کاملوں کا ذکر میں ذکرِ آئی ہے۔  
اور اُن کی یاد وہی یادِ الہی ہے۔

## چلے فیصلہ ہو گیا

ایسے ہی ارشادات اور احکامات سے احقر مولف کو تحریر ہوئی۔  
اور اُس نے بحیثیت ماموریت اس ملفوظ کو ترتیب دیا جس میں بہت شرح اور بسط کے ساتھ  
بندہ گانِ عظام و نواوہ عالیہ حبیبتہ نظامیہ فخریہ سلیمانہ حافیہ سلمیہ حمیدیہ کے مناقب و پاک اذکار  
جمع کئے گئے۔ و از حضور سرور عالم فخر بنی آدم نبی مکرم تعیناک الاقدام منظر الاقام اسمک العظیم سرکار  
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت پیر و مرشد حضور قبلہ عالم جناب سیدنا  
مولانا حاجی حافظ خواجہ شاہ عبدالصمد صاحب نقوی مودودی سہروردی پھچوندوی رضی اللہ عنہ

تمام پیران حق مریدان اللہ علیہم السلام کے تفصیلی اذکار ہیں۔ جنہی دوست اجمال پر اکتفا نہیں کیا کریگا  
 ہے کہ یہ اس غلو میں بالکل نئی بات ہے۔ علاوہ ان میں حضرت ابی سیدۃ العنقا و ازواج مطہرات  
 کے نام و نسب کبار کی مناسبت میں۔ در مجلس میں شریف کا بھی مفصل ذکر ہے اور واقعات کریمہ بھی  
 وسیع ہیں جن کی جلدیں متحدہ ہیں۔

باب ۱۰ اس جلد میں اس دیباچہ کا شمار کر دیا جلی نیا انداز ہے۔ اس کی مختصر یہ عرض ہے  
 کہ حدیث مفوضات سے آگاہی ہو جاوے۔

تاکر مولا کتاب سے پہلے حضرت مولا کو کئی کئی صبیح میں بعد از صبح تکرار ذوق و شوق  
 سے لے کر غلو پیدا ہو جاوے اور نسبی متعہ کی نوبت آوے۔ یہاں تک کہ مولف کی روح  
 جی نہیں ہو جاوے، اور تمام مولا ہی حفظ تمام نسل کریں۔ اور بالآخر اس دیباچہ کو اس  
 وہ پڑن تم کیا جاتا ہے کہ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَالْخَيْرِ لَنَا بِالْخَيْرِ وَاجْعَلْ عَوَاقِبَ اَمْرِنَا بِالْخَيْرِ  
 بِبِرِّكَ الْخَيْرِ اَمَّا عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَادِرٌ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى اَعْلٰى خَلْفِهِ  
 سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَنَفِيعِنَا وَطَيِّبِ اَمْرِنَا مُحَمَّدٌ وَّ اٰلِهِ وَاصْحَابُهُ جَمِيعِينَ  
 بِرَحْمَتِكَ اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝

عاصی دین محمد عفی عنہ

۲۲ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ



هُوَ الْقَمَدُ

# خلاصہ حالِ سلی

ہست بسیار اہلِ نال از صوفیاں  
تا در است اہلِ مقام اندریساں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

شکر لانعدرو لا تحصى سرکارِ صمدیت کا کہ جس نے باوجود قل و قیل و نیل و تیریل حضراتِ نبیہ و  
علیہم السلام سے اپنی گنجائش بحال رکھی و راس و مراتب گنجائش میں بالخصوص سرکارِ رسالت مآب  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے مثل و یگانہ فرمایا۔ یعنی یک ہی تھا آخر ایک ہی ہو سکے رہا۔  
گردیکھنے میں حضور کی ضرورت تھی۔ مگر فی الاصل بالذات یا دوسرے صورتی کی صورت تھی۔  
یا صورتوں کی صورت تھی جس کو صورتوں نے صورت مانا۔ اور عارفوں نے عین صورت میں  
بے صورت جانا۔ بقول حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ

دو گوئے نمود بخوان دو دواں بندہ را در خوابہ خود محدوداں  
نے غلط گفتم کہ نائب بامنوب گرد و پنداری قبیح آید نہ خوب  
بلکہ اسی دوستی کا شبہ مٹانے کے لئے بالآخر بطور تاکید یہ آیت پاک نازل ہوئی کہ

الکفر بک ایک احزاب بن رہے تھے۔ وہاں پر اس حضرت  
 نے اذات پاک سے حب و پاک صافی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ موصوفت و مدح  
 نے باوجود سورتی تھی کے اپنی یہ سورتی واقعی کے زور سے اپنے ناموں یعنی حضرات اولیاء  
 کے ساتھ کیا گیت۔ ہاں یہ کہ یہ کہتا کی دیکھا ٹیٹ مصمت قابل ہر عی حضرت کے ہوجانی  
 نیت نہ اکت کے قرینہ میں ہاں اور نہ یہ ست نیچے نہیں آتے بقول سرکا معنوی  
 مولانا مولوی رومیؒ کہ

سبے سمجھیں و س دیش و روات      بلکہ اندر مشرب آب حیات  
 ہو واد بعدی و سہ باشد معنی      معنی چہ بودا و ستم سبے مدعی

اور ہزار ہا راجہ ن پیراں غلام اور شاخین کرام کا جن کے سراسر دوسرے کے جاری  
 رکھنے کا سہرا بندہ ہے کہ مہر و حین نے کی ہے وہی کسی طلب کے کا یہاں کرانے میں ہاں نہیں  
 کہ یہ ایک صریح افضل و اکرام مجبور بل کا ہاں حق مؤلف خاکسار و نشان  
 دین محمدؐ کے پیراں غلام منی نوادہ حبشیہ نظامیہ فخریہ سلیمانہ حافطہ کا ہی جھپور نے پہلے ہتر  
 مؤلف کو باوجود تحقیق بے علمی کے اپنے اپنے تفصیلی ادکا کی تو تین عطف فرمائی اُس کے بعد حب  
 مجھ میں اس مزاولت سے کچھ استعدا کی نہ مجھے میرے ہیں مقصود و مطلوب یعنی ذکر سلیمہ  
 کی طرف روانگی کی ہمت دی۔ ورنہ مجھ کو تیسرے وقت حضرات اولیاء اور باسحق و ص ذکر اسلیہ  
 کی نسبت ہو سکتی تھی جن کی اخترا اور کہان کا وہی جھپور نہیں تھا۔

مگر چون کہ بہت بندھا دی گئی ہے اس لئے جسیغہ المامور مجبور محض دوسرے حضرات مخلص  
 کے بھر دسوں پر ذکر پاک سلیمہ کی خدمت تسمیر کو میں نے جیسا لکھ پڑھ کر شروع کر دیا ہے  
 اور اپنی ظہارت کے لئے اولاً یہ بیت پڑھتے ہوں کہ:

ہزار بار شہید دین ز مشک و کلاب      ہنوز نام تو گفتن کمال ہے ادبیت  
 یعنی مشرب عشق

# ذکر معدنِ دو کرم - حضرت شیخ الشیوخ عالم جناب سیدنا ومولانا شاہ حافظ محمد اسلم خیر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ پر اور زادہ وجہ نشین و خلیفہ اعظم و اختر ازوار مطلق حضرت خداوند نعمت جناب  
خواجہ حافظ محمد علی صاحب قلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر آبادی کے تھے اور تعمیرِ خرقہ و غرار  
شریف وغیرہ و درون و زینت آستانہ و مدرس و مکتب شریف حضرت شیخ کے توکل کے ساتھ جناب  
حق تعالیٰ تکفل و ذمہ دار تھے۔ درجہ و مرتبہ قریب حضرت شیخ شہید پیرا لکی و اس کے  
لوازمات سے آزاد تھے۔

آپ شریعت کے پروردگار طریقت کے سردار - معرفت کے شہسوار حقیقت کے یار  
و جان شریعتان حقیق - رموز و انب و دقائق - پندیدہ غلایق - تارکِ ملائق - شیدائے کتمان  
صاحبِ عقول - عاشقوں کے دین و ایمان - عینِ بقا و ثواب و سیمایں - شایقِ مجاہدات - قایم  
مشاہدات - کریمِ انکسار - نفیسِ وحدت - ولیِ کمال - اپنی حقیقت سے وائل - محبت سے  
شغل - عشق و محبت حضرت شیخ میں کمال - نہایت صورت - فرشتہ خلعت - وارِ نزلت - عالی مرتبت  
صاحبِ تکلم - احادیثِ بکیر - استقامت گزیر - صبر و سکون و تقویٰ میں فضل تریں - ہاں حوال  
سراسر ہمہ صفت ابدال - عالمِ متحرک - تارکِ قیل و قال - بشریت کے حالوں سے بے حال - قطبِ اوقات  
فرد الہیت - غلاموں کی نگرانی میں نہایت غیور و سخت - محو مطلق - ذاتِ بخت میں غرق - از سر  
تہ پائونہ استغراق تھے - بوجہ صوفی صافی اور ابوابِ اوقات ہونے کے بصیرت و ترکِ انکلاف وضعِ ظاہری  
صوفیانہ لباس و جینہ و دستار و تسبیح و مصلے سجادہ و کچھ دامنہ و شجیت سے بالکل آزاد تھے۔  
وضعِ شریف آپ کی بے انتہا سادگی تھی اور باتِ حقیقت کلمہ و کلام میں بھی ایسی ہی آزادی تھی۔  
نقد و الفاظ و ترکِ التزم کی تدبیریں بعض نوموں پر آپ نے جید طالبانِ حافیوں کو بتلائی ہیں۔



جس آپ کی بیوی بھی مورت سے قبل انگشت کسی کو یقین نہیں ہو سکتا تھا۔ تھینچ چوٹ سال تک آپ نے خدمت ہی کی۔ تہذیب و فقیہہ موقوفہ بقعہ شیر خیر آباد شریف کو ایسی روشِ خودماند سے نبی مرید جس کی کوئی نیکوئی نہ پہنچ سکتی تھی۔ یہاں تک کہ کبھی کسی ناواقف نے ابتداء آپ کے دربار سے شرف ہو کر نہایت سادگی کی وجہ سے آپ کو صاحبِ سجادہ غنی نہیں کیا جب لوگوں نے بتایا کہ آپ اس کو دعوت دے رہے ہیں۔ آہ آستہ کی نیچے درجہ کی خدمات مثلاً منافی نہائی مسجد و قسطنطنیہ استنبول وغیرہ جس کو غرض شریف کے مہمان اپنے ناک تھوک سے گندہ کراتے تھے ہمیشہ آپ نے اپنے سے مخصوص رکھیں۔ ہمارا ایک رُعبیت ہمیشہ آپ کا شیوہ تھا۔ مگر باوجود اس کے یہ ہمیشہ درجہ برت آپ میں تھا کہ بڑے بڑے مامور زمانہ آپ کو دیکھ کر ہڑبائے سقے۔ اور ہلکی سی مثال سے دق آجاتی تھی کہ :

ہمیت حق است این از خلق نیست

ہمیتِ این مرد صاحبِ خلق نیست

باوجود کہ یہ وضع قطع طرز و روش آپ کی بالکل ہمیت ناک نہیں تھی جس کو ماشاء اللہ اہلکار

خودداری سجادگی کا بھی علم نہیں تھا۔ دین محمدی عنہ - ۲۵ / ذی الحجہ شریف ۱۲۲۲ھ

آپ کو جنبہ و سی ہی خلافتِ حافلِ سرکارِ حافل سے حاصل تھی جیسی سرکارِ حافل کو دربارِ سلیمانی سے حاصل تھی اس لئے خاوند و کاکر ذکر ضروری نہیں ہی۔ اور آپ چوں کہ حضرت غریب نواز حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ اپنے شیخ معظم کے برادر زادہ ہیں اس لئے شجرہ نسب خاندانی کی بھی مکرر تحریر کی حاجت نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور مکرر بطور قند مکرر تحریر کیا جاتا ہے کہ آپ حضرت غوثِ اقصیٰ محبوبِ بچانی جناب محمد محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد و امجاد ہیں۔

## سماع

آپ ص حبِ ذوق و شوقِ سماع تھے اور بجا لیتے سماع نہایت اعتدال کے ساتھ متغیر بھی ہوتے تھے۔ اور معتد بہ رقم نقد معہ اشیاء و قوالوں کو عطا بھی فرماتے تھے۔ حالتِ گریہ اکثر طاری ہوتی تھی مگر کوئی غیر معتدل تحرک آپ کے کسی جسمی اعضاء سے کبھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ آپ کے ص حب سکون اور صاحبِ عالی مقام اور مافوقِ کمال اور صوفی ابولوقت ہونے کی دلیل ہے۔

کہ اس حال میں آپ فردا بحال اور بے مثال تھے جس کا سلوک برسوں محافلِ سماع میں اتنا کر جانے کی مصمم نیت کر کے شریک ہونے سے کیا جاتا ہی اور اُس پر بھی بڑی مشکاوت سے عقدہ کشائی ہوتی ہے۔ کیوں کہ سماع میں تحرک اعضاء باعثِ تخفیفِ ثقلِ ارذات ہے۔ قریب قریب ایسا ہی حال حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا ہے جو آپ کے جہادِ علی ہیں اُس خاص مجلسِ سماع کا متحقق ہوا ہی جو بطور دعوت حضرت خواجہ خواجگان رضی اللہ عنہ منصف ہوئی ہے۔ اور حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شائقِ سماع نہیں تھے۔ مگر ایک مرتبہ اُن کو اتفاقِ سماع سننے کا ہو گیا تھا تو ممدوح کے اعضاء جسمی میں بھی تحرک نہیں ہوا تھا جس کو حضرت امامِ عالی مقام نے تعجباً نہ نظر سے دیکھا تھا حالانکہ وہ سہلی کا بیٹھنوں روزانہ تھا۔ اس سے آپ کی قوی الاستعدادی سمجھ و ادروں کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ اسی لئے آپ کے حضرت شیخِ معظم و مکرم نے آپ کی قوی الاستعدادی کو سراہا ہے۔ آداس حال کی تفسیر کے بعد حق مولا میں جو شہ عرضِ حال پیدا ہوا۔ اُس کو دعائیہ لہجہ میں یوں عرض کیا جاتا ہے کہ:

اسلمت سلیم را بہمناسا تو زود

از تو بخیرا ہم شہا بس یاد بود

کہ یہ حال آپ کا اپنے نادار ہونے کی وجہ سے آپ کے لئے پاک گوشتِ قدس صفت استثناء ہو گیا تھا۔ یہ قول سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے حال کو چھپا دے اُس کو کون جان سکتا ہے

یاد ہر کر سکتا ہے۔ یہ مثال اویسا کی تحت قبائلی کی ایک نازک مثال ہے۔

## دوسری صفت امتار

آپ زیر جب اساتذہ اور متقدمین کی بذبہ رونق افزا ہوتی تھی تو آپ ان پچھلے بزرگوں کے کارناموں سے خواہ ان کی ذہنی مقدمات استغاثت کر کے لگتے تھے تاہم ان کا وہ اثر کہ یہ دوسرا دوسرا ہنس و قہقہہ سے اذکار آپ یا کسی کی تحریک سے فراتے تھے اور بعض اوقات یہ کسی بیرونی تحریک یا کسی بیرونی مہتمم یا سکون کے لئے مثالاً عرض بیان میں آتے تھے کہ ان اذکار میں ذہنی سیمنی کو اکثریت حاصل تھی آہ فی الازل یہ اپنا حال ہوتا تھا مگر وہ سب کو کچھ اور سمجھتے تھے۔ یہ وہی تمام چیزیں ہیں کہ ریت حضرت مولانا مہنوی رضی اللہ عنہ نے یوں فرمائی ہے کہ

خوش تر آن باشد کہ سر و لہراں

گفتہ آید در حدیث دیگران

یہی تو وجہ ہیں کہ آپ کا صحیح عذر آپ کی عین موجودیت ماسوئیت میں لوگوں کو کم ہوا اور

پہلور ہے۔ مثلاً کہ بعد از جنگ یا دیگر کچھ خود باید و

## خصوصیات اسلمی

جن سے آپ کی قوی الاستعدادی ظاہر ہوتی ہے یا جو آپ کے چھپنے چھپانے کے ذرائع تھے یا جن کے ذریعہ سے آپ کا بخاؤ بدست بچے جاتے تھے۔ یا وہ ترک ماسوائے کے معین تھے۔ یا ان کے توسط سے آپ جو عظیم خدائے سیچے یا وہ آپ کے لئے صفت امتار ہو گئے۔ جو اولاً ذات پاک حاقظی میں مکتم تھے۔ بعدہ آپ میں ان کا اظہار ہوا کہ اس اظہار کے لئے آپ کی ذات و اوصاف مخصوص تھی لہذا کوئی دوسرا محمد مسلم نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ اس کا پر مقصود ہرگز نہیں ہو



کہ آپ کو آپ کے اساتذہ پر فضیلت دی جاوے بلکہ خاص مطلب یہ ہے کہ آپ اور آپ کے ذکر کی قدر کی جائے اور اس خاص ذریعہ سے حق تعالیٰ راضی کیا جاوے بقول حضرت مولانا رضی اللہ عنہ  
 کہ ذکر نیکو رفتاریں دارد ثواب عاصیاں رانی رہا نذر عذاب  
 ذکر ایشان ذکر آں نزد اں بود یاد نیکان یاد آں سیحان بود

## اخفاء مجاہدہ

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ متحرین میں کوئی مجاہد نصیفہ جہاد کبیر کشی و درویشی مثل حضرت قدر قدرت غریب نواز جناب صاحب قلم محمد علی صاحب قبلہ نبی اللہ عنہ تیس مانا گیا ہے۔ گویا غریب نواز مہر شہ اپنے وقت کے حضرت بابا صاحب تھے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو مجاہدیت سے مشابہت حاصل کرتا ہے وہ بہ طالب کو مجاہدیت کی ترازو میں تول کر سہہ فرماتا ہے۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ آپ کی پسندیدہ بھی اول بذریعہ سموائی مجاہدیت سرکار حافض سلیمانی میں ہوئی ہے۔ نہ یہ کہ برادر زادگی کی وجہ سے آپ پسند کئے گئے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو خاندان نسبی حافضی میں کوئی اور بیٹا اس کی ملحق ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ کی ہمیشہ مجاہدہ چھپا کر کرنے کی عادت تھی جس پر مقتدین کو بھی پوری قدرت نہیں ہو سکتی ہے یہ جو دو چار مجاہدے آپ کے متعلقہ مابعد کی حکایات میں سر کتاب میں اشارت لکھے جاویں گے وہ اتفاقاً برسوں انجام وہی کے بعد کسی سلسلہ ذکر میں بے اختیار آپ کی زبان سے نکل کر شایع ہو کر معلوم ہو گئے ہیں یہ عشر عشر بھی نہیں ہیں۔ آپ نے بہت زیادہ مجاہدے کئے ہیں جو گل کے گل ہمیشہ معرض کتمان میں انجام پائے اور میدان اظہار میں نہیں آئے اور بہت دور بھی تک پوشیدہ ہیں جس کی وجہ خاص یہ ہے کہ ابتداً جو مجاہدوں کی شورش کا وقت تھا آپ زبیر علی طاہر حضرت شیخ نسبہ اور موجودگی حضرت شیخ میں آپ کی طرف لگا ہیں بالکل نہیں گئیں کہ جناب حافض محمد اسلم صاحب کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں کون سے شغل میں ہیں۔ اس لئے آغاز طلب کے کل مجاہدے اس طرح چھپ گئے۔ اب رہے مجاہدیت مابعد بھلا وہ کیا کہلتے۔ جب آپ چھپنے چھپانے کے خود

۱۰ ہرین فٹ وراستہ ۱۰ فٹ ہو گئے۔ لہذا یہ امر یقینی ہوا کہ آغاز میں اخفائے مجاہدات کسے لئے جناب بڑے صاحبِ قہر کی موجودگی آپ کے لئے بے پردہ کی پردہ وٹی ہو گئی کہ اس طرح کا کوئی ذریعہ اپنے مجاہدات کے زمانہ میں جناب حضرت بڑے صاحب قبلہ کو نہیں حاصل تھا بلکہ مکاروں کے مجاہدات تنہائی میں پردیسیوں میں انجام پائے اور کسی اوٹ کے نہ ہونے کی وجہ سے ہر شخص جو زندہ کی نگاہ آپ تک پہنچ گئی اور کچھ نہ کچھ اُس مجاہدہ کا علم ہو ہی گیا یعنی بڑے حضرت کے مجاہدے اکثر شہرت میں آ گئے ہیں اور آپ کے اکثر معروض خفایں ہیں۔ دیکھئے آپ بھی بڑے عظیم الشان مجاہد ہیں کہ اس ذکر کا اصل مقصود یہ ہے کہ چھپے ہوئے مجاہدے کر چہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں مگر بڑی نفست ہیں اور وہ نفست بعینہ آپ کو حاصل تھی آہ مجاہدوں کا عین وقت پر چھپنا یا چھپ جانا بڑا عظیم الشان کام ہے۔

میں یہ سرفرازی اپنی طرف سے نہیں لکھتا ہوں بلکہ کہی کہتا ہوں اور کبھی لکھتا ہوں کیوں کہ سی مضمون کو ایک ذات پاک و پاک مکان سے جو عرب و عجم گھوم آئے تھے۔ مگر کہیں اُن کو مثل جناب سیدنا حضرت عقیل محمد اسلم کے کوئی انسانِ کامل نہیں رہا۔ تب مدوح نے اسی مضمون اپنے روزنامہ میں لکھا تھا جس کی تہنیت مجھ احقر مولف نے کی ہے اور مفیس کی فرمودہ یہ بیت بھی ہے کہ

اور ایسی کہ جس پر دل قدا ہے      روش ایسی کہ علم مبتلا ہے  
یعنی اگلوں کی رعینیں کُسل کر و فرِ علانیہ میں آگئی ہیں مگر اہلِ مجاہدہ اب تک دفرِ خفیہ میں محفوظ ہیں۔ اللہ اعلم

گمن آنظر از دہم خلق تنہائی ست      و گرنہ پردہ خلوت صغیر سوائی ست

## کتمانِ کرامت

آپ ہمیشہ اپنی کرامتوں کو چھپا کر رکھتے تھے مگر یہ جو بعض کرامتیں آپ کی آئندہ

حکایتوں میں اسی کتاب میں لکھی جاویں گی اُن کا علم اکثر متعلقین سے حاصل کیا گیا ہے وہ آپ کے وصال شریف کی مدتوں بعد لکھی جا رہی ہیں۔ اگر آپ بقید حیات ہوتے تو ان کا لکھا جانا بھی پسند نہ فرماتے جن میں بہت بڑی کرامت آپ کی عالمگیر سرور سے کے تالاب ولی ہے جو دفعتاً آپ کی زبان مقدس سے تالاب کے پانی کی پاکی کی بابت جوشِ عداقت احکام شریعت چند کلمات کے نکل جانے سے واقع ہو گئی تھی اُن کو آپ نے بخوف نہ یافتی رجوعِ خلائق دعا کر کے اُس اثرِ آبی کو نہ مل کرایا۔ کیوں کہ آپ کے لئے یہ کیا کم کرامت تھی کہ مردہ دلوں کو ہر وقت زندہ کیا کرتے تھے اور اُس کی شہرت بھی نہیں ہونے پاتی تھی۔ بلکہ اُن کی دل ہی میں رہ جاتی تھی۔

## آپ کا بے مثل خیر

اپنے مجسمِ مظهر کوس اجسامِ نسواں سے بچانا اور بالکل بچا لجانا اور اُس کا نبھ جانا ایک بڑا رفیعِ اُشن چھائی توڑیے مثل مجاہدہ ہے۔ جس پر مہی ہے وہی خوب جانتا ہے۔ یہ آپ کو بفضلِ خصل ہو گیا اور مل گیا اور عطا ہو گیا جس کی تکمیل کی وجہ سے آپ اپنے وقت کے محبوبِ الہی ہو گئے۔ یعنی سنتِ نظمی متاخرین کے نظر رہ کے لئے چھ سات سو برس کے بعد ایک ذاتِ افضل امتِ خیرین میں رونق افروز ہو گئے جس کو عالم نے دیکھ لیا۔ اب رہی منکحت اور عدمِ مناکحت کی بحث وہ مولوی صاحبان کو مبارک ہم تو اس پر قدا ہیں کہ عدمِ مناکحت کی وجہ سے آپ بہت سے عوارض میں مبتلا ہوئے۔ مگر اُس ادا کو آپ نے چھوڑنا گوارا فرمایا۔ جو آپ کی حقیقت آپ کے لئے پسند کر چکی تھی۔

واہ ری استقامت سبحان اللہ

مقیّدانِ تو ان ذکرِ غیرِ خاموش اند  
بخاطرے کہ توئی دیگرانِ فراموش اند



آہ جب کوئی آپ کو اس بارہ میں زیادہ چھیڑتا تھا اور بڑے حضرت کا حوالہ دیتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ کیا میں حضرت صاحب کی برابر ہوں جو نہایت کھت کے لئے مجھے مجبور کرتے ہو یہ آپ نے اپنے کم ہونے کا عمل فرما کر اپنے حضرت شیخ سے کہہ دئے کہ میں ثبوت دینا سبب کم تو سمجھی گئے ہیں لیکن کا عمل ثبوت دینا آپ ہی ایک حنہ ات کا کام ہے اگرچہ آپ بڑے کرم متاخرین سے بھی اس مجاہدہ کو انجام دیا ہی مگر آپ کی اس مجاہدہ کے سبب میں میں نے کچھ کیا ہے کہ نیل جانپاسوں سے بہ طور پاک و مبرا رہا ہے۔

میں نے مثل تو حسن بشر خوش بشرے نیست  
خوبی کہ تو داری صفا: درگرس نیست

## نفرت مخلوق

آپ کو م م مخلوق بالخصوص اس دنیا سے نفرت تھی۔ اگر آپ کے ذریعہ تقوٰی اللہ اس کی آبادی نہ ڈالی گئی ہوتی تو آپ کا پتہ بھی نہ پتا کہ آپ کیا ہوئے اور عشت الہی میں مبتلا ہو کر کہاں چلے گئے اور منصب شیخی اگر نہ پورا نہ ہوا ہوتا تو صحرانوردی کے شوق میں آپ غالباً پیری مریدی کی لین میں بھی قدم نہ دھرتے۔ تفویض خلافت کے وقت کا انکار اس کا شہد ہے۔ اور دوسری شہادت یہ ہے کہ اگر آپ منصب شیخی کے دل سے قائل ہوتے تو باوجود چھل ہونے ایک جلیل القدر منصب قطبیت کے آپ کے مریدوں کی تعداد اس قدر بڑھتی کہ شاہ آپ کے ہم عصر بزرگوں کو کوئی مرید ڈھونڈھے بھی نہ ملتا۔ اس معاملہ کی تفسیر کے لئے جرات کی گئی تاکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ نفرت رجوع خلائق کے لئے اس ذات کی خفیت سیل کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس کی طرف رجوعات کی جاتی ہے آہ اگر یہ کہا جاوے کہ ہدایت خلق بڑی چیز ہے اور اوجہ غرور رجوع ہونا چاہئے تو اس کا یہ جواب ہوگا کہ اہل دید کے اعتبار سے کوئی گمراہ کہاں ہی درجہ ہر شخص کی پیشانی کے باں اس کے رب کے ہاتھ میں ہیں اور تبلیغ رسالت تمام ہو چکی ہے۔ ہاں اگر کوئی ذات منجانب حق تعالیٰ ایسی ہدایت کے لئے مثل انبیاء علیہم السلام مجبور کی جاوے تو وہ

دوسری بات ہے۔ وہ حالت بھی مجبورانہ ہو گئی نہ کہ لطیف خاطر۔ کیوں کہ ہر حال میں رجوع الی اللہ کو رجوع خلائیق پر ترجیح ہے۔

## رؤسائے آپ کی نفرت

در سائے کہ آپ نے کسی بادشاہ نواب والی ملک کو مرید نہیں کیا اور نہ خود بطور خود اپنی عرف یا غرض سے آپ کسی سے ملے تو اس سے زیادہ اور کیا ثبوت بے تعلقی اور نفرت کا ہو سکتا ہے۔ اب رہا فقر رقم ہزر عرس حیدر آبادی جو فی زمانہ بند ہو گئی ہے اُس کے دوسرے دہوہ میں اس بابت آپ کا طرز عمل بہت سخت تھا جس کی بنیاد اب تک موجود ہیں۔ البتہ صرف تعلق رعیان دادوں شملع علی گڑھ آپ سے رہا ہی اور اب بھی ہی اُس کی وجہ اول حضرت مولانا شیخ سنی و ست حسین صاحب قیاد الشارعی سہسواتی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ رعیان دادوں میں بعض ذوات ایسی بھی تھیں اور ہیں جو باوجود تعلقات کے بے تعلق ہو سکتی تھیں ان کی تخصیص و اخذ کی وجہ سے آپ نے تعلق کیا تو وہ غروسی تھا کیوں کہ جہاں طالب صادق جس مشغلہ مقام میں ہو گا اُس کی جاذبہ کی وجہ سے مشبوب کا کھنچ کر جانا لازمی ہے جس کا ثبوت جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب کی ذات مقدس فی زمانہ کافی ہے رہی ہے۔ جن کی تعریف کے لئے یہ بیت بہت موزوں ہے۔

تواضع زگردن فرازان بخوست گداگر تواضع کنند خوئے اوست

بعض وہ پاک خصلتیں آپ کی جو نہایت مستحسن بھی تھیں اور

ملاست کا بھی کام دیتی تھیں

(۱) آپ بالعموم تحفہ تحائف تذکرہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ البتہ خاص مزار شریف پر

جو نہ ہوتی تھی اس کو منع بھی نہیں فرماتے تھے۔ مگر بعض اوقات کی قبولیت اپنی ذات نامہ کے لئے نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ وہ بالکل منصرف و انتہا مستی حضرت شیخ کے لئے ہوتے تھے اور اسی میں صرف بھی کی جاتی تھی جو آپ کی تفویض میں تھا جس کی ذمہ داری صاحبِ آستانہ پر تھی آپ اس سے بطور ذاتی سبک دوش تھے اس لئے آپ نہ لینے والوں اور لینے والوں دونوں میں تھے۔ اور یہ آپ کا کہل ہے کہ عین لینے میں بھی نہ لینے والوں میں رہتے تھے۔ کیوں کہ اسے قبول کردہ کو اپنے ذاتی منصرف میں نہیں لاتے تھے۔ دیکھیں تندرکنہ کو خوش کرنے کے لئے یہ نیت رد قبول فرماتے تھے۔ لوگ، فہم اس کو نہیں سمجھتے تھے نہ ایسی مستحسن فعل آپ کا ملاست کا کام دے جاتا تھا۔

آہ قبول کردہ کل مذکور کو شیرینی وغیرہ کی نعمت میں بدل کر تبرک بنا کر واپس کر دینے کی حکمت یہ آپ کا خاص جہاد تھا۔

(۲) آپ کی لغت یہ عظیم القیاس احکام و مثنوی پر بہت ناخوشی کا اظہار فرماتے تھے جس کی خاص وجہ شغف حب جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا۔ اور دوسری وجہ اولیٰ حقوق منصب شیخی تھی اور تیسری وجہ احکام شرعی کی پابندی مریدین اور متقیین سے مقصود تھی کیوں کہ یہ اول منزل سلوک کی ہے اگر کسی کی تکمیل نہ ہوئی تو اس نے کیا امید کر سکتی ہے چوتھی وجہ علم ظہری کے حقوق کی ادائیگی جو آپ کو تمامہ حاصل تھا کیوں کہ ہمارے خدا آپ فارغ التحصیل بھی تھے و مرید برآں نہایت اچھے حافظ قرآن بھی تھے مگر بکثرت ہی امور دنیا کی بھی کام دے جاتے تھے۔ کہ عام لوگ بلکہ اواقف طالبین متوفین بھی آپ کو محض (ملا) سمجھتے تھے۔

(۳) استغراق و محویت آپ میں بڑا زمانہ آخر بہت زیادہ تھا جس کی وجہ سے آپ لوگوں کو اور انبیاء ضروریہ کو نہیں پہچانتے تھے۔ اور بعد پہچاننے کے بھی پھر بھول جاتے تھے۔ اور جہتیں بھی اس دور میں آپ کو بھول جاتی تھیں۔ یہ آپ کی حالت بہت ارفع و راعلیٰ تھی۔ کیوں کہ اکثر آپ خلوت لی مع اللہ میں مشغول رہتے تھے۔ آہ اس وقت آپ خود اپنے



کو بھی نہیں پہچانتے تھے۔ کہ یہی اپنا اور ماسوا کا نہ پہچانتا بخیرہ ذات بخت کی فنا اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا اسی عالم میں دیدار ہے مگر یہی حال آپ کا لوگوں کے لئے ملامت بھی ہو جاتا تھا کہ لوگ سمجھتے تھے کہ آپ کو بہت زیادہ نسیان ہے اور اپنے چھپانے کے لئے آپ خود بھی اُس حالت کو نسیان ہی ظاہر فرماتے تھے۔ اور اس ظہار کے لئے مجبوری بھی تھی جس کا اشارہ حضرت مولانا مے معنوی اس طرح فرماتے ہیں کہ:

چوں کہ باکو دک سر و کارم فتاد  
پس نہ بان کو دکاں باید کشاد

(۴) اور بصیرت ترک تکلف عام ہیں چال میں آپ بالعموم کلام فرماتے تھے یہ تجربی اور وضاحت بلاغت پر حجاب ڈالتا تھا تاکہ لوگ سمجھیں کہ علمی مہارت نہیں ہی مکمل ہے اور یہ خاص اس لئے تھا کہ عوام کو رجحان نہ ہو تاکہ متنگ مہ راہی مخلوق سے فراغت رہے۔ اور اصل دل خواہ حاصل رہے۔ واللہ خلوت و انجمن آپ کو بخوبی حاصل تھی۔ مگر چوں کہ آپ بہت باحیاس تھے اس لئے خلوت صوری کو ترجیح دیتے تھے۔

(۵) سادی و لسی وضع کی پوشش عبا قدیم و عجاوب و دستار و غیرہ کی عدم استعمالی وضع خاص صوفیانہ و رویش نہ نہ رکھنا۔ یا عالمانہ ٹھاٹھ نہ کرنا اظہار عجزیت و انکسار اور بیوری و کمزوری وضع کا اکثر اظہار فرمانا۔ طوم طراق صوفیانہ کو استعمال نہ کرنا اور ادا اور وظافت کی ستمی سے پابندی کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب اپنی نعمتوں و رویشی اور کمال کے چھپانے کے لئے تھا۔ یعنی فیصلہ آپ کو اپنے کمال کے چھپانے کے لئے کوئی نام شروع ملامت استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئی جس سے اساتذہ و مسبوقین نے بھی فرصت نہیں پائی کیوں کہ اخفائے کمال کے لئے ایسا جائز ہے۔ یہ آپ کی بہت بڑی حکمت عارفانہ ہے۔ یہی توقی الہی استوارادی ہے جو لکھنے سے بھی نہیں چھپتی ہی۔

اور ان سب کو ملامت اختیاری اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی اصل منزل علمائے عالم

نے حضور کرنی تھی جس کی بہت کٹنا تھا اس بیت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ تاکہ بھائی نے بہن کے  
خداوند پر عشق کیا، یہی سبب تھی کہ وہ مست بہانہ بن گئی۔

۴۱۔ آپ کو ستم زاری خود پر مقدمہ ملی مع اللہ حاصل تھا۔ اُس سے اتفاق حاصل کرنے کے  
لئے دوسری قیادت کے لئے آپ نے کثرت سے لڑنے کے لئے رقمہ کے دور کو بھروسہ نہ کیا  
خیر رہا۔ مگر لوگ اس کو نہیں سمجھتے تھے۔ آپ خود بھی نہ ہی عشق پاری کا بھی سبب ہی  
موت کے لئے ہوا نہ ہے۔ العاقل تکفیر الاشارہ

دین محمد غنی رحمہ

۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

بہن! قیامت میں جہاں تو بہر قرار شفق زمرہ و جمال تو  
انوں پر ہوتی ہے تعجب نہ تو گن۔ نہ نامت۔ ابید طرہ و انداز۔ سب مثل فقیری و درویشی  
اس کی اصل و اصل قتل ہی نیست نہیں رہتی ہے۔

آہ گواہ مجھ دے تھے مگر آپ تہذیبی نہیں تھے۔ والدہ صاحبہ وریق روح صاحبہ و ربوہ زادگان  
اور ان کی اولاد کے متکفل تھے۔ اور ان کی متعلقہ تقریبات شادی و بیہ وغیرہ کے مصارف  
سب آپ کے ذمہ تھے۔ خورد و نوش و لباس پوشیدگی اور تقریبات قنادانی مشرقی و مغربی  
سے برتن جاتی تھیں۔ وہاں نوازی بلائے آن تھی۔ مگر نہیں معلوم مصارف کہاں سے ہوتے  
تھے۔ کیوں کہ مذکورہ فرقہ تو آپ قبول نہیں فرماتے تھے۔ سوال بھی کیا نہیں۔ فرقہ کبھی  
لیا نہیں اور بالآخر کسی کے مقروض تھے نہیں۔ مذکورہ متعلقہ مزار شریف اور عرس شریف کا  
حساب کتاب اور مصارف اور تحویداری کا کارخانہ بالکل غلط تھا۔ اُس سے آپ کے  
مصارف بچ کو کچھ واسطہ نہیں تھا۔ بعض مریدین مخصوصین کی تذکرہ مقبول بصورت دیگر تبرک وغیرہ  
بنا کر بصورت اشیاء واپس ہو جاتی تھیں۔

آپ کی معافی اراضی موقوفہ کھیری کی آمدنی دوسرے برادران یک جہدی کے حوالہ تھی اُس  
کا بہت زیادہ سرمایہ جو آپ کو اہل خاندان سے ملا اُس سے نصف موقوفہ زمین پر خرید فرما کر آپ نے

وقت درگاہ فرما دیا۔ بقیہ کی تعداد معلوم اور وہ بھی دوسروں کے ہاتھ میں ملی ملی تھی۔  
 ہر حال کوئی ذریعہ معقول آپ کی لمبہ اوقات کا معلوم نہیں ہوتا ہے اور نہ کوئی ہستی کسی  
 خفیہ متکفل کی تحقیق ہوتی ہے۔ اور کوئی ذوق کیسا سازی کبھی جناب کی بابت تحقیق نہیں ہوا جو کسی  
 طرح چھپ نہیں سکتا ہے اور نہ کبھی اس کا مشغلہ یا بات چیت آپ کی سرکار میں سنی گئی اور نہ کسی  
 ذہینہ کے وجود سے آپ کو چھو۔ تو اگر سمجھ دار لوگ ذی فہم عقلمند بخیرہ آپ کو حق تعالیٰ کا  
 خاص ہمان عقین کریں تو کسی طرح غلط نہیں ہے۔ اور ماشاء اللہ آپ اپنی کرامت کی کافی کھ  
 والے بھی نہیں تھے ورنہ کبھی نہ کبھی مٹی کے ڈھیلے کو چھو کر سونا کر کے کسی کو برائے فروخت  
 دیتے اور حال کھل جاتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خود آپ کا متکفل تھا اور درلے طور عقل اور ذوق  
 اسباب اس کی کفالت تھی۔

زبے کار و بار سرکارِ اسلمی جن کے معاملات کے ادراک سے درگاہ اندر بے خبر کرتا ہے۔ تو پھر  
 کنہ ذاتِ اسلمی کے عرفان کا کون دعویٰ کر سکتا ہے۔ یہ سرکارِ اسلمی کا خاصہ حوالہ ہے۔ مریدانہ  
 تمنا تھیں وہاں نہیں ہیں۔ یہ کھلی ہوئی اسلمی معیار ہے ورنہ اس میں اپنے آپ کو تول دینے والے  
 بزرگ کے لئے احقر مولف اپنی دستِ ران کے قدموں پر رکھنے کے لئے تیار ہے اور ایسے  
 بزرگوں کے سفر کر جانے کے بعد قیام اس عام دنیا کا بے کار ہے۔

## قصیدہ مصنفہ احقر مؤلف

عبر و تقویٰ کمال استغراق	ذوق و شوق و محبت حشلاق
آں توکل کہ کس نہ بوسے برد	فقرِ اسم نمودہ از رزاق
رفیقِ دین احمدی شد او	بعد از رفت لطف قاشق
شد بیمار و تبہ شد گلزار	فرغِ بلب شدہ بدنیاطلاق
خواجہ عبدالصمد نہ کرد قرار	رفت در پی با غطراب فراق



دین - دنیا میرا ہے یا دحق مست

بہش دریا درفتگاں مشاق

دین محمد غنی غنہ

یہاں تک آپ کے حال و مناقب کا ضروری خلاصہ بتا اب آگے آپ کا کہنا دیکھائی  
اور دیگر حضرات مغزین مضمون میں مستمدین مریدین معتقدین کا بیات کیا ہوا حال ہے جو گو قول  
ہے مگر اسی میں سندیں حال بھی ہے۔ لہذا ہر تذکرہ اور حکایت سے سبق لینا چاہئے۔ اور  
اپنے حال کو اس حال کے موافق کرنا چاہئے۔ ناچیز مولف کو بہت جن معتقد فرایع سے وہ حالات  
مسلک ہوئے ہیں ان کا سرف و سرخی حوالہ بھی دیدیا گیا ہے۔ تاکہ وہم و تشکیک سے حضرات  
مستعد کنگان نفع رہیں۔ کیوں کہ براہ راست مجھے دربارِ اسلامی میں کوئی رسوخ نہیں مل سکا  
بلکہ میں غیبی ہوں۔ دین محمد غنی غنہ، سر ذوقی ایچہ شریف علیہ السلام جمعہ

## حلیہ مبارک الہی

زنگ گندم گون۔ دست زریا میاں۔ جوڑ سب دست و پا کے گٹھے ہوئے تھے۔  
مرقدس پر پاں نہ تھے۔ ریش مبارک گھنٹی نہ تھی مگر سنیہ کو چھپا لیتی تھی۔ پیشانی کشادہ تھی۔ چہرہ  
برک گول تھا۔ رخسار برک پر ایک مشق۔ بسم شریف اید و لکھتے تھے کہ وہ، فوق حصا تطہیر  
انداز و ناز و غمزه و حسن و ادبیں و شمس و الفخ و رخ آشنا ہیں  
اپنی خاطر میں کب آتی ہے گلستاں کی ہم نے سو گئی ہے گلے مل کے گریبان کی۔  
ف۔ احقر مولف نے حلیہ شریف کے معلوم کرنے کی جب بعض معظم عشاق اہلیہ سے درخواست  
کی تو میری رہ نہائی کے لئے متفقہ طور پر یہ بیت مرحمت ہوئی۔ اس لئے اہلی حلیہ شریف یہی ہے  
جو بیت مذکورہ آئندہ سے اخذ ہوتا ہے:

بنائے رخ کہ مطلع صبح صفاست این  
آئینہ جمال نمائے خداست این

(مناقب)

# ذکرِ اسلمی مستدرجہ مناقبِ حافیہ

## مکہ کیفیت مختصر بابت تعمیر خانقاہ و مسجد و مزار

اولاً بعد تعمیر تکفین حضرت شیخ الاسلام جناب غریب نواز حضرت بڑے منظرہ حب قبلہ رضی اللہ عنہ تراغات متعلق خلافت سرکار اسلمی پڑے، اور بحسن و خوبی طے ہوئے اُس کے بعد توجہ اسلمی بابت تعمیر مزار مقدس حضرت شیخ مہذول ہوئی۔ جگہ تنگ تھی گرد کے مکانات خرید کئے گئے اور جگہ کو وسعت دی گئی۔ اور چھپر کا مزار مقدس اور مسجد دونوں بنائے گئے اور عرصہ تک یہی خس پونہی بچل رہی۔ کیوں کہ سوائے توکل کے اور کوئی سامان نہیں تھا۔ بعدہ یا مداد مرزا فتح اللہ بیگ صاحب رئیس کن جو مرید جناب مولوی حسن الزماں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ سرکار اسلمی نے اولاً ۱۲۹۱ھ میں مسجد کو تختہ کرایا۔

فت۔ جس کی لطافت عمامتی بنی تعمیر کی لطافت ذاتی اور بے شلی صفائی کو دکھلا رہی ہے اور اخلاص معین کو فی البدیہہ تیار رہی ہے۔

مقبرہ

اُس کے بعد چنگی دیناری مزار شریف کی فکر شروع ہوئی اور ۱۲۹۶ھ میں اُس کی بنیاد ڈالی گئی جس کی تیاری بنیادی یہ ہے:

بختیم سالِ نیائے مزار      مردِ شے دگر گفتہ بے دردِ گد  
مگر دید بر قبر پاکش بنا      مزارے چو شکات نوبہ احد

۱۲۹۶ھ

فکرِ جدید

واہ انسان کامل کا روضہ

۱۲۹۶ھ

اور آہستہ آہستہ وقت فوقتاً اس کی تکمیل مختلف لوگوں کی امدادوں اور چندوں سے ہوئی جس میں  
سب سے زیادہ حلقہ امداد اہل اناجیہ آباد کا ہے۔ چونکہ یہ گنبد شریف اور مزار شریف کا  
غلام گردش کے بہت بڑی اور نہایت خوش منہج اور حسین عمریت ہے اس لئے باوجود کہ وہ  
اسلمی میں یہ بہ طور قابل استعمال تیار ہو گیا تھا۔ مگر کچھ ہندو اور پری غلام گردش کے پڑے کا تکیہ  
باقی ہے اور تکمیل کتاب مذکور قبیلہ شریف کے وقت بھی اس میں سلسلہ بقیہ باقی تھا۔

بمعدہ و بعدہ سے باقی نہیں ہوئی تھی۔ مگر چہرہ اس بقیہ کی برکت سے بہت سی اور عمارتیں شریف  
خانقاہ وغیرہ کے بنوا دی ہیں مگر پھر بھی وہ باقی ہی ہیں تاکہ کہ مزار مقدس اسی چہرہ  
مزار شریف کی بنیاد تمام عمارتوں کی بنیاد کا درختم نہیں ہوا۔ باوجود کہ اور ضرورت بڑھ گئی ہے  
وہ ہے کہ گنبد شریف کے بے حد حسن و جمال سے اپنے اوپر کبھی گردانی ہے اس کی دہشت  
گنبد شریف کے کنگڑوں میں صدمہ پہنچ گیا ہے جس کی درستگی کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ مزار  
نوبہ اسلمی اس مظلوم اور مظلوم خانقاہ کا فطریہ موقوفہ بقعہ خیر آباد کے بانی ہے۔ وہ ہاں  
نہیں تھا وہاں سب کچھ برپا و پیدا ہو چکا دیکھنے کی بڑی وجہ ہے۔ اسی لئے وابستہ گانہ سرکار  
اسلمی اور دو داوگات دربارہ فطری حضرت مولانا جانی علیہ رحمۃ کی غزل کی ایک بیت کہ  
میں بدل کر افرونی ذوق کے لئے سماعت فرمایا کرتے تھے جس کی صراحت ذیل میں ہے۔

کہ :- بقعہ خیر ماست گوشہ دیر لیس فی الکائنات ثانیہ

اور تجدید عالی یوں کی جاتی تھی کہ -

بقعہ خیر ماست خیر آباد لیس فی الکائنات ثانیہ

مدینے کا منظر خف کا سماں ہے یہاں جلوہ فرما محمد علی

اب یہ امر قابل غور ہے کہ بعد وصال حضرت غریب نواز حضرت بڑے صاحب قلم صاحب قلم  
پچیس سال تک برابر مسجدیں پوش ہی میں نماز پڑھتے تھے۔ درمیں سال تک برابر مزار شریف  
خس پوش ہی رہا۔ باوجود کہ حضرت غریب نواز حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ شیعہ ہندوستان سے



اُس کے بعد اس ٹھاٹھ کی نسبت آئی ہی جو موجود تھا اور موجود ہی۔ اس کی خاص وجہ مسر کا کہ اسلی  
کا ستغنا، توکل، دل جمعی، تمکین، استعانت، بغیر کی کرامت، عدم سوالی، واجبتاب از صورت  
سوالی و شغلی، عالی اور بالکل رضا و تسلیم و مشیت پر قیام رہنا ہی۔ اور احقر مولف کے نزدیک اگر  
حقیقت حقہ خود لوگوں کے دلوں میں فوق ساری فرائض پیدا فرماتی تو آپ کو چھپری میں قید  
کر دیتے میں ضرر نہ ہوتا۔ اور شادان و فرحان رہتے۔ اور اس مصرعہ پر اظہار ذوق فرمایا کرتے کہ  
بتان ماہ دش تجری ہوئی منزل میں رہتی ہیں

آہ سرکار اسلی فقیر بھری سے آراستہ تھی جن کا ذاتی عرفان بہت مشکل تھا آپ بہت زیادہ غیور  
تھے کیا مجاہد تھے کہ آپ کے آستانہ فقر پر پرندہ پر بھی رہ جاتا۔ آپ اپنے ہونے میں ہونے سے  
سرفراز تھے۔

عجیب غریب یا سایہ پے سایہ آپ کی ذات پاک تھی  
بقول حضرت مولانا

چوں فناش از فقر پیرایہ شود      او محمد وارے سایہ شود  
مگر جب خانقاہ و مزار شریف مسجد وغیرہ کی عمارتیں تیار ہو گئیں تو آپ اُس سے خوش ہوتے  
تھے اور ذوق لیتے تھے۔ در اظہار شکوہ بیت فرماتے تھے۔ کیوں کہ وہ فی الہل ساختہ حق تعالیٰ  
تھیں اور ان کی بنیاد مشیت شغنی و عاطفی کے موافق تھی۔ لہذا ان پر اظہار ذوق ضروری تھا گو وہ  
خود آپ ہی کے پاک ہاتھوں سے بنی جاتی ہیں۔ مگر چون کہ ان کی تعمیر میں خدا آپ راہ کتہہ نہیں تھے  
یعنی آپ کی بیئے اختیار ہی میں اختیار کئی متصرف تھا۔ اور حضرت بے صورتی ان صورتوں کو بنا  
دی تھی اسی لئے آپ اُس صورتی تجسوس کے ذوق و شوق میں داد دیتے تھے کیوں کہ آپ ان تعمیر  
کو اپنے آپ سے نہیں دیکھتے تھے بلکہ عین شبہ میں تمیز پاک کو ملاحظہ فرما کر یوں فرماتے تھے کہ

ما رمیت اذ رمیت احمد بد است      دیدن امد دیدن خالق شد است  
بیکر۔ بت میں بھی تر ایا رب بلکہ نظر آتا ہی      بتیانہ کے پردہ میں کعبہ نظر آتا ہی

دیگر مشوق بساں شدہ تباہ و آہنیں یا دوا کفرش بہاں ایاں شدہ تباہ و آہنیں یا دوا  
دیگر سبہ تباہت یا راسخسیرین خاک اودر دیدہ من حق منشا

یہ خوب یاد رکھنے کی بات ہے کہ اہل دنیا کی بنائی ہوئی عمارتوں اور خالق ہوں اور انسان  
کامل کی بنائی ہوئی عمارتوں مسجدوں مزاروں خالق ہوں میں بڑا فرق ہے۔ اول الذکر میں حق  
بتوسط زود فرما ہے اور ثانی میں حق تعالیٰ بلا واسطہ مرید ہوتا ہے۔ مزار اخیر قرآنی و  
کی بن خالقہ کو یک یہ خاص خصوصیت حاصل ہے کہ اس کی تعمیری جود اخروی ایک زمانہ دراز  
کے ملکوت و عیسیٰ درضا اوستیہ و توکل علی اللہ کے امتحان کے بعد ایک مستند انسان کامل کے ہاتھوں  
سے ہوئی ہے جو آخری مومن نماز کو پس فرما چکے تھے مگر حق تعالیٰ نے یہ تکمیل امتحان اس کو نامور  
فرمایا اور اس ذات پاک نے بصیغہ موریست اس عظیم نفاذ کو تعمیر فرمایا۔ پھر کیوں اس پاک  
عمارت کا ہر جزو و قیل تقظیم و کرم نہ ہوگا۔ یہی تو بات ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکر رضی اللہ عنہ  
تقویٰ مزار شریف حضرت قطب لاقطب رضی اللہ عنہ کے بلند کرنے کے لئے دس پانچ ڈیڑھ سال  
کی بھر بھر اپنا سر پہ مالا کر ڈالیں تھیں تاکہ آپ کی اس کی بندی میں شرکت ہو جاوے اور  
وہ مقدس چہرہ ترہ محض نقصوں اہل دنیا کا بنایا نہ رہے۔

اب یہ نفس عمارت و اکن مقدسہ عمارت کی توقیر و تقظیم اس کے لئے صرف یہ اشارہ کافی  
ہے کہ کوہ طور سے جو پہاڑ تھا اس کو جب تجلی نور سی سر فراز کیا گیا تو اس نے اپنے آپ کو قربان  
کر کے پھونک کر جا کر اپنی قبولیت کو دکھلایا دیا اور پھر بھی گرجا و عبادت کو بالکل ادنیٰ سمجھا جا کر  
توخت تعجب کی بات ہے اور بالخصوص نیرنگوں کے مقلد اور دیواروں گنبد شریفوں کی بے ادبی  
کی جاوے اور ان کا توڑنا سہار کرنا اہل اسلام تباہ و آہنیں یا دوا اور اس کی وحشیانہ عظمت  
کرنے والوں کو قبیہ پرست اور قبیہ دوست لقب دیا جاوے۔ تو ایسے لوگوں کو اگر اسلام کا  
بیچ کن یا قبیہ دشمن کہا جاوے تو کچھ بے جا نہیں ہے۔ مگر یہ خوب واضح رہے کہ اول گناہ  
اور دلیری و گستاخی جو واقع ہوئی ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس کا باوجود حکم

سجدہ نہ کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے اور کچھ نہیں تھی کہ عمارت جیسی آدم علیہ السلام سے شیطان کو کئی نفرت تھی کہ وہی نفرت اس کی تذلیل کا سبب ہوئی ہے۔ لہذا دشمنان قبلہ جانتے بزرگان کو سمجھا دینا چاہئے کہ آہستہ خرام بلکہ مخرام اب رہی نہ اس تعمیر مزار اقدس اہلیہ کی کسی قدر تعمیل تعمیر اس کی وجہ باطنی یہ ہی ظاہری خواہ کچھ بھی ہو کہ گنبد دلے و اماں اہلی مزار شریف بے گنبد دیکھا نہیں جاسکا۔ یا یہ کہ دلدادگان اہلی کے جسموں کو بلا دید جب مت مزار اہلی صبر و سکون نہیں ہو سکا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت بڑے جلیل صاحب قبلہ جس چیز کو بہت نازک کر کے نزاکت میں لے گئے تھے جس کے وہ شاید بھی تھے اسی کو سرکار اہلی نیچے آ کر لائے اور اس کے نگواری بھی نہ ہوا۔ تو پھر آپ کا مزار شریف جدی کیوں نہ بنتا۔ میں تو وجہ سبب اہلی ہٹی کے سرشار کو اس مصرع پر زیادہ ذوق ہوتا ہے کہ:

اڑا و چل کے گلچسپے کہ فصل بہار آئی  
ریاض حشیت ہی پھول مہینہ حشیت ہی کا  
بہر حال سلسلہ خاندان اہلی جانشینی خیر ہے اس کا صحیح عزون انھیں کہ ہو سکتا ہے جو اس سے وابستہ ہیں۔

ہوا ہے حق الیقین یہ مجھ کو ہمارے مگر بار تم پر  
اٹھ کے دیکھو تو آئینہ کو یہ کس کا جلوہ ہی آج تم پر  
نشانی انگلیں نگہ میں جا دو یہ کیسا عالم ہی بخود ہی کا  
فلک پر ہو سچے جو خزانہ اس تو آئی آواز لا مکان سے  
تمہارا دامن نہ پکڑیں کیوں کہ تمہیں ہو مولا ہر عالم  
ندیم و محرم شفیق و ہمد خدا کے پیائے حبیب اکرم  
خدا تعالیٰ ان دونوں سرکاروں کے جلووں کو قیامت تک روشن رکھے۔ آمین

چوں کہ احقر مولف کو اس زریعہ غالی قرار میں بحیثیت طفلی بہر ملا ہی۔ اس لئے میں نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی ہے کہ مدح سطرخی اہلی میں اپنی عمر تمام کر دوں اور ان کے مناقب لکھوں



یہ بیان کہ وہ کیونکر وہ بھی تکسیر نہیں آئے تھے۔

رشتہ میں بدشگونی و تشبیہ و تلمیح نہ بکھر جائے سہمی میں غولہ لگاؤں گے اور اپنی متعدد دس کے  
میر تقی میر نے ذی حضرت سے معارف کے موقی لانا کہ اس کی سعادت کو سرفرازوں پر  
تسلیہ میں رکھ دیا ہے یہ سہمی کو مدخلہ کراہ سہمی و سہمی طرح، اپنی ثابت آتش و مدد تو  
بناؤں گا۔ اور سہمی میں شرف و ست نعمت پائوں گے۔ اللہ عزوجل فرمادے

ذکر نکور فنگاں استانی است

غفلت از دست ہمہ حیوانی است

نہ لب سلمہ عشیہ جنب مولانا محمد ہادی علی نقی صاحب چشتی نقی شامی فخری سیانی نقی

مدظلہ العالی۔

تحریر کردہ جناب صاحب زادہ سید شریف محمدین صاحب خیر آبادی حیدر آبادی نمبر ۲۰ وہ حضرة  
شیخ الشیوخ مدظلہ جناب خوجہ تھانوی محمد اسلم صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ

جو اندر ماہ ذیقعدہ شریف ۱۲۲۲ھ تحریر ہو کر انقر مولف کو آستانہ عالیہ پر محنت ہوئی۔

حضرت شیخ الاسلام صاحب قبلہ (یعنی

حضرت شیخ الاسلام صاحب قبلہ (یعنی جناب بڑے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ)

قدس سرہ کے مزاج میں اخفا بہت تھا۔

حضرت میاں صاحب (یعنی جناب چھوٹے حافظ محمد اسلم صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے اخفا کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔ چنانچہ مختصر حالات آپ کے من قبہ حافظہ میں بھی لکھ چکا ہوں۔

فت۔ مولانا ہادی علی خاں صاحب قبلہ کی یہ مندرجہ بالا تحریر یہ ہے جو قریب قریب ہر وقت کے

صاحب محبت ہیں تو جب مقربین کو اخفا کا اقبال ہی تو اخفا کی کوئی انتہا نہ رہی اور بالذات اخفا

اور کتمان دلیل و فور ایضاً عت فیضان ہی ایہ کہ حضرت شیخ الاسلام سے زیادہ آپ سے اخفا

میں زیادتی فرمائی تھی تو یہ بھی صحیح ہی کیوں کہ غفلت احوال میں اخفا کی کم ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے

لئے مجھ پر ایسی اخفا کا کام دے جاتا ہو مگر تفصیل کو چھپانے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہی اس لئے  
ذاتِ سہلی میں اخفا بڑھ گیا تھا۔ علاوہ اس کے پہلے لوگ حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے  
زبانِ زالی چچو اور قوی ال استعداد و رازناہ قابلِ اعتبار تھے۔ اور طلبِ اُن کی بشیرِ صدق ہوتی  
تھی اس لئے اُس وقت اخفا کی کم ضرورت تھی اور دورِ سہلی میں وہ حالت و گوں کی منتِ جن  
میں اخفا کی زیادہ ضرورت ہوتی۔ کل یوم بتر سے اس کی تحدیق ہوتی ہے۔ یہ کہ آپ  
میں بالکل اخفا ہی تھا تو یہ کیسے غیر دریاغاں سکھائی دے یہ کہ آپ فیضِ ربانی پر پورے اور  
سورہ برقی سبب سے سب سے افضل علیہ وچ شہین تھے۔ اخفا و بیادات سے اس کے نام ضرور  
تھا اُس کے خاص وچہ یہ تھے۔ (۱) یہ سے کھینچا گیا (۲) کوئی نہ مزہا بر سرِ شہین  
دیکھ کر کہیں گھیرا کہ جب نہ چھوڑے۔ (۳) نظر بند نہ کیا ہوا۔ (۴) اہلِ اس کویت کر  
نہیں نہ اٹھائے (۵) جہرِ نیک کردارین و فخرِ خفیہ میں رہیں ملائم میں نہ آئے پادین و غیرہ  
مروہ اس کے مجھ فقر و اس کے نزدیک ایک یہ بھی وجہ تھا سے بوجہ بدست کی ہی رہا آپ  
میں یہ فہمیت بفضلِ موجودہ تھی کہ بلا مجاہدات طالب کو کامیاب فرما سکتے تھے اور نہ ہر ہر کہ خود  
بہر سے بچا ہوا دکھانے سے اُس وقت کی ایک گونہ نفی ہوتی تھی اور طالبوں میں یہ بڑھتے کا  
خوف تھا۔ اس لئے آپ مجاہدات کے چھپانے میں سعی بیغ فرماتے تھے۔ مگر یہ بھی واضح رہا  
کہ ابتداً مجاہدہ آپ کی مشہدت کے لئے تھی۔ اور بعد کے مجاہدے یا اظہارِ مشکوریت کو کھو  
یا افزونی مراتب کے لئے تھی۔

## اخفا کے مجاہدات کی حکایت

مفتی محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب قبلہ  
رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ الغریہ کو اور سب لوگوں کو کھانا کھلا دیتے تھے  
اور خود اپنا کھانا بھی گھر سے لے آتے تھے۔ وہ کھانا مجھ کو کھلا دیتے تھے اُس کا علم نہ کسی کو باہر و

موت نہ گھرو لوں۔ آپ خود کچھ نہ کھاتے تھے اور جاڑہیں اپنی رشتائی مچھ کو اڑھ دیتے تھے خود کچھ اور کھاتے تھے۔ نہ سوئے تھے۔ اور رات بھر حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رہتے تھے پناہ خود میں رہا جب قبلت ایک دن تہذیب میں تھے مجھ سے فرمایا کہ ہم حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رہتے تھے جب حضرت اٹھتے تھے ہم فوراً اڑھیلے اور پانی اسٹے کو بکھودے تھے تھی۔ میں ایک رات کو میں سو گیا حضرت اٹھے اور چونکہ میں سو گیا تھا اپنے زانوؤں پر زور سے ہاتھ مارا میں اس سے خوش رہ گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ہماری طبیعت اچھی نہ تھی تو تیندلیت تھی۔ یہ فرما کر رو دیئے۔ اور فرمایا اس کا مدد اب تک مجھ کو ہو کہ میں کیوں سو گیا تھا۔ یہ مختصر حال آپ کی رہائش کا ہے۔

تھ۔ اس حکایت کی اصل حضرت روی سرکار سلمی کے پرچھائی ہیں۔ یہ بیت جامع اور پرمغز حکایت ہے اگر اسی پر عمل نشیب ہو جو دوسے تو میدان بھی بدھ طے ہونے کے لئے پوری کفایت ہے۔ قسمت قدم اور قسمت مندم اور قسمت مابہ الا احتیاج اور خدمت حضرت شیخ پوروں ضروری باتوں کی اس میں غفلت ہدایت ہے۔ سیرا اولیا شریف کے یہ کلمات ہیں کہ طاب لہ کہ خوش خورد خوش پوشد خوش حسپد و دعوی محبت خدا کند باطل باشد۔ یعنی جو طالب اچھا کھائے اور اچھا پہنے اور خوب آرام سے سووے اور محبت خدا کا دعوی کرے وہ دعوی اس کا باطل ہے۔ لہذا یہ حکایت اور یہ تذکرہ پورے طور پر صداقت طلب سلمی کی گواہی ہے۔ اور دوسرے طالبوں کو اپنا حال جاننے کے لئے یہی حکایت کسوتی ہے۔ اور جب یہ حکایت معرض بیان میں آگئی تو مجاہدہ کی حالت عین برتاوہ کے وقت ضرور چھپی رہی مگر راہ پسندیدہ سلمی کھل گئی اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ آپ کی قبولیت سرکار خانی میں صدق طلب اور مجاہدات سے ہوئی ہے اس پر آپ کی براورزا دلگی قند مکرر ہو گئی ہے۔

اب رہی فضیلت خدمت حضرت شیخ اس کا اجمال حکایت مندرجہ ذیل سے معلوم کر لیتا چاہئے تفصیل مندرجہ مذکور ہونگے کہ جناب رسالت اب صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوۃ



راحت میں خلل نہ واقع ہونے کے لئے جناب مولانا رنی اللہ عزہ نے نماز عصر کی قضا گوارا فرمائی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ بزورِ حاجی نہ یا کر امت وہ قضا و ابراہادی گئی۔ اسی واقعہ سے مرشدوں کی ذاتی عظیم کی تینج نکلتی ہے۔ کاش لوگ ان معاملات کو سمجھتے اور معصوم کرتے اور اپنے کے معاملہ نیچے لاتے اور نیچے کو اونچے کر سنا اور یہ چو خیاں کیا جاتا ہے کہ سحر نشینی وغیرہ سے بچہ مکمل ہو سکتا ہے اُس کا بھنڈ بھی اس تذکرہ سے ضعیف ہو رہا ہے کیوں کہ یہ جامع مجاہدہ گھر پر آبادی کے اندر سب کے سامنے اور مجمع میں سرکارِ اعلیٰ نے برتا ہے جس کے ساتھ مقدم مجاہدہ یعنی خدمت حضرت شیخ بھی ہوتی جاتی تھی۔

برائش گبریاں پٹیاں راضی شود۔ کی یہ کارروائی ہے یعنی جب برسوں اپنے نفس کو بالکل کھانا نہیں دیا گیا تب وہ تقیل طعم پر راضی ہو گیا اور آخر کار حضرت مجاہد صاحب مقام تقیل طعم ہو گئے۔ جس کی بابہ پیرانِ حشمت صرف ہفتہ عشرہ کافی بتلاتے ہیں۔ اور ہر طالب کو بلا آب و دانہ رکھتے ہیں۔

اور اسی طرح آپ نے اپنے نفس کو جب برسوں بالکل سونے میں دیا تب تقیل منام کی صاحب مقامی آپ کو مل گئی۔ یا یہ کہئے کہ بیدار ولی دایم کے آپ صاحب ہو گئے۔ لاگ کی آگ کسی طرح بجھائی نہ گئی۔ آئیکھ جس دن سے لگی آنکھ لگائی نہ گئی۔

اور اسی طور سے اپنے آپ کو احتیاج مایہ الاحتیاج سے نکالا یعنی برسوں جاڑے میں آپ ضروری چیز رضائی کے تارک رہے۔ لیجئے ضروری اشیاء کے ترک کا مقصد بھی آپ کو مل گیا اور یہ سب کیوں آپ نے گوارا فرمایا یعنی مقصود اعلیٰ اس کا کیا تھا تو صاف جواب یہ نکلتا ہے کہ یہ کل کی کل خدمت حضرت مرشد کے لئے تھی۔ پس جب حضرت پیر مرشد کی خدمت کے لئے ان لوازمات کی ضرورت ہے تو بندت حق تعالیٰ اور سرکارِ رسالت مآب کے لئے کیوں ان لوازمات کی ضرورت نہ ہوگی۔ جس کو یہ حکم صاف کر رہا ہے کہ جو شخص انسان کا شکر نہیں کر سکتا ہے وہ حق تعالیٰ سے اُس کو یعنی نفس کو جب بارہائے کے لئے پکڑو تب بخار پر راضی ہوتا ہے۔



سرکار رسالت آہستہ آہستہ حیدر لاہوت ہو جاتا ہے۔ بہر حال سوائے ذریعہ خدمت حضرت شیخ کی رسیدگی محال ہے۔ فی نہایت چوں کہ اس سلسلہ کی سادہ خدمت نہیں کی جاتی ہے اس لئے رسیدگی منقوض ہوتی چلی پاتی ہے۔ حضرت شیخ کو اختیار ہے کہ وہ خدمت ناموقی یا اور کسی خدمت سے مرید کو معاف کرے دوسری حالتوں میں ہمیشہ ناموقی خدمات کی بنیاد ہی سے شروع ہوتی ہے اور انسانی زمانہ یہ دستور ہے کہ مرید ہونے کے ساتھ ہی اور اذنیائے عمل طلب کئے جاتے ہیں اور وہ طالب کی ناموقی غیبی کی وجہ سے یہاں سے فائدہ کے نقصان کرتے ہیں۔ طالب کو پہلے اپنے جسمی امور درست کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ لوہے کو دھوپا کاٹنا ہے تو چرند حالیکہ اللہ تعالیٰ کے کوئی جسم نہیں ہے نہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں موجود ہیں تو پھر طالب کیا کرے۔ لہذا فطرت بھی خدمت انسان کامل کی ہدایت کر رہی ہے اور جنس جنس ہی کی طرف میل کرتی ہے۔ اسی فضل اور اسے خدمت کو یہ حکایت تعلیم فرما رہی ہے اب اس کا کرنا نہ کرنا اس کی ذمہ داری طالب مرید سالک پر ہے تبلیغ تمام ہوگئی اور فیض پہونچا دیا گیا۔

اس حکایت مبارک میں یہ فقرہ بڑا عاشقانہ اور معشوقانہ ناز و انداز سے بھرا ہوا ہے جو تعلقات یگانگیت باہم پر مرید بھی ظاہر کرتا ہے۔ اور غیرت دلاتی والا بھی ہے۔ کہ خلوت میں ہماری طبیعت اچھی نہ تھی تم کو غمیدہ کیسے آئی کہ یہ کلمات حضرت شیخ کی جانب سے طالب کو نہال کر دیتے والے ہیں کیوں کہ یہ کلمات یگانگیت طبیعت کی جوہیاں ہیں جو بہت اونچی منزل پر طالبوں کو یگانگیت روحی حاصل ہونے میں لوہے لگ جاتی ہیں۔ یہاں طبیعت ملائی جا رہی تھی معلوم ہوتا ہے کہ خلوت میں بھی حضرت بڑے حافظ صاحب قیلہ کو حقیقت اسلمی ہی سے متغیر رہتا تھا اس میں آپ کو سونے سے رنہ بڑا لہذا خلوت سے نکل آئے اور سونے پر معشوقانہ انداز سے معترض ہوئے۔ کیوں کہ مندرجہ ذیل عشق باندی میں سونے سے تفرقہ ڈالا اس کا خاکہ یہ ہے کہ الفت کا یہ مزہ ہی کہ دونوں ہوں بیکراہ دونوں طرف ہوا گبراہر لگی ہوئی



اب رہے سرکارِ اعلیٰ کے گریہ کے معارف وہ نہایت باریک ہیں کیوں کہ حضراتِ مشائخ کا  
 نہ رونا سمجھ میں آسکتا ہے نہ ہنسا مگر دالک جہاں تک تہلا سکتا ہو وہ یہ ہیں۔

میں بوقتِ دعا وارشادِ حق فیضِ جو آپ کو آنکھ لگا جانے سے غمِ عالم ہو اُس وقت سرکار  
 گریہ و رونا شکایت سے تھا یعنی اس میں آپ کو اپنے آپ سے شکایت تھی۔ اور  
 یہ رونا زمانہ صلوٰۃ کمال و خفاقتِ باری تھا اُس کے بعد حرمِ مہتابِ باریاں واقعہ پر گریہ کرنا  
 شکر یہ پر ہوگا۔ کہ اتنا کبر مجھے اسیت بیدردی کے مقام پر پہنچا نہ کہ اسے حضرت شیخ غلام  
 محض غیث سونے پر اعتراض فرمایا تھا۔

مگر یہ آخری گریہ ہو بعد بیان کرنے اصل واقعہ کے اس کماہت میں رہیں اور اگر چہ  
 سنے اسے واقعات بیان فرما کر گریہ فرمادیں۔ یہ گریہ زمانہ کمال شکر و شکایت سے اتفاق تھا۔  
 جس کے معنی رتِ شہادت مولانا رومیوں فرماتے ہیں کہ

چوں بگوید زار بے شکر و گلہ

افتد اندر ہفت گرد و غمضہ

آفرکار یہ تبصرہ تفسیر کر یہ پرستہ کیا جاتا ہے کیوں کہ توفیقِ باریہ وہاں کرنے کے لئے بھی گریہ  
 کی ضرورت ہے اور اگر وقتِ مجاہدہ گزر گیا ہو تو اُس کی حسرتیں بڑی تہذیب کی حاجت ہیں اور اگر باقی  
 کی حالت ہی تو ہے گریہ ہی سے رد و صحو کہ کام نکالا جاسکتا ہے۔ اُس ذاتِ پاک سے آخری حکمت  
 جس تعلیم فرمادی کہ اگر کچھ نہیں ہو سکتا ہے تو رونا اختیار کرو کہ یہ رونا ہم عاصیوں کی نجات اور سبوں  
 کے لئے ہوتا ہے آپ کے لئے۔

## فضیلتِ گریہ

بائنصرع باش تاشاواں شوی گریہ کن تاسیہ وہاں خداں شوی

کہ بدایرمی تہ نہ تاسیہ مجید اشک را و فضل با خون شہید

دین محمدی عنہ ۲۹ ذی الحجہ شریف ۱۳۴۳ھ یوم یک شنبہ

آپ کا ابتداء بیعت کرنا متل ہونا۔ شجر بن دستخط کرنے میں تامل کرنا

بعد بیعت کے بد یا سلوک بتانے میں لگنا۔ بعد ایں امور جاری ہو جانا

اختیار آپ میں اس قدر تھا کہ باوجودیکہ حضرت شیخ الاسلام نے آپ کو اجازت خذ بیعت کی دے دی تھی جس کا مفصل حال مناقب قادیہ میں مذکور ہو چکا ہے با این ہمہ آپ بیعت نہ لیتے تھے ایک مدت تک بعد حضرت شیخ الاسلام کے یہی حال رہا۔ میرے بڑے بھائی و قطعیہ الوداعہ صاحب مرحوم بن کو حضرت میں جب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیت کیا تھا۔ اور یہاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بعد حضرت شیخ الاسلام کے جب لکھنؤ تشریف لے جاتے تھے اُنہیں کے یہاں ٹھہرتے تھے۔ اُنہوں نے و قطعیہ شریف صاحب کو جو ہماری برادری میں تھے اور قرآن شریف اُنہیں یاد تھا۔ اُن کو آپ کی خدمت میں بیعت کے واسطے پیش کیا حضرت یہاں صاحب قبلہ نے حسب عادت فرمایا کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ بھائی صاحب نے عرض کیا کہ آپ کی لیاقت سے ہم کو کجبت نہیں ہے یہ فرما دیجئے کہ حضرت شیخ الاسلام نے مجھ کو اجازت نہیں دی ہے تو میں نہ عرض کروں۔ آپ نے انکار نہیں کیا بلکہ سکوت فرمایا۔ بھائی صاحب نے عرض کیا کہ جب حضرت صاحب قبلہ نے آپ کو اجازت دی ہے تو آپ کو داخل سلسلہ کرتا ہوگا۔ تو آپ نے اُن کو داخل سلسلہ کر لیا۔ اُس وقت سے سلسلہ جاری ضرور ہوا اگر آپ شجرہ پر دستخط نہیں کرتے تھے ایک زمانہ کے بعد عرس شریف میں بھائی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ سلسلہ تو خدا کرے میں نے جاری کر دیا اگر شجرہ پر دستخط نہیں فرماتے ہیں۔ میں نے کہا وہ کام آپ نے کیا تھا یہ کام میں نہ کر سکتا اُن کے لڑکے ذاکر علی خاں مرحوم بھی داخل سلسلہ ہو چکے تھے۔ ایک شجرہ لے کر میں حجرہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ ذاکر علی خاں کے شجرہ پر دستخط فرمادیں۔ حسب عادت ارشاد کیا کہ حضرت شیخ الاسلام کے نام سے دستخط کر دوں گا۔ میں نے عرض کیا کہ وہ آپ کا مرید ہی۔ حضرت

شیخ الاسلامؒ کو آپ کی وجہ سے تعلق ہی آپ شجرہٴ نسب کا اپنے نام سے دستخط کر دیں  
فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ سب پر ان طریقہ سے اپنے شیخ کے سامنے  
ایک ہی اپنہ نہیں سمجھتے تھے تو کیوں شجرہ پر دستخط کرتے تھے۔ فقط حضرت سرورِ عالم حضرت  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہم گرامی سے دستخط کرتے۔ شجرہ کیوں قائم ہوتا تھا۔ فرمایا  
کہ میں وہ الفاظ جو حضرت شیخ الاسلام اپنے نام کے ساتھ تحریر فرماتے تھے۔ نہیں لکھوں گا۔ میں نے  
عرض کیا کہ لفظ کا آپ کو اختیار ہی جو پاس ہے لکھتے۔ مگر اپنے نام سے دستخط کیجئے۔ بہت کرامت  
سے ہے۔ غلط بڑھا کہ یعنی مجرم ہر مسافر ذریعہ بقیدار بڑھا کر اپنا نام لکھ کر شجرہ دستخط فرما دیا۔ اُس  
وقت سے شجرہ پر دستخط فرمانے لگے۔ مگر جو کوئی مرید ہوتا تھا۔ درسلوک میں کچھ پوچھتا تھا تو فرماتے  
تھے کہ میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ میں دنیا دار ہوں۔ آخر عمر میں البتہ جو کوئی دریافت کرتا تھا فرما دیتے  
تھے۔ چوں کہ آخر عمر میں ایک حالت ہستغرافی آپ پر طاری تھی اس وجہ سے ایسے کام بھی کرتے تھے۔

**ف (۱۱)۔** ابتدا از عرصہ تک آپ کا اخذ بیعت میں رکن متل ہوا۔ فاضل امر خلافت کی اخذ  
کے لئے نہیں تھا۔ کیوں کہ وہ توفیق ہر ہی ہو چکا تھا۔ اور آپ صاحب سجادہ و رجا لشین منتخب ہی  
ہو چکے تھے۔ بلکہ اُس آہستہ خرامی اور رکاوٹ یا انکار سے وہ اہما قبولیت یا عطیہ خاص مقصود  
تھا جو حضرت غریب تواتر حضرت حافظ صاحب قبالہ یا حضرت غوثِ زمان رضی اللہ عنہ کو اپنی رکاوٹ  
اور امساک اور انکار اخذ بیعت سے مطلوب تھا۔ اور بفضل وہ مطلوب اور مقصود تمامہ حاصل بھی کر لیا  
گیا جس کو آپ اپنے اظہارِ نااہلی کے محض الفاظ سے ظاہر فرماتے تھے تاکہ اصل مقصود و مطلوب چھپا  
رہے۔ اب یہ تبدل دنیا ضروری ہوا کہ سی قسم کی رکاوٹ و امساک و آہستہ خرامی یا انکار۔ سلیمانی اور  
حافظی سے کیا مطلوب و مقصود تھا۔ اور اس کا نتیجہ کیا نکلا تو اس کا خلاصہ یہی کہ حضرت غوثِ زمان  
حضرت خواجہ محمد سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے مریدوں علاموں کی بخشش کی شفاعت  
اور بخشش کا حتمی وعدہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر لیا تھا تب  
اجراءِ سلسلہ کا لگایا تھا۔ بلکہ تب ہی خلافت بھی منظور فرمائی تھی۔ اور یہی ہذا حضرت غریب تواتر



جب حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ نے جب دربار سلیمانی سے یہ حکم صاف صاف حاصل کر لیا  
تھا کہ مریدان سلیمانی مریدین حنفی ہیں تب اجراء سلسلہ کی کارروائی شروع فرمائی تھی اُس کے قبل  
باوجود خلافت آپ انھما بیعت سے رُسکے رہے تھے۔ تو پھر اگر سرکار اسلمی اخذ بیعت کی تعمیل  
میں رُسکے یا متائل ہوئے یا ہاتھ مارا۔ اہل انکار فرماتے تھے تو تعجب نہ ہونا چاہئے بلکہ اس رکاوٹ  
کو بھینٹ دیا ہی سمجھنا چاہئے جیسا کہ ہو چکا تھا جس کی وجہ خاص یہ تھی کہ جب بڑے حافظ صاحب  
قبلہ کے ادب و مروت و عجب و داب اور قسطنطنیہ سے آپ اپنے ذمہ داری خلافت کو اپنے سر  
پر رکھ لیں تھے مگر مریدوں غلاموں نام لیواؤں کی نجات کی سند کی تجدید نہ نظر تھی جب وہ  
ہو گئی تب آپ نے اجراء سلسلہ شروع فرمایا۔ ہاں وجہ انتظار کی جو فی الاصل تجدید سند نجات  
دامن گرفتار تھی آپ نے ضرور چھپایا۔ ان معنوں میں ضرور اختیار صحیح ہی اور عدم اختیار ذرا  
محدوش تھا کیوں کہ نجات بخش و نجات یقینی کی خبر پا کر پھر اپنے مقام پر قائم رہنا یہ حضرات  
اصحاب بدر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر مستم ہو گیا۔

اور اگر اس رکاوٹ اور اساک و تائل سے صرف نفس خلافت ہی کا اختفاء تصور کیا جاوے  
تو وہ اس طرح صحیح ہوگا کہ آپ خلیفہ تھے سلیمانی تو ہو گئے تھے مگر خلیفہ اللہ یا خلیفہ رسول اللہ  
ہونے کا انکشاف باقی تھا۔ اس لئے آپ کو تائل خذ بیعت تھا۔ جب وہ انکشاف ہو گیا اور  
لوگوں کے اصرار سے اُس کی شہادت پہنچ گئی تو آپ نے شروعات فرمادی۔ اب یہ کہ  
باوجود شروعات پھر بھی آپ بعضوں کے مرید فرمانے میں رُسکے یا متائل ہوئے تو وہ رکاوٹ  
میں ثابت شخص مذکور کی یا تو بھلاک مٹانے کی لئے تھی جس کے آپ صاحب وید تھے یا  
اس لئے تھی کہ مرید ہونے والے کا یہ خطرہ رد کیا جاوے کہ حضرت کو اُس کے مرید کہنے  
کا میل ہوا ہی کیونکہ اگر کسی کو مرید کرنے کا بلا المام شیخ کو میل محض طبعی ہو جاوے تو وہ بیعت حرام  
ہو جاتی ہے۔ اہ اس بیعت کی حرمت کافی زمانہ لوگوں کو علم بھی نہیں ہے۔

اب نہ کہ پردہ کہ اوپر وہ نشیں دیکھ لیا تو جہاں جا کے چھپا ہونے وہیں دیکھ لیا

**ف (۲۱)** اور جو آئندہ میں آپ کو شجروں پر اپنے خود دستخط کرنے میں غدر تھا اس کے وجود بہت نازک ہیں۔ کیوں کہ شجرے کے جملہ اسماء باعتبار توحید اعتباری اور فرضی میں صرف شجرہ کا اسم گرامی محمد سول اللہ واقعی ہی۔ مگر عالم اسماء کے لحاظ سے اور فرقہ کی آبادی کی غرض سے شجرے رکھے گئے ہیں اور آپ مستحکم بالذات سے منزل اسماء کوٹے فرما چکے تھے اور اپنا اصل نام جان چکے تھے جو ایک ہی تھا۔ ہذا آپ کو وہ قلعہ کے خلاف اپنا دستخط کرنا بوجہ معلوم ہوا۔ اس کے بعد جب قلعہ سے بند میں آگئے اور حق کو اسمی لبس میں دیکھ لیا تو آبادی عالم تفرقہ کے ہی نام سے رجسٹر دیں لکھیں اور دستخط فرمائے گئے۔ اس بارہ میں آپ کا یہ غدر بہت قابل غور تھا کہ حضرت شیخ الاسلام کے نام سے آپ دستخط کرنے پر تیار تھے۔ اور اپنے دستخط علحدہ ہونے پر رضی نہیں تھے کیوں کہ واقعہً آپ اپنی ہی تھے اور دو دستخطوں سے دو آپ ہونے جاتے تھے۔ اور دونی نہیں یہی محضہ قابل تصفیہ و درپیش تھا اس کا جب تصفیہ متعین ہو گیا تو آپ نے منفرجات زبانی وراس بارہ میں ہوا اثبات شریعت میں آپ نے حضرت شیخ الاسلام کے اسم گرامی کے ساتھ الفاظ لکھ کر یہ کی تحریر سے انکار فرمایا وہ بہت بڑی ہدایت اور تبلیغ کی بات تھی کیوں کہ جو الفاظ حضرت شیخ اپنے اسم گرامی کے ساتھ ہفتہ ہفتہ ایک تراخیر فرماتے ہیں

## تبصرہ

ان کا مرید کو اعادہ کرنا زیبا نہیں ہے۔ جس کی ایک بزرگ کو دراپر سالت پاک سے مماثلت ہو چکی ہے ملاحظہ ہو کتاب نفحات صفحہ ۲۹۴ جس میں مذکور ہے کہ مولانا شیخ نور الدین عبدالرحمن اسفرانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلام و دعا مقام بغداد سے ہر کار رسالت میں حضرت شیخ بہار الدین رحمۃ اللہ علیہ پہنچا یا گیا تو اس میں

لفظ (عاصی از عامیان امت) استعمال کیا گیا۔ تو حضور رسالت نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسا نہ کہو انہوں نے غایت تو وضع سے ایسا کہا ہی۔ وہ میری امت کے اکابر ہیں۔  
ہیں۔ جسے قدرانی اولیا۔

اس نالایق، حق موقوف نے صرف اسی بنیاد پر جسے ایک امر زاید کی وجہ سے اپنے پیروم شد شیخ منظم سے تحریری تجربہ حاصل کرنے سے گریز کیا کہ خواہ مخواہ اس شجرے میں حضور قبہ عالم اپنے ہم گرامی کے ساتھ انکساریہ جہد تباعاً تحریر فرمائیں گے۔ اور مجھ کو ان فقرات کے برداشت کی قوت نہ ہوگی۔ لہذا میں خود کیوں نفس تحریر فقرات انکساریہ کی بنا ہوں اگرچہ اب میری سمجھ میں صحیح تاویل ان فقرات کی آگئی ہی۔ مگر اب وہ وقت نہیں رہا لیکن اتفاق سے مجھے وہی انکساریہ الفاظ حضرت شیخ شیوخ عالم کی بابت اپنی اس کتاب میں نقل کرنا پڑے۔ لہذا ان کی تشریح کر کے گفارہ ادا کرتا ہوں۔ جسے آؤں لفظ مجرم کی تفسیر یہ ہے۔ یعنی مجرم خشن۔ اور یہ کہ عاشق کو مجرمیت کا خطاب ملاستی کیوں اور کس وجہ سے دیا گیا تو وہ وجہ اس بیت سے کنایتاً معلوم ہوگی کہ

رقابت یا خدائے خویش دارم

دل از عشقے محمد ریش دارم

دوسرے لفظ شرمسار ہے۔ اس کا تہیہ یہ ہے کہ جب سمندر قطرہ میں ماودائے طوفان سے جا لگا اور کمال منفعت سے قطرہ کا قطرہ دیکھنا یا دکھایا جانا بھی بحال رہے گا تو قطرہ کی نظر کی سمت کو اپنے آپ میں پا کرے جائے گی شرمائے گی۔ وہی یہ شرمساری ہے۔

تیسرے لفظ ذرۃ بے مقدار کے ہیں۔ آہ وہی ذرہ یعنی قطرہ مذکورہ بالا والا بتایت سمندر کی وجہ سے قطرہ یا ذرۃ بے مقدار ہو جائے گا مگر معدوم نہ ہوگا۔

من چو لب گویم لب دریا بود

من چو لا گویم مراد الایود



مگر چوں کہ غلط ذہن بے مقدار سے معدومیت یعنی مخدوم ہوتی ہے اس لئے ذرا بے مقدار سے  
معدوم نہیں سمجھ جائے گا۔ لہذا کہ موصوف یعنی آپ سامنے موجود تھے اور کسی طرح معدوم نہیں  
ہر سکتے تھے۔ لہذا آپ کی معدومیت وٹ کر معدومیت اپنے چند حرکات سکنا تھے کہ حق سمجھ جائے کی کہ وہی  
آپ کی ذاتیت واقعی ہی تھی جس کا یہ نیک کہ آپ ہمیشہ آپ بالکل مذہب تھے۔ درحق تعالیٰ ہر تین ضرور  
موجود تھا اور ہی تغیرات پاک (موصوف بالذہب) کی ہی ہی اب رہا اس کا اصل یہ باننا کہ یہ  
آپ مریدوں کو چھو نہیں فرماتے تھے۔ وہ چھو نہیں ہوتے تھے۔

۲۔ تو وہ معدوم تعلیم کی وجہ سے ہی خاص اور خاص تعلیم کی تعلیمیں بان  
حق تعالیٰ کے امیدواری میں کیوں کر یہ سب سے ممکن ہی، حقیقت میں  
اس کے موید بھی ہیں ۵

ہر گے راہِ کائے ساختہ

میل او نذر دشت انداختہ

یا آپ اپنے میں بلا تعلیم کامیاب کرنے کی قوت محسوس فرماتے ہو گئے۔ یا اس وقت تک کوئی اہل  
طالب قبل تعلیم مرید نہوا ہو گا۔ ب یہ کہ جب استغراق ہو گیا تب آپ نے تعلیم و علم شروع کیا۔ بارہی  
فرمادیا۔ تو یہ بھی ممکن ہے۔ کیوں کہ حالت استغراق میں مٹی چھوٹنے سے سونا ہو جاتی ہے اور  
کو بلا کچھ تبدیلی کامیابی پر عتماد نہیں ہوتا ہے اس لئے آپ نے تعلیم و علم بھی جاری فرمادیا۔ اور  
اس حالت میں آپ کو سوچنے یا تغلیب کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی جو آپ بتلا دیتے تھے وہی  
ذنیعہ ہو جاتا تھا اور اس پر بھی اگر آپ نے وہی وظائف سائنہ پیران عظام سابقہ تعلیم فرماتے  
تو یہ آپ کی تحقیق تھی یعنی آپ کو تحقیق ہو گیا تھا کہ واقعی اور آپ بدیدہ مسوقین سے افضل کوئی اور  
وظائف نہیں ہو سکتے ہیں۔ وظائف کو تغلیب اس کہ کردوسروں کو بتلانا یا سکھانا اور چیز ہے  
اور اس کی تحقیق فرما کر دوسروں کو بتلانا یہ بڑا اعلیٰ مقام ہے اور نفس استغراق عالم طریقت میں بالکل  
ایک معتبر اور قبل اعتماد حالت ہے۔ اب رہا عالم شریعت اس کا شیوہ معتبر کو بالکل غیر معتبر بتانکا

نہیں ہے۔۔ اور یہ جو آپ نے سلسلہ تقریر میں اپنے آپ کو نیا دار فرما دیا اس کی وجہ مریدانِ اہل وین کا تعلق ہی کہ جس سے آپ نفسِ شہنی کی وجہ سے چھٹ نہیں سکتے تھے اور نہ یہ ممکن تھا کہ کل تعلق صاحبین ہی سے رکھا جاوے کیوں کہ پھر آپ منظرِ حضرت غفر رکبے ہوتے۔ اسی لئے بزمانہ آخر آپ کا میاں عبد الغفار پر پڑ کر رہا ہے تاکہ اس صلیت سے آپ پیچنے جاویں کہ آپ اس عالم میں بالکل اسطہ مغفرت میں جو چھو جائے گا اُس کی بخشش ہو جائے گی۔

کیا کرے زاہد بے چارہ اُسے کیا معلوم رحم کرتا ہے باندازہ عصیاں کوئی  
تیر قصہ کونانہ ہے کیا اپنے توڑ پر اتنا اثر تو یار کی سپہی نظر میں ہے  
دین محمد عفی عنہ ۳ راجہ شریف سلسلہ ۱۳۴۲ھ یومِ شنبہ

## کلیہ

جو اظہارِ انکار منکر مستقل حق سے علیحدہ بنوے وہ اظہارِ عہدیت نہیں بلکہ مجوسیت ہے  
اور جو اظہارِ انکار منکر کے وجود کو بالکل مٹا دے اور حق کے وجود کو قائم کرے وہ سچی عہدیت ہی  
من ز شیرنی نشستم روبرو ترشش من ز بسیاری سخن باشم خمش  
دین محمد عفی عنہ

## سرکارِ سلیمہ کا بحالیت استغراق مزارِ حضرت شیخ کی طرف کا زمین سجدہ کرنا

آخر عمر میں استغراق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے مزارِ شریفِ حضرت شیخ الامام  
رحمۃ اللہ علیہ جو مسجد سے پورب سمت ہی اُس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔  
میرزا من علی مرحوم کے لڑکے جو آپ ہی سے بیعت تھے وہ مسجد میں آئے اور آپ سے  
عرض کیا کہ آپ کس طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں اور انھوں نے عرض کیا کہ آپ دیکھیں  
تو آپ مسجد میں تو بیٹھے ہوئے ہیں اور مسجد قبلہ رخ ہے اور قبلہ آپ کی پشت کی جانب ہی فرمایا

اجہام کہتے ہو اور قیادہ ہے تو ہم اسی طرف منہ کئے لیتے ہیں نہ اسی طرف پڑھیں گے۔  
اور قیادہ کی طرف توجہ ہو گئے۔ چوں کہ ایسی استغرائی حالت تھی اس وجہ سے کچھ باتیں فرشتے  
سنے وہ ہونے والی تھیں فوراً ہو جاتی تھیں۔ ف مذہب۔ اور نہیں ہونے والی آپ کی  
زبان اقدس سے نہیں نکلتی تھیں۔

ف۔ استغرائی اور محویت کے حاصل کرنے کے لئے توشِ غل ہی کئے جاتے ہیں اور  
وہی تو مقصود ہی ہے جس کے بعد کامل و صحیح واقعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی بارک محویت کی نصاب  
میں آپ ہمیشہ رہے اور سچی سچی شیخی آپ نے فرمائی مگر آخر میں آپ نے محویت اور استغرائی  
کو زیادہ پسند ضرور فرمایا تھا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی کیوں کہ اکثر اساتذہ مسوقین متقدمین  
کی بھی یہی راہ رہی ہے اور واقعیت کا بھی یہی انداز ہے کیوں کہ فطرتِ خلوت اور عجزِ تکلیف  
کو پسند کرتی ہی اور وہی راحت افزا اور دور دور ہونے والی ہے جس کا ثبوت یہ ہی کہ اگر  
آدمی سوئے کی ایک جہتی اور خلوت سے آرام نہ لے لے تو جو گئے میں بے کار ہو جاتا ہے  
اور محبتِ محویت اور استغراق کی دلیل یہ ہے کہ اُس سے نزول کرتے وقت جو علوم پیش آویں  
وہ سچے اور واقعی ہوں چنانچہ جواب فرماتے تھے وہی صحیح طور پر واقعہ بھی ہو سکتا تھا۔  
جس کے واقعہ آئندہ مذکور ہوں گے۔ لہذا محویت کے بعد کے نزول میں جو نماز آپ نے  
پڑھی وہ بھی صحیح مانی جاوے گی۔ اب رہی اُس کی جسمی جہت کی بنا پر غلطی وہ تو محض جہتی ہی  
اور ظاہر ہے کہ بالذات جہت کا کوئی خاص وجود بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ ہر ایک مقام پر رب کچھ  
اُتر دیکھن بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ البتہ ضروری ہے کہ محویت و استغراق سے جواب آپ نے  
نماز خوانی کے لئے نزول فرمایا تو مقامِ صحت مشغولہ محو الجہات مندرجہ کتب مناقب حافطیہ سے  
نیچے نہیں اُترے اس لئے پورب کچھ اُتر دیکھن کی نفی قائم رہی۔ اور حیثیتِ لطیف رہی۔ ورنہ صرف  
وہی ایک جہت یا وہی یا قائم رہی جو دوسرے مواضع میں رومی حاصل ہوئی تھی اور سچ پوچھو تو  
سوائے ایک جہت کے باقی کل جہتیں اعتباری بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ اعتبارات سے نکلتا ہی



فی اصل ترک دنیا اور ترک مامولے ہی۔ لہذا اچھی نماز عاشقانہ آپ پڑھ رہے تھے اُس کے  
قربات جس میں میر صاحب محل ہوئے مگر آپ کے اتباع شریعت کے قربان کہ فوراً ان کی بات  
آپ نے نہ مانی اور بظہر اسی سمت میں مشغول ہو گئے جو کبھی ہی۔ آپ کی نماز کی بہت ماضیہ کتا  
کے بہت سے

خوشیاں کہ توشیحی من بہر عشق تو سازم بیان بہر جود سے نماز را  
آہ گرا سی محویت نہیں حاصل ہے تو کیوں محویت کے دھوکے میں پڑے وگ شیخی کر رہے ہیں  
کہ جس محویت کا نام اگر بالکل عقل معاش رکھا جاوے تو بے جان ہو گا۔ دورِ خلوت میں مع التقدر  
اس کا شام ہے۔ یہ علامت ظاہر کی کم نصیبی ہے۔ کہ محویت و استغراق سے نفرت کرتے ہیں  
اور اعتبارات میں پھنسے رہنے کو مسلمانی سمجھتے ہیں۔ جو بالآخر بعد موت خواہ مخواہ چھوٹے گا۔ یہ  
واقعہ آپ کا جو اتفاق دیکھنے میں آکر کھل گیا ہی آپ کی راہ کے سالکوں کے لئے نہایت ہدایت بخش  
ہے۔ کہ وہ ہدایت اس بیت میں دیج ہے۔

مغرب سے اٹھ کے تم سوئے مشرق جو آ رہو مردوں کو دفن پھر نہ کبھی قبر رو کریں  
اور یہ ایک بالکل بے سماع کے آپ کا پاک حال ہے اور آپ کی کیفیت ہے۔ اگر قرابت  
قرآن سماعِ قوی میں داخل کی جاوے تو کچھ بے جا نہیں ہے۔ اور ان مستوں کی مستی کے قربان  
جن کی نماز بھی مستانہ ہوتی ہے۔ اور اُس ذوق و شوق کا کیا کسند جو آپ سے پہلے کیا جاتا ہے  
کہ یا خود عشق و رند و جاودانا کی ہی تو مثال ہے۔ جس کو نماز ہی حال کا کام دے جائے  
اُس کو عقل سماع میں حال آنے کی کیا ضرورت باقی رہے گی۔

سلطنتِ نیست کہ اند پر وہ بروں افتد راند ورنہ در محفل زنداں خبر سے نیست کہ نیست  
نماز زانداں سجدہ سجود راست نماز عاشقان ترک و سجود است  
کی یہ نماز بالکل تفصیل سے۔

اگر آپ کو اپنے جسم کی یا اُس کے محسوسات کی خبر ہوتی تو جسمی صحتِ قیام تو ایک ادنیٰ

بات تھی جو آپ کو ایک معمولی مرد کو بھی معلوم تھی جنہوں نے آپ کو اپنی خبر کی خبر کی۔  
 العشق معذرت ہا ہی محل مصداق ہے کیونکہ سب سے بڑا عظیمی بھی نہیں ہو سکتا۔

چوں ز خود رستی ہمہ برہاں شدی

چوں کہ کنتی بندہ ام سلطان شدی

دین محمدی منکر یا محمد اور مہر شہد

## مناقب تبصرہ

حکایت تبصرہ جو آپ کی صحت علمی کے اثبات میں لکھی گئی ہے اور جس آپ کی کرامت میں جی شہید ہو سکتی ہیں کیوں کہ آپ کی خبر دینے کے بعد اور واقعہ ہونے کے قبل یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ ہونگی یا نہ ہونگی۔ آپ کا معتقد اور کرامت اولیاء کا قول ہے کہ سکتے ہیں کہ وہ آپ کی مرضی و مرضی حق کی یگانگیت سے واقع ہوئیں یا حق تعالیٰ نے ان صحت اخبار کی کرامتوں کو آپ کے توسط سے ظاہر فرمایا۔

### (مناقب)

- ۱۔ چنانچہ عرس شریف کے زمانہ میں مزدور کام کر رہے تھے۔ ایک مزدور سیری کا درخت چھانٹ رہا تھا درخت پر چڑھ ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ارس اٹھ کر ایسا نہ ہو کہ گر پڑے۔ یہ کہہ کر آپ آگے بڑھے۔ وہ مزدور فوراً درخت پر سے گر گیا اور کہا کہ میں یہاں کام نہ کر دوں گا۔ کیوں کہ جو کچھ فرما دیں گے وہی ہوگا۔ چنانچہ اُس نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ ف۔ لیجئے اپنی کرامت سے خود اپنے ہی معاملات میں رخنہ پڑا۔ یہ بے اختیاری میں کرامت کا واقع ہونا ہوا۔ یا صحت علمی کی کافی دلیل ہوگی۔
- ۲۔ دو شکے کنوئین کے برابر چلے پرے کھے تھے اور برسات کا جو کچھ بارش میں پیدا ہوتا تھا (یعنی تھانی جھینکار گھاس پھوس ایندھن) وہ کٹوا کر آپ مزدوروں سے

نزار شریف کے سامنے سوکھنے کو پھینک دیتے تھے۔ اُسی جھوٹے چوہے میں پانی گرم کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ تشریف لائے۔ وزیر جو آپ کی خدمت کرتا تھا اُس سے فرمایا۔ کہ یہ سب سمیٹ کر بوجھ باندھ کر چھپر میں رکھ دو ایسا نہ ہو کہ آندھی آئے پانی برسے تو یہ بھیاب جاسے گا۔ چنانچہ وزیر نے بوجھ باندھ کر اندر رکھ دیا۔ جب بوجھ اندر رکھ چکا اُسی وقت آندھی آئی اور بعد آندھی کے پانی برسنا۔

ف۔ گفتہ اوگفتہ اندر بود و گر چہ از حلقہ عید شد بود کی مثال موجود ہوگئی۔  
۳۔ ایک مرتبہ نصف حصہ زمین پور کا جو آپ نے خرید کیا تھا اور بعد اُس کا ٹکڑا لکھ دیا ہے درگاہ کی مکانات اور درگاہ کے واسطے۔ یہ موضع اول بٹائی تھا۔ اُس اور جوار تیار ہوگئی تھی بٹائی کے واسطے میں گیا۔ آپ بھی گاڑی پر تشریف لے گئے تھے وہاں میں نے بٹائی کی اور سرکاری رقم کمریاں میں جمع کر دی اُس کے تولنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ کل رقم کس قدر ہے آپ نے ایک چنگی درگاہ کی خود مقرر کر دی تھی اس چنگی کا تھوڑا سا غلہ تھا وہ آپ نے اپنے رومال میں باندھ لیا اور فرمایا کہ گاڑی جو تو ادوس گھر چلا جاؤں گا۔ ایسا نہ ہو آندھی پانی آوے تو تکلیف ہوگی اور گاڑی جو تو اکروہ چنگی کا غلہ لے کر چلے گئے اور یہ بھی نہ جانچ کی کہ سرکاری غلہ کس قدر ہے۔ الغرض جب آپ مکانات پہنچ گئے اُسی وقت آندھی بڑے زور سے آئی اور بعد آندھی کے پانی زور سے برسے لگا۔ میں چھپر جو کھلیاں میں پڑا تھا بچاؤ کے واسطے اُس میں چلا گیا۔ ایسی زور سے پانی برسا اور بوا چلی کہ چھپر میں بھی گزر نہ ہو سکا۔ بہت تکلیف اٹھائی ایسی حالت تھی آپ کی جو کچھ زبان سے نکل جاتا تھا فوراً اُس کا ظہور ہو جاتا تھا۔

ف۔ گویا آپ کی زبان تقدس حکم کن کی ترجم تھی۔۔۔۔۔  
اب رہی موضع کی خریداری وہ غالباً پہلے ہی سے یہ نیت کر کے ہوئی ہوگی کہ درگاہ شریف اور اُس کی عمارات کا تحفظ اور ہمانداری اور توسلین کی خور و نوش کا ایک ذریعہ بنے۔  
سید عبد المجید عرف ردومیاں



ہٹا کر دیباہ دے تاکہ حضرت شیخ کے اغراء کو جو آپ کے بھی اعزاز تھے دیکھاؤ کے مقصد  
 اپنی میں کوئی وقت نہ ہو۔ ورنہ چینی کی کلفت بھی نہ ہو کہ وہ لوگوں کے سامنے اس قدر  
 کے لئے ہاتھ پھیلا دیں۔ اس کے اپنے نام سے خریدنے کے لئے آپ کو قنونی  
 مجبوری بھی تھی کیوں کہ جب آپ نے خرید کر کے وقف کیا تب وہ وقف درگاہ قرار  
 پڑا کہ یہ راز بانا خرید وقف نامہ مرتب ہونے پر کھل ہی گیا۔ ایسا اہتمام پرانے عہد میں  
 کیا ہے۔ ہذا آپ نے بھی فرمایا۔ لیکن سب سے کہ لوگوں کو اس کی خریداری کی وقت پچھو نہ  
 دین گیر مہینے ہوں اس کی آپ کو کیا پروا ہو سکتی ہے۔

تو پاک پاشا پروردار اندلس پاشا

اور بغیر پستے موضع کی نسبت یہی سنی نہایت نیک کمان یعنی آمدنی معاشی  
 آبائی سے فرمائی ہے ورنہ بھلا ابورت حال آپ کو روپیہ کہاں سے حاصل ہوتا۔ درحالیہ  
 آپ نذرستانی سے بھی میٹھے تھے اور اگر کسی میرست کچھ نے یہ جانا تو بیکت  
 عمل صورت بدل کر بیلہ تبرک دشیدہ و پس کر دیا جاتا تھا۔ یہ دیکھاؤ کے صرفہ میں لگا دیا  
 جاتا تھا۔

## ۴۔ بہت بڑی آپ کی توجہ کی عالمگیر مسرت سے کے تالاب الی

ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ موضع سرور سے میں تشریف  
 لے گئے تھے۔ میاں صاحب خدم حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ تھے انھوں نے  
 مجھ سے فرمایا کہ شب میں عشاء کے وقت آپ مسجد شریف لے گئے۔ ورنہ عشاء جماعت سے  
 پڑھی بعد نماز کے فرمایا کہ کھانا ہمیں لے آؤ ہم مسجد ہی میں کھا دیں گے۔ اور بعد فراغت  
 کھانے کے بچھونا بھی منگوا لیا۔ مسجد کے اوڑھنے ایک گدھیا تھی اس میں پانی بھرا تھا  
 لوگ اس کو اچھا نہیں جانتے تھے۔ آپ نے گاؤں والوں سے پوچھا کہ برسات

میں اس کا پانی بہ گیا تھا۔ عرض کیا ہاں بہ گیا تھا فرمایا کہ یہ پانی اچھا ہی اس کو استعمال  
 کرو چنانچہ اول خادم میاں صاحب مرحوم نے وضو کیا پھر گاؤں والوں نے بھی  
 وضو کیا۔ ایک پٹھان وہیں کے باشندے تھے اُن کو بخارا آتا تھا وہ اُسی میں ٹھہرے  
 اور اچھے ہو گئے بخارا جاتا رہا۔ مصطفیٰ خان بھی وہیں کی زمینداروں میں ہیں۔ اُن کی  
 لڑکی بہت ہیاری تھی ہاتھ پیر حرکت کرتے تھے پڑی رہتی تھی۔ اُس کو مصطفیٰ خان نے  
 بھی نکال دیا وہ لڑکی بھی اچھی ہو گئی۔ یہ خبر جوار میں مشہور ہوئی لوگ کثرت سے آئے تھے  
 ریش و لک بھی نہ تھے۔ اکثر صحت ہو جاتی تھی اور اندھے بھی آکر بھٹتے۔  
 اُن کی آنکھوں میں روشنی ہو گئی۔ یہ خبر بہت پھیل گئی دُور دور سے رک سنے سکے۔  
 اور ٹھانے لگے۔ یہاں تک کہ اس کا شہر بنگار تک پہنچا۔ وہاں تک کہ لوگ  
 آکر ٹھانے لگے۔ اور اُن میں ہاڈ تک کے رہنے والے بھی آئے۔ یہ سب بھگت  
 کا ہونے لگا۔ یہ مشہور تھا کہ ایک میاں صاحب نے فرمایا جو اُن کے ارشاد کا اثر سنت  
 گزرتا میاں صاحب کا حال کسی کو معلوم نہ تھا۔ ہندو برہمن تک آتے تھے اور میرا  
 کی سب سے پکارنے اور ٹھانے تھے۔ گرو اُس کے جو ذراعت تھی وہ رو نہ جاتی تھی  
 مگر مید اور اُس میں اور کھیتوں سے زیادہ ہوتا تھا اس وجہ سے کہ ان بھی لوگوں  
 کو پختے سے نہیں روکتے تھے۔ چوں کہ مجمع بہت ہونے لگا وہاں کے زمینداروں  
 نے ایک ومارنجیس ہفتہ میں مقرر کر دیں کہ اس میں لوگ آیا کریں اور ٹھایا کریں جو لوگ  
 ٹھانے تھے وہ پانی اپنے مکان پر لے جاتے تھے کم سے کم ایک لوسٹیا پانی ہر شخص غرو  
 سے جاتا تھا! اور اکثر گھٹ بھی بھر کر لے جاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ بھیدایتیا پور جو ہندو وہیں ٹھانے کے دن  
 گئے تھے اُن کا بیان ہو کہ میں ہاتھی منگوا یا وہاں پر بھیج کر چاہا کہ ٹھانوں مگر اس قدر مجمع تھا کہ راستہ نہ  
 میں لہتی پر سوار مجمع کے گرد ہر مجمع کو دیکھا تقریباً لاکھ ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا۔ میں پوچھا کہ یہاں  
 آگیا۔ اور پانی منگوا کر اپنے مقام پر نہایا وہ کہتے تھے کہ یہ ایک کھلی ہوئی کرامت ہو کہ وہاں پہنچا

مقام تھا اس قدر لوگ تھیں اور پانی لے جانے والے تو وہاں پانی نہ رہنا چاہئے۔ مگر  
 اس کا پانی کھانا ہوتا تھا۔ حکام یورپ میں منع کے بھی گئے۔ اور ان واقعات کو دیکھا  
 آخر میں یہ ظاہر ہو گیا کہ میں صاحب قبرین کا تصرف ہی وہ جناب حضرت خواجہ  
 سیّد شاہ محمد اکرم میاں صاحب قبور میں نہ تھا العزیز ہیں۔ بس لوگ کثرت سے آپ کی  
 زیارت کو نہ آیا کرتے تھے۔ جب لوگ کثرت سے آئے تھے آپ بہت پریشان  
 ہوئے اور حکم دیا کہ بھانک بند کر دیا جاوے اور چوں کہ گھر کی آمدورفت کی وجہ  
 سے بھانک بند نہیں رہ سکتا تھا مجمع ہو جاتا تھا۔ آپ اس قدر پریشان ہوئے کہ فرما  
 گئے لوگ مجھ سے خیر باد چھوڑ دیں گے۔ جو لوگ تا اب پریشان آتے تھے نماز پڑھا  
 اور نقد تالاب میں ڈالتے تھے۔ غلہ اور شیرینی کی وجہ سے پانی اس کا دیکھنے میں خراب  
 معلوم ہوئے تھے۔ حکام منع نے حکم دیا کہ پانی اس کا نکال ڈالا جائے۔ مگر  
 پانی صاف جھروا دیا جاوے۔ وہاں کے زمیندار اس حکم سے بہت پریشان ہوئے۔ دوسرے  
 دن وہ پانی خود ایسا صاف ہو گیا کہ وہ حکام ضلع کو دکھ دیا گیا۔ چوں کہ پانی صاف تھا ان  
 نے اپنا ننگ مسجود کر دیا اور چونکہ کثرت سے غلہ اور شیرینی وغیرہ ہندو تالاب میں ڈالتے تھے  
 اس لئے میں نے ایک روز آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ حالت لوگوں کی ہے۔ فرمایا  
 کہ تالاب میں ڈالیں نہیں بلکہ کنارہ پر رکھ دیں غلہ مٹھائی جو غریبوں کو ہاں آتے ہیں ان کو  
 دیدیا جائے اور نقد جمع کر لیا جائے۔ مسجد ختم ہو خچہ کرا دی جائے اور تالاب پر  
 خچہ کرایا جائے۔ غرض روپیہ جمع ہونے لگا۔ زمیندار آپس میں جھگڑا کر آپ کی خدمت میں  
 آئے اور جھگڑے کا واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کیا واسطہ تم جانو تمہارا کام جانے  
 اس وقت سے وہ بات جانی رہی۔ چنانچہ جب کثرت سے مجمع ہو رہا تھا اور اہل حاجت  
 بھاڑے تھے۔ ایک شخص مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید  
 تھے ان کی لڑکی بیمار تھی انھوں نے مولانا صاحب سے حال تالاب کا عرض کیا اور



اجازت مانگی کہ لڑکی کو لے جا کر نکلاؤں مولانا نے فرمایا ہاں لے جاؤ اور نکلاؤ۔ مگر  
 خیر آباد میں جا کر میں صاحب سے بھی مل لینا انھوں نے اس تالاب کی نسبت کچھ  
 فرمایا نہیں۔ وہ اس کا اثر ہمیشہ رہتا۔ فقط اُن کی جیسا تاکاں پر نظر ہے وہ توجہ سے  
 رکھیں گے یہ اثر رہے گا اور جب وہ توجہ بٹالیں گے اثر جاتا رہے گا۔ اور خود بھی حضرت  
 کے ارشاد سے ثابت ہوتا تھا کہ دو چار ماہ بعد یہ اثر جاتا ہے کچھ نچہ دو آدمی مسلمان کیس سے اس  
 لئے نہ تھوڑے کچھ کر خیر آباد حاضر ہوئے اور آپ عرض کیا کہ ہم سرسے گئے تھے وہاں کے حالات کچھ  
 اور خدمت میں ضرور بہت کئے کو آپ سے عرض کیا تو اپنے فرمایا کہ ابھی دو ایک مہینے ہاں کچھ دیکھو پھر  
 اس کا صف معلوم ہوتا تھا کہ وہی مین مہینے کے بعد اثر جاتا ہے کچھ نچہ ایسا ہی ہوا اسی زمانہ میں ایک نہ  
 مرض جذام میں مبتلا تھا ہاتھ بالکل بیکار ہوئے تھے اُس نے اپنی عورت کہا کہ میری جہاں ہو گیا کسی کام کا  
 نہیں ہاتھ کو بھارت دیتا ہوں جہاں چاہے تعلق کرے اس عورت نے شوہر سے کہا میرا تمہارا عرصہ ساتھ ہی  
 تم کو نہ چھوڑوں گی چنانچہ وہ عورت شوہر کو لے کر سرسے آئی تھی اور بتاؤں ہاں اسی زمانہ میں اس کو نہلاتی تھی  
 اچھا بتا جاتا تھا چنانچہ میں نے خود بھی اس کو دیکھا ہے جب وہ بالکل اچھا ہو گیا تو اس کی عورت شوہر کے ساتھ  
 خیر آباد آئی آپ کی زیارت مشرف ہوئی ان حالات کو لکھ کر حکام کو ترید ہوا تھا کہ یہ کیا مری میں کوئی نہ  
 چنانچہ حکام نے خفیہ پوس کے بہت آدمیوں کو حکم دیا کہ اس کا صحیح حال دریافت کر کے اطلاع دیں چنانچہ ایک  
 دوپٹی صاحب سیٹا پور میں تھو انھوں نے خود مجھ سے کہا تھا کہ آپ لوگوں کو نہیں معلوم ہے حکام اس مجمع کے ہونے  
 سے بہت پریشان تھے۔ بہت سے خفیہ پوس کے حکام کو تحقیق کا حکم دیا تھا چنانچہ ان سب متفقہ رپورٹ کی کہ ایک  
 درویش جو دنیا سے کچھ تعلق نہیں رکھتے ہیں محض خدا کی عبادت ہی میں ہمیشہ رہتے ہیں ان کے ارشاد کا اثر  
 تھا سرور ہاں۔ ان کو اس مجمع سے کچھ غرض ہی نہیں ہے وہ گوشہ نشین ہیں کچھ خطرہ نہیں ہے جس زمانہ میں یہ مجمع  
 سرور میں ہوتا تھا آپ خود بھی سرور سے نہیں گئے بلکہ میاں تید خادمین صاحب قبلہ کو بھی وہاں جانے سے  
 روکا تھا کہ تم بھی نہ جاؤ۔ چنانچہ ہم لوگ ریل پر اتارے جاتے۔ اس مجمع کو دیکھ کر تھے مگر وہاں  
 نہیں گئے۔ ایک مرتبہ اسی زمانہ میں جب یہ مجمع سرور سے میں ہوا تھا میں لکھنؤ جاتا تھا

حسب کمال پور کے سیشن پر پہنچا وہاں سے سرورہ بہت قریب ہی بہت لوگ آتے جاتے  
تے ایک شخص گاڑی میں آکر بیٹھا وہ سرورہ سے آیا تھا اس نے بیان کیا کہ بہت سے لوگ  
نیر کی بسات میں نقد مان نقد فٹائے اور ایچھے ہو گئے۔ چنانچہ میری آنکھوں میں بھی نقصان  
ہوا میں بھی وہاں جا کر فٹا۔ میری آنکھوں کو پھر تفت ہوا۔ یہ حالت ہر وقت اور ہر روز  
نہ ہوتی تھی کسی کسی وقت ہو جاتی تھی اس وقت یہ راجھے ہوتے تھے۔ یہ نثر آپ کی توجہ  
میں رہے۔ اس وقت توجہ فرماتے تھے اس کا اثر بڑا ہو جاتا تھا۔

حضرت مولانا بھی اس کرامت سے واقف ہی یہ کرامت احقر مولف کے جوانی میں مالگیر  
میں واقع ہوئی تھی۔ گو میں سرورہ نہیں گیا تھا مگر میں نے خود ہیرانچ سے جو لوگ اس مالگیر  
گئے تھے ان کو دیکھا تھا جس میں بعض لوگ کامیاب آئے تھے اور بعض ناکام باپ۔  
دین محمد عفی عنہ کلمہ ۲، محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

ایک درجہ کرامت کا غیظ طلب میں ہی۔ وہ بے شک بخدوش ہے۔ کیوں کہ اس پر  
ٹھہر جانے سے یقینہ سلوک طے ہونا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ مقصود نہیں ہی کہ اسی گمراہی  
خدا انخواستہ قداوت مشیت حضرت باری تعالیٰ واقع ہوتی ہیں کہ آخر کو خدا انخواستہ وجود کیا  
کو ناقص کتنا پڑے بلکہ ان پر فریقہ ہو کر بس کر دینا بڑا ہی جس کی ممانعت سرکار معنوی  
اس طرح فرماتے ہیں کہ

اے براور بے نہایت درگئے مت

ہرچہ برے می رسی برے مایست

دوسرا درجہ کرامت کا وہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اپنے کسی بندہ خاص کا عجب عالم والوں  
پر جہان کسی مصحت خاص سے چاہتا ہے تب وہ کرامتیں سرزد ہوتی ہیں۔ خواہ وہ مصحت بطور  
نعمان اس بندہ کی شہرت دینے کی ہو یا کوئی مذہبی اشاعت کسی خاص امر کی منتظر ہو۔ یا  
اس کے سرورہ کے ذریعہ سے مخلوق پر رحمت عام نازل فرمانا مقصود ہو ایسی کرامتیں کسی

حال میں نقصان یہاں نہیں ہیں اور نہ من کے لئے کوئی خاص نامہ متین ہو مگر یہ ضرور ہے کہ اول دور  
 حرمت گزر جانے کے بعد سالک کے کسی بقیہ حصہ عمر میں اس کا دور ہوتا ہے چنانچہ یہ خاص عالمگیر گراہا  
 اسی نمرہ کی ہے جس کا خلاصہ اقدیوں ہے کہ اپنے اس گدھیا کے پانی کو جو اوزان شرعی کے مطابق اپنا  
 اچھا اور قابلِ استعمال فرمایا اور لوگوں کی کرامت غیر سامی کو مٹا، چاہا۔ باتبع آئیہ پاک کہ لا اکرالا  
 فی الدین اور جو میں مبدین معتقدین نے شوق و ذوق کے ساتھ اپنے حکم کی انھار اتباع کیا یہی اس  
 میں ضرور کیا اور غسل کیا یہاں تک کہ اس میں اپنے مریضوں کو ہندو شروع کر دیا آپ خوش ہو گئے اور مدھی  
 سندھو کی شہت کی رونق نظر ہو گئی پانی میں ایک شراب کی توجہ سے پیدا ہو گیا اور ایک عالم اس میں مبتلا ہو گیا  
 کار از کار خیزد کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ مگر جب اس پانی کے دو، موثر تھنے سے اپنے اپنی شہرت  
 دیکھی جس سے آپ کو سخت نفرت تھی جس کا یہ فقرہ شہر ہے کہ کیا ایک مجھ سے خیر، بھگت و شہت،  
 اور ہذا پانی کی پرستش کے زمان کا شہر ہوا۔ اور اس تالا پانور پانی کے چڑھنے کی بہت  
 ترہات باہم زمینداروں میں قائم ہو گئیں اور ایک کثیر جمعہ خلایق کو آپ کی طرف رجوع ہوا  
 ہوئی اور ایک عظیم الشان ہنگامہ آرائی آپ کی زیارت کی خانقاہ میں پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ اپنے  
 پھانک بند کئے جانے کا حکم دیا جس سے آپ کے رجوع کی المقصود میں برفرق آیا تو آپ نے اپنی  
 اس توجہ کو ہٹا لیا تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو گیا کیوں کہ اشار خدا آپ خدائے جلجل بجا  
 محتاج بہا بن گیا۔ کے عہد بے شل خصل انجاس تھے آپ کو عین روزگی میں رکھا اور کیا احتیاج جانب  
 حضرت محتاج حاصل تھا کہ اس سے نہ وہ بین ذیل حضرت باری تعالیٰ کی ہر حال میں محتاج رہنے کی  
 کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے اپنے مقبول بندوں کو وہ مرتبہ عنایت فرمایا ہے کہ وہ درمیان میں نہایت اکیسے دو  
 روال کو رد کرتے ہیں یا اس کی حبت پھیر دیتے ہیں جس کے سر کا معنوی موبد ہیں کہ اولیاء ہست  
 قدرت تالاہ نویر حبتہ بانگر دانند راہ۔ آہ آہ، نے حضرت رب العزت کی حضور میں دعا، دیگر دیناری کی کہانی  
 ہو اور حضرت اولیاء کی جو میل اٹھاتی جاتی ہیں احقر مولعت کو اس کرامت خاص میں یہ پہلو بھی مندرج ہے  
 کہ حق تعالیٰ نے اس کے صدقہ کے ذریعہ سے آپ کو ولایت ہندوستان میں مشہور کیا اور اس شہرت کی



و جب ہزار مہینوں نے آپ کی زیارت کی تھا مائل کی دین رہا یا اور نہ ہے کہ آپ اپنے وقت کے  
 قسب بندو تانے سے جو آپ اپنی طبیعت پر بہت حجابات ڈال رکھتے تھے یہ خود بخود تھک گئے آپ کو  
 چھایا تاکہ یہ قہور آپ کی عام مخلوق کو کھٹے رحمت عام ہوئی اور زیارت کرنے والوں کو خدمت  
 و زراعت بخت میں بھی وہ عانت میں نہ دیکھنے والوں کو حق تعالیٰ کے دیوار کا حق پیدا ہو گیا  
 آتی آپ میں کار فی ہذا ہنسی دھونی (آخرۃ الہی) میں کی کواد ہی۔ یہ تھی قسم کا ان مہینوں  
 حق تعالیٰ کا جو جو دو بیانیہ آپ ایک تائیہ، ربیع الاول (کو واقعہ ہوا تھا) ...  
 مہینوں نے عانت و سوز و غم میں نہایت سخت خوش نماں جو چہ محمد سلیمان کی زیارت کی  
 انہی میں بہت بخت میں کی تھی کیوں کہ وہ پانچ باتیں اس واقعہ اور آپ کو قہور کی میں بہت  
 سنا ہے یہ کہ وہ زور دے رہی تھی کہ جو اس ربیع الاول کو زیارت حضرت محمد سلیمان کرنے کا اس کی بخت  
 ہو جائے گی آہ یہ بخت سوز و غم کی کہ وہ اس ہی معلوم نہیں کہ عین وقت پر اس کا ادراک ہوا یا نہیں یہ  
 نہ اس کا حال تھا وہ تھی کہ اگر تین جو کہ معلوم ہو کہ اس کے مگر چھپائے گئے یہ ایک معظمت تفصیل تھی  
 جو قلم ارادہ نہ فانی سلیمان کی ہے کہ اس پاک سلی پر کی تھی ہمارے معلوم ہو جائے۔ حضرت اعلیٰ  
 کی کیا شان ہے۔

یہ آپ کی بہت آپ کو بہت زیادہ چھپائے کی جوڑ کی کرستے جو خود آپ ہی ہر استغاثی زمانہ  
 میں شغف شوق مجاہدی کی وجہ سے مسئلہ حقانی کی اشاعت کے صیغہ میں سرزد کرانی گئی جو چھپا چھپ  
 مقصود کی تکمیل ہوگی آپ میں کرستے پیدا کر کے معاملہ کا خاتمہ کر دیا گیا۔

مجھ کو اس مہینہ میں حضرت مولانا افضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ  
 کی مقدس اور معظمت اس رشتے سے بالکل اتفاق ہے اگر سرکار اعلیٰ پانی کے اس اثر کا دوم  
 چہ بہتے جو اس میں آپ کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا تو قیامت تک اس پانی میں وہ اثر پانی  
 رہتا جو اس وقت موجود تھا۔ مگر اچھا ہوا کہ اثر کو دوا میں نہ دی گئی کیونکہ لہو سے اثر  
 درام اہل ہنود و عورتوں کے بعد یہ جوڑ لگانا شروع کر دیتے کہ اس تالاب میں ڈال

وقت میں فلاں ویسی کا استھان رہا ہے یہ اُسی کا اثر ہے جیسا کہ فی زمانہ حضرت سید سالار صاحب سعید غازی رضی اللہ عنہ کے ایہ غسل کی بابت بڑے سچ لگ رہے ہیں۔  
یا مادہ پرست حکماء وہاں گندھاک وغیرہ کی کان کی تجویز کرنے کی عذاب میں مُفت بتلا ہو کر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔

اور یہ تو ظاہری ہے کہ جو جو وہ اسلام سب سے آخر میں اس عالم میں تشریف لایا ہی اس لئے ہر شخص اپنا تاریخی پیچ لگا کر اُس کے برکات اور حسن و جمال کو اپنے طبقہ کی طرف پھیر سکتا ہے۔ چنانچہ کفرِ قریش یہ دعویٰ کر سکتے تھے یا بُت پرست لوگ فی الحال دعوے کر سکتے ہیں کہ خاص کعبہ شریف میں جو عظمت ہو وہ اُن کے بتوں کے رکھنے سے آئی ہے جو مسلمانوں کے کعبہ ماننے سے پہلے اُس میں رکھے تھے۔ عَلٰی هٰذَا الْقِيَاس

دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۳ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

مزید بعد ختم تطبیق موقوفہ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ میں بمقام خیرآباد شریف حضرت منون میاں صاحب ردو لوی مرید خاص سرکارِ اہلِ حق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مدوح سے حضرت محمد علی شاہ صاحب بکھنوی رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سَے بیان فرمایا تھا کہ اثراتِ آبِ تالاب سرور کے زائل ہونے کے لئے کئی دن تک سرکارِ اہلِ حق نے اُلٹے لٹاک کر دینی نہ زعموںں پڑھ کر دعا کی تھی تب اُس کا اثر زایل ہوا تھا۔

یہ روایت اُس خصوصیت کو تیلاتی ہے جو گروہ اولیاء میں آپ کو حاصل تھی کہ اُس شاعرِ الہیہ اور شہرت کو بھی ناپسند کرتا جو مرضی حق سے واقع ہو یہ اُس اعلیٰ منزل کا سلوک ہے جس کو متعلق الاشارت ہوتا کہتے ہیں اور یہی توحید کا انتہائی مقام ہے اور یہی وہ کفوی جس پر اسلام کی جان قربان ہے۔ کہتے تو سب ہیں کہ کرامت کو حقیق کے لتوں کی طرح چھپا چاہئے مگر اس کو برت کر دکھانے والی یہ ذاتِ پاکِ سلیمہ شاہدہ میں اس وقت آئی ہے۔ مسوقین کا انکار نہیں کیا جاتا ہے اور سائنسدان سے ناامیدی نہیں ہے۔ مگر مسئلہ طور پر اسلام ہونا محال ہے۔ دین محمد

اور یہ حالت آپ کی رہتی تھی کہ اگر کسی بیمار کی طرف دل توجہ فرماتے تھے تو وہ اُسی وقت اچھا ہو جاتا تھا اور اگر کسی کو کچھ پڑھنے کو فرما دیتے تھے اور اُس کو وہ پڑھتا تھا تو صحت پانچا تھا۔ ف۔ گویا یہ وقت آپ کے اظہارِ سیاحتی کا تھا جو بہت عرصہ تک جاری رہا۔ اور بالآخر آپ نے محبتِ پر وصال فرمایا اور یہ مثال آپ کے پاک حال پر منطبق ہو گئی جس کو بطور تفسیر حضرت شریف مولانا دم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ :

گفت پیغمبر کہ شخنے رفتہ پیش  
جود نبی باشد میان قوم خویش

## مرضیوں کی شفا پانے کی منتخب حکایت

چنانچہ میرے حقیقی چچا و اجداد علی خاں صاحب مرحوم وہ بھی حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے مرید تھے اُن کا مالِ مذہب حافظہ میں بھی لکھا گیا ہے اُن کا پوتا بشیر احمد خاں وہ بچہ تھا بیمار ہو گیا جگر میں ورم ہو گیا۔ اُس کی علالت کا حال میں نے حضرت سے عرض کیا۔ فرمایا سات آیتیں جو ہمارے یہاں وظیفہ میں پڑھی جاتی ہیں اُس کو ایک مرتبہ روز پڑھ کر اُس پر دم کر دیا جائے۔ چنانچہ وارث علی خاں جو میرے اعزاز سے حافظہ تھے اُن کو لکھ دیا تھا وہ روز آیات پڑھ کر دم کر دیتے تھے وہ اچھا ہو گیا۔ اب بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت سے زندہ موجود ہیں۔ اُس کے تین لڑکی بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی برکت سے اُن کو زندہ رکھے چچا صاحب مرحوم کی یادگار ہیں۔

ف۔ تھینا پندرہ مئی سال سے یہ آیتیں مولانا مصباح الحسن صاحب سیادہ کے توسط سے احقر مولف کو پہنچی ہیں مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ آیات ورد کی جاتی ہیں یا خانوادہ حافظہ سلیمانہ کے اور اد میں داخل ہیں تاہم میں نے اُن کو بحیرہ سمجھ کر اپنے ذاتی فراست اور طبیعت سے تھینا پندرہ سال سے اُن کو داخل اور ذکر لیا ہے اور آج معلوم ہوا کہ یہ اور



کی آیات ہیں تو اُس کے لئے مولے اس کے کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ صحت سلسلہ بڑی چیز ہے  
 اُس سے پیرانِ عظمیٰ کی تعلیم آپ ہی آپ طالب کے دل میں اتر آتی ہے۔  
 عاشقانِ راشد مدرسِ حسن دوست      دریں تدبیریں سبقِ شان سے اوست  
 روزِ و شبِ شوریدگانِ عشقِ را      خود محمدِ پاسبانی می کند  
 کیا کرے زاہدِ بے چارہ اُسے کیا معلوم      رحم کرے بے بازہ عصیاں کوئی

## مناقب

کبھی کسی بیمار کو یہ بھی فرمایا کہ۔ یا حَافِظُ یا نَاصِرُ یا مُعِیْتُ یا مُلِکُ یَوْمِ  
 الدِّیْنِ۔ پڑھ کر دم کر لیا کہ جس سے اکثر دُعا کو صحت ہوئی ہے۔  
 ف۔ ان اسماء کے ساتھ اسمِ یا حَافِظُ عقیدتی اسمِ عظیم قابلِ زیادہ توجہ کو ہے  
 باقی اسماء اُس کے ستار کے لئے ہیں۔

ہم نظر بازوں سے تو چھپتے سکا جانِ جہاں

تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

اور کبھی کسی مریض پر کچھ توجہ فرماتے تھے اور وہ فوراً اچھا ہو جاتا تھا۔ چنانچہ حکیم عبدالغفر  
 صاحب مرحوم لکھنؤ کے بہت بڑے حکیم تھے اُن کا لڑکا بیمار ہو گیا تمام بدن خشک ہو گیا  
 تھا۔ فقط پوست و استخوان باقی تھے۔ اور پیٹ بہت بڑھ گیا تھا اُن کے چچ حکیم عبدالحفیظ  
 صاحب ہیں اُنھوں نے اطلاع دی کہ میں فلاں دن لڑکے کو لے کر حاضر خیر آباد ہو گا  
 وہ چلنے کے قابل نہیں ہے سواری کا انتظام اسٹیشن خیر آباد پر کر دیئے گا چنانچہ میں آستانہ  
 عالیہ پر حاضر ہوا اور دوپالکیاں اسٹیشن پر بھیج دیں حکیم صاحب ریل سے اترے اور اُس  
 بیمار لڑکے کو بھی پاکی میں سولا دیا اور آستانہ شریف پر حاضر ہوئے۔ حضرت خادم حسین  
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکان میں جہاں رہتے تھے اُن کو مٹھرایا۔

اور کھانا بھی کانت سے تیار کر یا جب دسترخوان بچھایا اور کھانا رکھا گیا وہ بیمار لڑکے کا چہرہ پر ہنسی کھانا کھا تا تھا یہ تکلف کا کھانا دیکھ کر سوچنے لگا کہ کیا کھانے تکمیل جلد بحال صاحب سے اپنے بیمار بھتیجے سے کہا کہ تمہارا گھر بھر حکیم ہی تم لوگوں سے کوئی دقیقہ علاج کاٹ نہیں لکھ کر بند کی مشیت سے کچھ نفع نہ ہوا اب مجبور ہو کر اطباء روحانی کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ یہاں پر ہنری کی ضرورت نہیں ہی جو جی چاہے کھاؤ۔ چنانچہ بیمار نے جو جی چاہا کھ لیا۔ اور اس دن حضرت رضی اللہ عنہ کی انت آری ہوئی تھی۔ پھر حجرے میں پٹنگ پر لیٹے ہوئے تھے۔ ریل کے لکھنؤ جانے کا وقت آگیا۔ حکیم صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت کی خدمت میں لڑکے کو پیش کر دیں۔ چنانچہ حجرے میں حاضر ہوا اور یہ عرض کیا کہ حکیم صاحب بیمار کو لے کر حاضر ہوئے ہیں اور حکیم صاحب آدمی کی گود میں بیمار کو لے کر حاضر ہو گئے۔ اور چارپائی کے برابر اس کو بٹھا دیا۔ حضرت اٹھ بیٹھے اور چارپائی کے نیچے آکر دیکھا اور بیمار کے سر پر دونوں ہاتھ رکھ کر کچھ دم کر دیا۔ بیمار نے دور روپیہ نذر پیش کیا آپ نے حسب عادت لینے سے انکار کر دیا۔ حکیم صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اگر میں صاحب قلیہ لڑکے کی نذر قبول نہ کریں گے تو بیمار پریشان ہوگا میں نے یہ حال آپ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے نذر قبول کر لی اور رخصت کیا۔ حکیم صاحب بیمار کو لے کر اسٹیشن پر چلے گئے۔ آپ نے دور روپیہ مجھ کو دیئے کہ اس کی مٹھائی منگو کر لڑکے کے ساتھ کر دو۔ چنانچہ وہ بیمار بالکل صحت یاب ہو گیا اور اب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت سے زندہ ہے اور اچھا حکیم ہے۔ یہ ایک گھلی ہوئی پ کی کرامت ہے۔

ف۔ خدا کرے اس گھلی ہوئی کرامت کے نفس نحریر کے صدقہ میں مجھ احقر کے امراض باطنی آپ کے پاک تصرف سے صحت یاب ہو جاؤں۔ ذرا اس کرامت میں بیماری کی حالت میں جو آپ نے چارپائی پر اٹھ کر بیٹھا کر جو اپنے ساتوں کا ادب کیا ہے وہ کیا خلق مجھ ہی قابل یادگار ہے۔

ادایسی کہ جس پر دل فدا ہی

روش ایسی کہ عالم مذبت لاد ہی

کیا آپ نے دُور و پُے نذر قبول کر کے اور فوری بباطل اور اکی کے ساتھ  
دُور و پُے کی شیرینی بطور تبرک خریدوا کر لڑکے کے ساتھ کر دی اُس کو نذر کا بہ نیت  
رو لینا اور قبول کر سکتے ہیں اسی لئے میں نے عرض کیا ہے کہ یہ جو دینے کے آپ  
بے لینے والوں میں تھے اور آپ کی ذات پاک بڑی عظیم الشان عارف تامل معرفت اور  
صاحب اعتدال گزری ہے۔ واہ کیا اچھی آپ کی استغراقی حالت میں محویت مندی تھی جس کی  
مثال اور نظیر ملنا دشوار ہے۔ اسی لئے حضرات تارکاتِ دنیا کو قاتل الناس کہا جاتا  
ہے۔ مریض پر آپ نے کچھ دم نہیں کیا بلکہ دم دیدیا تھا یعنی حیات تازہ دم بخش دی تھی  
اولیٰ و راہت قدرت ازالہ

تیر حبتہ باز گر و اندر راہ

یہ حضرات اولیاء کی قضا و میرم پر مقابضت کو نہ صرف جو دیکھنے والوں نے دیکھا  
یہاں تک کہ اُس کی حکایت شدہ شدہ ہم عاصیوں تک پہنچ گئی

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں لئے ہوئے یہ دلِ اغدار ہم بھی ہیں  
ادھر بھی تو سنِ قدس کے وقمِ قلوبے ٹھاری راہ کے مشتِ مبارک ہم بھی ہیں  
دیوانہ ام از عشق توستانہ الم نہ چشمِ تیر لے حافظِ منِ رحم کن پر حالِ زارِ طابیں  
دین محمدی عنہ ۳ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ یومِ ہمارِ شنبہ

اور صبرِ آپ کا اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اکثر آنت آپ کی اُتر آتی تھی یہ بہت سخت مرض  
ہے مگر آپ اس قدر صبر و استقلال سے کام لیتے تھے کہ کبھی ایسی حالت میں نمکسائیت  
زبان سے نہ فرمائی چہرہ کی حالت سے تغیر معلوم ہوتا تھا مگر جب حال پوچھا جاتا تھا تو  
یہ فرما دیتے تھے کہ آنت ابھی چڑھی نہیں۔



ف۔ یہ آپ کا اختیار کردہ یا باری تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے پسندیدہ مرض تھا۔ ورنہ اس کے لئے دعائے ازالہ ممکن تھا اور تصرف سے بھی یہ بہت بڑا صبر سوا جس کو تیر اختیار کیا کہنا چاہئے۔ اُس کی آپ شکایت بھی نہیں فرماتے تھے اور بوجہ احساس سخت تکلیف کے جو اندر محسوس ہوتی تھی جھوٹی اکھوند بھی نہیں فرماتے تھے۔ واہ ری بے مثل سہائی اور ظاہر و باطن کا ایک ہونا۔

(مناقب)

**ثبوت آنت ترمنے کے مرض کے اختیاری ہونے کا اور سچی حکایت**

جس سال میان سید ہادی حسین صاحب کا انتقال حیدرآباد میں ہوا اور حضرت خادم میاں صاحب قبلہ ان کی تنخواہ کے انتظام کے واسطے حیدرآباد شریف لے گئے۔ ذیقعدہ کا مہینہ آگیا آپ کی کثرت سے آنت دوسرے تیسرے دن اُترنے لگی اُس کے صدمہ سے آپ خانقاہ میں رہتے تھے اور وہیں کا زپڑھ لیتے تھے ایک دن میں نے عرض کیا کہ حضرت کے عرس کا زمانہ قریب آگیا اور خادم میاں صاحب قبلہ بھی نہیں ہیں عرس میں کیا ہوگا۔ فرمایا ہمارا تو یہ حال ہی مگر عرس کا انتظام تو تم کرتے ہو اور تم تو اچھے ہو میں نے عرض کیا کہ عرس کا سب کام تو ہو جاوے گا۔ مگر صندل شریف کا لانا اور خزانہ پر چڑھانا یہ کام تو آپ ہی کا ہے اس کا کچھ علاج ہونا چاہئے کہ آنت نہ اُترے۔ فرمایا میاں اسی حال میں رہنے دو ہمارا ایمان جھوٹا ہی۔ جو تیاں پڑتی ہیں تو قائم رہتا ہی۔

تبصرہ

ف۔ یہ جملہ کہ اسی حال میں رہنے دو یہ مرض کے اختیاری ہونے کی دلیل ہے باقی آخر کہ دو جملے رسم نکر کے موافق اول جملہ کے پہلی مقصد کے چھانے کے لئے ہیں۔ مگر یہ بالآخر سرکار ہی صندل اسے مگر آپ سنے یہ نہیں فرمایا کہ میں صندل لاؤنگا

اور اُس کے لانے کے قابل اُس وقت تک ہو جاؤں گا۔ سبحان اللہ کیسی احتیاط آپ  
بات چیت معمولی میں فرماتے تھے۔ اب یہ امر کہ میں کس بھروسہ پر بار بار اُس مرض کو  
اختیاری کہنے پر تہہ در تہہ رہا ہوں اُس کے وجہ یہ ہیں :

گر چہ جہمت نازک است و بس نزار

برہنہی آید جہاں را بے تو کار

کہ احقر مولف کے پیر و مرشد صاحب قبلہ جو دیارِ اسلامی کے محبوب و مقبول و مرید و مراد و  
مجاز و خلیفہ تھے جن کی سعیت میں میں بہال وصال شریف سرکارِ اسلامی و سرخیز آباد شریف  
تھامین وصال شریف کے ایک دن قبل ہی بھی زیارت کرانے کے لئے اپنے ساتھ حجہ  
خانقاہ شریف میں جہاں حضرت شیخ الشیوخ عالم حضرت خواجہ سید حافظ شاہ محمد اسلم صاحب  
قبلہ رضی اللہ عنہ بحالت دورہ و بیماری رونق افروز تھے لیکن گویا - مگر ساتھ لے جاتے ہوئے  
کچھ سوچنے اور غور و خوض فرماتے جاتے تھے۔ آخر کار راستہ میں کھڑے ہی تو ہو گئے  
اور میری طرف مخاطب ہو کر بہت کے ساتھ میری ناواقفیت اور لاعلمی کی وجہ سے  
مجھ سے فرمایا۔ کہ خبردار ہمارے حضرت کو ضعیف نہ سمجھنا ابھی وہ اٹھ کر چپاس کو  
کا پایا وہ سفر فرما سکتے ہیں۔ یہ اُن کا ضعف و بیماری سب اختیاری ہی اور بعد اس اذ  
کے سکھانے کے آگے بڑھے اور میں موعود حضرت سید اسرار حسین صاحب مودودی ہسوانی  
رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے چلا ہوا تک کہ مجھے لقا و دیدارِ اسلامی سرکار کا پیرو  
مرشد قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل میں بلا کسی خطرہ ضعف و بیماری وغیرہ کے  
خوش نصیبی سے حاصل ہوا۔ اور میں نہال ہو گیا۔ مابقی حال دیدنی تھا نہ گفتنی مگر اُس کی  
یابست خفیف اشارہ اس بیت سے کر دیا جاتا ہے کہ

جلوہ حسن یارِ من آئینہ خدا نما  
برخ اوجیاں نگر عین جمال کبریا  
با آئینہ کرسی بسوئے عرش پر پدیم  
تا حی را دیدیم بقیوم رسیدیم

ہیں جو معرفت، تقرب و اعتقاد کو سرکاری رذوی الماقتدار اسلمی کی۔ عارف نامل معرفت ذات پاک  
 سہمی کے واسطے ملی اور عشا ہوتی ہے یہیں قائم ہوں اور قائم رہوں گا۔ اور یہ دلیل  
 ذات بیست نہیں ہے کہ ذات کو ذات ہی خوب پہچانتی ہے۔

است برتر ازینل و قیس و گمان و ہم

و نہ ہر تہہ خود زندہ ایم شنیدیم گفتہ ایم

دین محمد، محرم، محرم، شہد، یوم نشینہ

## حکایت

مریدوں اور معتقدوں کی رہنمائی کے لئے سخت خطرناک  
 مصائب گوارا کرنا۔ معہ تخریص و ضرر مسجد و پابندی جماعت

آپ کو نصف اس قدر ہو گیا تھا کہ نہ خانقاہ ہی میں پڑھتے تھے مسجد میں نہ جاسکتے  
 تھے۔ ایک روز آپ نے بشیر میاں کو بھیج کر مجھے بلوایا میں نماز کو مسجد میں اٹھ چکا تھا فوراً  
 حاضر ہوا۔ آپ خانقاہ میں بیٹھے تھے فرمایا میں زندہ بیٹھا رہوں اور مسجد میں جماعت نہ ہو  
 تو زندہ کیسے رہوں گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو ہر وقت حاضر ہوتا ہوں فرمایا ہاں تم  
 تو آتے ہو عرس کا بہت کام ہی اگر کسی وقت نہ فرصت ملے تو کیا کوئی آدمی مسجد میں نماز پڑھا دیکھا  
 جس سے لوگوں کی نماز نہ ہو۔ کیا گھر میں کوئی ایسا نہیں ہے جو نماز پڑھا لے۔

آپ کو جب تک وقت تھی باد ہو دے کہ آنت اترتی تھی مگر مسجد جا کر نماز پڑھتے تھے  
 ایک روز آنت اترتی ہوئی تھی اور نماز کا وقت آگیا۔ کہا کہ مجھے کوٹھا کر مسجد میں نماز پڑھنے  
 بٹھا دو۔ اکثر آپ چلتے میں گر پڑتے تھے چوٹ لگ جاتی تھی۔ ایک دن آپ گر پڑے  
 تھے اور آپ کے ہاتھ میں زخم ہو گیا تھا آپ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا کہ ہم حل گئے تھے



میں نے عرض کیا کہ آپ چٹے میں گر پڑے ہیں یہ چوٹ کا اثر ہے آپ کا ہے کوہنٹ  
ہیں تو فرمایا۔ ع

دل نہیں مانتا ہی عشق سے باز آنے کو

بے سجدے قرار نہیں پڑتا ہے۔

آپ کو ادنیٰ داعی اپنے سب مریدوں معقدہ دل سے محبت اور عشق تھا۔ اور  
بغیر آپ کی شرکت جماعت کے ہی روحانیت و دلوں کوئی رہتی نہیں جس سے جانورین  
کاوٹا اور لہقت رہتا تھا اور آپ کو اس ٹوسے اور دید کی بدولت نہیں تھی۔ اور  
آپ کے نہ جانے سے دیر غائب ہیں بھی فرزند پڑتا تھا۔ جس سبب غریب سے آنکھیں پر  
ہونے میں وقت ہوتی تھی۔ عایوں کی طرح جانوری کا نام نہ ہو جاتا تھا۔ اور جو آپ کے  
کو بند رعبہ سیدھے حلقہ کے فیض پہنچاتے تھے وہ بھی رہ جاتا تھا اور پھر میں شرکت جو حد  
اور نری سجد کا فعلی و غلط نام نہ ہو جاتا تھا۔ یہی وہ شوق بازی ہی جس کی طرف آپ نے اشارہ  
فرمایا ہی کہ ع دل نہیں مانتا ہی عشق سے باز آنے کو

اس کا یہ مطلب نہیں ہی کہ جس سے آپ کو ذاتی عشق تھا وہ سجد ہی میں ملتا تھا اور کسی مقام  
پر نہیں آسکتا تھا۔ آپ تو ماشاء اللہ ہر وقت اور ہر خطہ ہر مقام پر مشغولی۔ لی مع اللہ  
سے سرفراز رہتے تھے اور جسم اور محسوسات ظاہری سے قایم رہتے تھے۔ یہی تو  
وجہ تھی کہ جس سے زخموں کا آپ کو علم تک بھی نہیں ہوتا تھا اور آپ کے باطن کا شہاب  
ظاہری اعضا کی پیری کا کچھ خیال بھی نہیں کرتا تھا۔ اسی وجہ سے ظاہری کلفتیں  
پہنچتی تھیں اور ان کو آپ دوسروں کے لئے اختیار کر لیتے تھے۔

دین محمد عفی عنہ

۴ محرم الحرام ۱۲۲۵ھ

روزمرہ کے حالات مع اصلاح متعلق ایک محفل سماع کے  
جس میں شور و شغب تکلیف دہ بڑھ گیا تھا۔

سوم گرام میں آپ مغرب کی نماز کے بعد مسجد کے دکھن طرف بیٹھ کر نوافل معمر بنی موز  
کی پڑھ لیتے تھے اور بارے میں حجرے میں جا کر نوافل پڑھتے تھے۔ دروازہ بند  
کر لیتے تھے جو کچھ وظیفہ پڑھنا ہوتا تھا تسبیح پر پڑھتے تھے۔ بعد ازاں تسبیح کو کھوٹی پر  
لٹکا دیتے تھے۔ آخر عمر میں ایک چھوٹا سا گھار دی کا بنا لیا تھا اسی پر بیٹھ کر نوافل  
وغیرہ پڑھتے تھے۔ جو کچھ وظیفہ پڑھنا ہوتا تھا اسی پر بیٹھ کر پڑھ لیتے تھے اور تکیہ  
پیچھے لگا دیتے تھے۔ ضعف کی وجہ سے بے تکیہ کے بیٹھائیں جاتا تھا۔ اگر حسب  
پڑھنے سے فراغت ہوتی تھی تکیہ ہلنگ کے نیچے کر دیتے تھے۔ اور گہا بھی نہ کر کے  
ہلنگ کے نیچے رکھ دیتے تھے۔ حجرہ کا دروازہ کھلواتے تھے کھجور کی پٹائی بھی تھی حجرے  
میں اسی پر بیٹھے رہتے تھے۔ لوگوں کی موجودگی میں کبھی تسبیح ہاتھ میں لے کر نہیں پڑھتے  
تھے۔ ف۔ اس میں کوئی بات قابل توضیح نہیں ہے سو اسے اس ادا کے کہ تسبیح  
بالمواہبہ ہاتھ میں لے کر نہیں پڑھی جاتی ہے۔

اور شرب کو تہجد کے واسطے اس طور پر آپ آہستہ سے اٹھتے تھے کہ جو ہلنگ  
کے قریب سوتا تھا اس کو بھی اطلاع نہ ہوتی تھی۔ آخر عمر میں انیسویں شب ذیقعدہ کو  
رات بھر محفل سماع میں ساکت بیٹھے رہتے تھے۔ مگر آخر شب میں اٹھ کر مسجد میں جا کر  
نماز تہجد پڑھتے تھے۔ پھر اگر محفل میں بیٹھ جاتے تھے ایک جلسہ سے محفل میں بیٹھے رہتے  
کبھی سماع میں اگر کچھ حالت طاری ہوتی تھی تو چسا اور اوڑھ کر بیٹھ کر ساکت رہ دیا کرتے  
تھے اور محفل میں جب آپ بیٹھے تھے اور نماز کا وقت آ جاتا تھا تو موزن اذان کہتے  
تھے۔ آپ سماع کو موزن کر کے مسجد چلے جاتے تھے۔ ف کوئی بات توضیح طلب نہیں ہے۔

ایک مرتبہ مدرس کی شب میں کھانے کی قسیم سے فراغت کر کے سب میں محفل میں حاضر ہوا تو آپ کو محفل میں نہیں دیکھا۔ مسجد میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ یہ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ عرض کیا کہ خلاف عادت آپ محفل سے کیوں اٹھ آئے فرمایا لوگوں کو حال حال پر ہی مجھ کو گھڑے ہونے کی طاقت نہیں اس سے میں چلا آیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ غرر کے سرہانے غلام گردش میں بیٹھیں میں میں قوال بلا دیتا گا۔ وہیں بیٹھ کر نہیں آپ اٹھ کر غلام گردش میں بیٹھیں ایک قوال بلا لایا وہ آکر کھانے لگا محفل میں یہ حال حرم ہوا تو محفل میں قوال نکلا۔ باہر اس نے گانا بن کر دیا۔ و سب قوال محفل سے اٹھ کر اسی طرف چلے گئے۔ مگر ہر کسی کو حال وہاں نہ آیا سب چھپکے بیٹھے نہ گئے۔ آپ کے آداب کے ثریات صمد محفل میں اپنی ناگواری کا ظہور نہ فرمایا اور حال و قول کو خود نہ روک کر اٹھ کر مسجد کو چڑ گئی اور محفل کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ اب یہ کہ دوسری جگہ سال کیوں نہیں آیا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں حضرت عدم حرکت فرماتے تھے کے لئے متصرف ہے۔ کیوں کہ اسی لئے جگہ بدلی گئی تھی وہاں کس کے حال اور حال آسکتا تھا۔ سب بیٹھے اپنی تکلیف وہی باقیہ پر چھپاتے رہے اور حال کا آنا اختیار ہی بھی نہیں ہی اس لئے حال کے نہ آنے پر کچھ اعتراض نہ ہونا چاہیے۔ البتہ حضرت شیخ کو جائز ہے کہ وہ محفل کو روکیں یا بدلیں یا کسی حال پر اصل کے لئے مؤخر ہوں۔ دین محمد عفی عنہ ۲ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ

(مناقب)

## نماز پڑھانے کے لئے ایک آدمی مقرر کیا جانا

ایک مرتبہ آپ کی انتہائی ہوائی تھی بیٹھے ہوئے تھے نماز کا وقت آگیا مسجد میں جماعت کا انتظام ہوا آپ نے فرمایا کہ ہم کو بھی مسجد میں چلو جماعت سے نماز



بڑھ گئے۔ پھر جب باقیوں پر اٹھا کر آپ کوٹ گئے۔ آپ نے جماعت سے نہ بڑھی  
 آپ نے نہ گریہ نہ لپ بولیں پہلے پھر نے سے بالکل معذرت ہو گئے تو خفا نہ ہو کر  
 یہ سب گزرا کہ ایک آدمی اسے ساتھ لے کر چلا گیا اور ہم کو بھی  
 سوار کیا گیا۔ یہ وہی ہے۔ چنانچہ آپ ہی کیا گیا۔

وہاں کے حضرت سے جہاں ذکر یافتہ ہیں یہ دوسرے ماریہ کی وجہ  
 سے پہلے سے نہیں سنا ہے۔ یہ وہی معاذ ہیں پر سہو اور سہیل کا پردہ ڈال کر ایک شخص  
 سے کہتا ہے کہ یہ وہی ہے۔ یہ بھی تمام کچھ ہی مگر اس حال میں امامت  
 کی بات نہیں ہے۔

### دعوت

آپ کی امامت سے مزار یا حجاب کے اولاد ہونا

میں سید محمد سعید صاحب اس کے راوی ہیں کہ ایک مرتبہ نواب سردار یا حجاب کے  
 حیدر آباد سے شہر آباد میں تشریف لائے۔ اور پچھونوں حضرت کی خدمت میں رہے چوں کہ  
 نواب صاحب کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ چنانچہ وقت حضرت سے عرض کرایا کہ لڑکے کے  
 واسطے دعا فرمائیں تو آپ نے انار ان کو کھانے کو دیا اس انار کے استعمال سے  
 اس کے لڑکا ہوا اور بفضلہ تعالیٰ اس وقت زندہ موجود ہے اور نہایت سعادت مند ہے۔

تذکرہ بارہن کے کہ آپ کی توجہ سے آپ کے مریدین کا خاتمہ بخیر ہوتا ہے

آپ کی توجہ سے آپ کے مریدین آخر وقت میں آپ کے فیض سے پاک ہو کر مر  
 اور خاتمہ بخیر ہوا۔ چنانچہ کریم بخش پہلے شیوہ تھے رشتی ہوئے۔ اور آپ سے بیعت کی  
 وہ غدر کے زمانہ سے میرے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے اور سب کام کرتے تھے وہ نماز

کے بھی ابتداء میں پابند نہ تھے اور لنگی مروت باندھے رہتے تھے۔ اُن کو بخار آیا۔  
 مہل دیا گیا۔ اس سال جاری ہوئے ایسے کہ تمام جسم سرد ہو گیا اور حالت نزع پیدا ہوئی  
 آدمی سے کہا کہ میرا بدن صاف کر کے پانچا نہ بنادے۔ اُس نے جسم پاک کر کے پانچو نہ  
 بنادیا۔ اپنے ہاتھ سے گھسنے کو دیکھا کہ کھلا تو نہیں ہے۔ اور مجھ سے کہا کہ میری نبض، قیلا  
 ہو گئی اور زبان بھی کام نہیں دیتی ہے۔ آپ کے کائنات سب بستہ ہیں بندھے ہوئے ہیں  
 کہا کہ نیا کام ہوتی بات میں یہ وقت ایسا ہی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اُنھوں سے  
 کھڑی رہ سکوت کیا پھر توبہ خود کی اور کلمہ طیب پڑھا اور اللہ کے لئے جس قدر  
 ضعف بڑھتا آواز کم ہوتی جاتی تھی مگر اللہ اللہ زبان پر جاری تھا جو لوگ وہاں کھڑے  
 تھے اُنھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا نام بھی ایسا ہی کرے۔ چنانچہ اللہ ہی کے نام پر اُن کا  
 ختمہ بانجیر ہو گیا۔ میری بیانی تھی اُس کو بھی آپ ہی سے بیعت تھی ۲۲ برس کی عمر میں تب  
 محرقہ پیدا ہوئی۔ بہت کچھ علاج کیا مگر حالت برتر نہ ہو گئی۔ یہاں تک کہ ذائقہ کا ہیذا گیا  
 میں رات کو اُس کو دیکھنے جاتا تھا اور علی الصبح دنگہ میں حاضر ہو کر کام کرتا تھا۔ ۳۰  
 ذیقعدہ کی آگئی صبح کو میں نے اُس سے کہا کہ اب میں تہ آسکوں گا۔ خیر آباد جاتا ہوں اُس نے  
 کہا آپ چلیں میں بھی وہاں آتی ہوں چنانچہ وہ خیر آباد میں حاضر ہوئی جس وقت خیر آباد آئی  
 سڑک ہو گئی۔ میری والدہ زندہ تھیں اور میں بھی زندہ تھیں وہ اُس کو پکارتی تھیں وہ کوئی  
 جواب نہ دیتی تھی وہ روتے لگتی تھیں۔ ایک دن میں گیا آواز دی۔ مجھ سے کہا میں عرصہ سے  
 بیمار ہوں۔ یہاں حاضر ہونے سے آرام ملا ہے۔ چپ لٹی رہتی ہوں۔ یہ دو آدمی مجھے بار بار  
 پکارتے ہیں اور روتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تمہارے سکوت سے ماں اور نانی پریشان ہوتی ہیں تم  
 جواب دے دیا کرو وہ نہ روئیں۔ چنانچہ مجھ کو خیال تھا کہ عرس ہی میں اس کا  
 خاتمہ ہوا تو بہت پریشانی ہو گئی۔ خدا کی قدرت اسی حالت میں عرس بھر زندہ رہی۔ کا کوری کے  
 پیر زادہ صاحب خیر آباد آئے ہوئے تھے۔ زبیر الدین اُس کے شوہر اُن سے تعویذ

لکھوا کر دست در زدہ کیا کہ اس کو تعویذ پہن دیں۔ اُس نے آنکھ کھولی اور پوچھا کہ  
 یہ کیا پتہ پائی ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ کانورس کے پرزادہ صاحب سے یہ تعویذ دیا ہی اُس نے  
 لکھا تھا کہ ان کے صاحب سے میرے پرکاشی ہیں۔ یہ سن کر کہ غرس ہو گیا۔ ۲۵ ذیقعدہ کو  
 میں اس کے گھر گیا تو وہاں بی بی ماریہ زہرا باہن و سیر کرتی تھیں۔ کہہ نہیں سکتے ہیں یہ حالت  
 کھنکھاتی ہوئی تھی۔ یہاں سے منور کمرے میں چپ دیوہ بال ساکت تھی۔ صاحبزادیوں کا  
 شریف کے باہر چھٹی سی ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ باہر چپ تھیں آپ اگر اس کی  
 س اور بی بی کو سہیل سے رہیں۔ اور میں چپ تک میں درگاہ کے آکر بیٹھ گیا۔ حضرت رضی اللہ عنہ  
 بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور دیر کے بعد ایک عورت سے آکر مجھ سے کہا کہ بی بی آپ کو  
 بلاتی ہیں۔ میں آٹھ کھرا ہوا اور مزاریہ کے پاس گیا اس کے ہوش و حواس بالکل صحیح  
 دیکھے، درمیان میں مجھ سے کہا کہ ہم نے اس سے پوچھا کہ کو حضرت صاحب قبلہ قدس سرہ  
 اغریز سے بہت اعتقاد تھا تو نے حضرت کو دیکھا اس نے کہا کہ یہ کیا سامنے کھڑے ہیں  
 اور کہا کہ وہی طرف حضرت پران پر غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے  
 ہیں اور بائیں طرف حضرت خوابہ غریبہ نواز کھڑے ہوئے ہیں۔ میرے جانے سے پہلے  
 یہ کہہ چکی تھی جب میں پہنچا تو مجھ سے کہا کہ اب موت میں تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے کہا  
 بی بی اجمل تک ہمارا اختیار تھا کام کر لیا اب اللہ تعالیٰ ہی کا اختیار ہی اُس کے شوہر  
 بھی کھڑے تھے اُن کے سامنے ہاتھ باندھے گویا قصور معاف کرایا اُنھوں نے قصور  
 معاف کیا۔ مجھ سے فقط یہ کہا کہ ولاد آپ کے سپرد کرتی ہوں اُسی وقت حضرت رضی اللہ عنہ  
 بھی تشریف لے گئے اور اُس کے سامنے چار پائی پر بیٹھ گئے آنکھیں بند کر لیں اُس نے پکارا  
 کہ کلمہ طیبہ پڑھا اور زور سے اللہ اللہ کہنے لگی اور اللہ ہی کے نام سے ختم ہو گیا۔ میں نے  
 آپ سے عرض کیا کہ ۳۳ برس ہم نے پالا تھا اب آپ کی امانت آپ کے سپرد ہی اور باہر  
 چلا آیا۔ آپ بھی باہر تشریف لے آئے پھانک میں بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا کہ یہ لڑکی ہماری



ہمان تھی اُس کی تجنیز و تکفین کا اہتمام میں ہی کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ مالک  
 ہیں چنانچہ سب سامان آپ نے خود کیا۔ کچھ دن رہے جنازہ طیارہ ہو گیا۔ اٹھ کر درگاہ  
 شریف میں لائے اور فرار شریف کے پائیں مسجد کے قریب رکھ دیا۔ لکھنؤ تیار دیا تھا نقین  
 تھا کہ کچھ اعزاز ضرور آویں گے۔ لکھنؤ کی ریل مغرب کے بعد آتی تھی اُس کا انتظار تھا کہ لوگ  
 لکھنؤ سے آجادیں تب تازہ پڑھی جاوے مغرب کا وقت آگیا، در تازہ مغرب کی پڑھ لی گئی۔  
 حضرت حسب عادت نوافل پڑھتے رہے۔ بعد فراغت مگر بیٹھے اور مجھ سے فرمایا اس ٹرکی  
 نے بڑی مردی کی۔ مردوں پر بھی سبقت لے گئی۔ اور مجھ سے فرمایا کہ سورہ قیامتہ اور سورہ  
 دھرا اور سورہ مملک پڑھو۔ میں نے تعمیل کی جب پڑھ چکا تو ریل آ گئی۔ تازہ جنازہ پڑھی اُس  
 کے بعد دفن کر دیا۔

ف۔ حضرت شیخ کے موابہد میں انتقال اور انھیں کے ہاتھوں میں تجنیز و تکفین اور ان کی  
 زبان اقدس سے تعریف۔ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔

## غریبوں کی آویھگت و اُمرائے سے نفرت و راسی میں خلافت اور مجازیت کی بحث

حضرت رفی اللہ عنہ جو غریب اور درگاہ شریف میں حاضر ہوتے تھے اُن پر بہت مہربانی فرماتے  
 تھے۔ اُمراء کی طرف التفات بہت کم کرتے تھے۔ حیدر آباد کن سے اگر کوئی غریب آدمی آتا  
 تھا بعد عرس کے اُس کو ٹھہراتے تھے۔ جب رخصت کرنے تھے تو چائے کے باہر جا کر فاتحہ  
 خیر پڑھ کر رخصت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نواب غور شید جاہ بہادر جو مرزا امرا دہلیک  
 صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حیدر آباد کے امیر کبیر تھے وہ حیدر آباد حاضر ہوئے  
 تھے اُس وقت میں لکھنؤ میں تھا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ وہ حجرے میں آپ کی خدمت میں

ساتر سوست اور آپ سے مل کر دریافت کیا کہ مرزا احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا شیخ الشیخ الاسلام  
 کے بلند تھے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اُس وقت انھوں نے عرض کیا کیا آپ خلیفہ ہیں آپ  
 نے فرمایا نہیں یہ بار جو آپ سے فرمایا وجہ یہ ہے کہ آپ اس کے قایل تھے کہ خلیفہ وہ ہی  
 ہیں جس کی سب صفات بالفعل موجود ہوں۔ وہ پاسے نہیں جاتے تھے پورے۔  
 اس لیے سب سے پہلے ان کو یہ جواب دیا۔

نواب تھوڑے شبہ یاہ سے راہ کیا کہ تیرے دین جو زیارت بزرگوں کی ہیں۔  
 وہ سب بڑے بڑے ورجہ عاشر شہر میں عمدہ ہوں وہ دیکھ لیں چنانچہ میاں سید  
 ہادی صاحب نے جو موجود حضرت شیخ احمد مدنی کے بیٹے تھے وہ ان کے ساتھ  
 رہے اور سب سے پہلے ان کے پاس چلے گئے میں حیب کھنوسے آیا اور خدمت شریف میں حاضر ہوا تو  
 آپ نے مجھ سے فرمایا کہ بادی میں کا یہ فعل ہم کو اچھا نہیں معلوم ہوا وہ بڑے دینی  
 تھے ان کو سب سے پہلے جانے والے بیت تھے۔ اس قدر آپ کو اُمرا سے گہرے تھے۔

ہ۔ سرکارِ خانہ نعت و قطبہ اسلمیہ کو غریبوں کے ساتھ اُلفت و اعتبار جنیت نفلی  
 کے تھے کیوں کہ آپ بھی تو بے مثل غریب اور نادار تھے۔ اب رہی مرا کی جانب سے دلی  
 نفرت وہ حتیٰ کریم اس قدر کہ کسی طبقہ امارت و لی شخصیت کا وہ حق زائل کیا جاوے جس کا  
 عند اللہ وہ مستحق ہے۔ جس کا تلامذہ یہ ہوا کہ آپ میں ہر چیز درجہ عتدال پر تھی اسی لئے  
 آپ کے ارشادات اور کلمات طہات کا کلی اور ایک بہت دلکش تھا۔ اسی معاملہ میں اگر کوئی  
 کامل کیا جاوے تو درحالیہ کہ امیروں سے آپ کی نفرت اچھی طرح سے ثابت ہی تو جو  
 مکالمہ آپ کا کسی امیر سے ہوا اُس کی بنیاد پر ایک عمل درآمد کا مشہور کیا جاتا کہ سلسلہ حاقطیہ  
 سلیمانہ میں کوئی خلیفہ نہیں کیا جاتا ہی۔ کیا حیرت انگیز ہے جس سے اس سلسلہ مقدس  
 کے ختم ہو جانے کا گمان ناواقف کو ہو سکتا ہی۔ حالانکہ سلسلہ سلیمانہ کی بالخصوص شاخ  
 حاقطیہ کا فیضان قیامت تک ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اُس کی تشفی کے لئے ذیل میں تفسیر

مکالمہ کرنا لازمی ہو گیا وہ قابل ملاحظہ ہے۔ اور ملاحظہ کی جانب انعطاف تو بہات کے لئے  
حضرت مولانا مولوی رومی رضی اللہ عنہ کی تحریک پیش کی جاتی ہو کہ

حضرت مولانا

انچہ حق آموخت کرم پیلہ را

ہیچ پیلے داند آں گول حیلہ را

عاشقانہ جواب منجانب نواب صاحب صرف ایک مصرع سے ہو سکتا تھا کہ

جواب تلخ می زبید لب لعل شکر خارا

گر وہ خاموش رہے معاملہ سے صورتِ محال پکڑی مجھے اُس کا تبصرہ کرنا پڑا۔

**شیخ تفسیر تشریح کلمات طیبہ خیر و نعت سرکارِ اسلامیہ خلیفہ حافلہ**

(۱) نواب صاحب خلافت جناب مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق و تسلیم کے ذریعہ

سے اپنی ذاتی امارت کا رعب تقرب مرزانیہ کے حیلہ سے سرکارِ اسلامیہ پر چلنے والے تھے

لہذا عارف، مل معرفت سرکارِ اسلامیہ نے بظاہر سوکھا اور ترش جواب دے کر اُن کو اُن کی

خودی سے نکالا اور عجیب و پندارِ ریاست سے نیچے اتار دے تاکہ خیر آبادی عاصری اُن

کی اہمیت اور استعداد کے موافق اُن کے لئے مقید ہو جاوے اور عین تفرقہ و تجدید بن جائے

(۲) اور آپ نے حضرت مرزا صاحب قبلہ کی خلافت اور خلیفیت کی نفی اس لئے فرمائی

کہ زور و قوت فیضانِ حافلہ نے اُن کی ہستی کو اُن میں باقی نہیں چھوڑا تھا۔ لہذا جب

مشادی گئی تھی تو خلف یا خلیفہ کیسے ہو سکتے تھے۔ وہ تو مجاز تھی یعنی اُن کی ہستی مجازاً

اُن کی سمجھی جاتی تھی۔ اور جو اس مکالمہ میں آپ نے خود اپنی خلیفیت یا خلافت کی نفی

فرمائی وہ ہضماً لفظ تھی یعنی بصیغہ اظہارِ انکار۔ مگر چوں کہ زبان مقدس عارف سے کوئی

کلمہ کسی حال میں خلافت تحقیق سرزد نہیں ہوتا ہے۔ لہذا خود اپنی نفی خلافت کے یہ معارف

ہوئے کہ باہمت تصرفِ پاک حافلہ نے اپنے آپ کو آپ میں بالکل بھریا تھا۔



یا یہ کہ جب حقت صاحب قہر سے حضرت امیر خسرو رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بابت سوال کیا گیا تب تو جواباً ارشاد ہوا تھا کہ خلیفہ کس کو کہتے وہ تو خود محبوب الہی تھے۔ اس لئے آپ کلیں صفت حافطیہ کی نظر ہو گئی تھی۔ اور ظاہر یہی کہ ذات میں تفرقہ نہیں ہے۔ پس جب کسی کے صفت کسی میں پورے طور پر رونق افروز ہو جاویں گی تو شخصیت ثانیہ شخصیت اول ہو جاوے گی۔ اس میں خلفیت اور خلافت کی گنجائش باقی نہیں رکھ سکتی ہے۔ لہذا آپ تو خود عین بڑے حافظ صاحب قہر ہو گئے تھے۔ آپ کہاں تھے جو خلیفہ ہوتے۔

۱۳۰۔ اب رہی آپ کی یہ رائے وہ بے شک صحیح ہے کہ جس وقت متخلف کی کل صفت خلیفہ میں ہیں تب وہ واقعی خلیفہ ہوگا۔ تو چوں کہ کل اپنی صفات کا کلی علم موصوف ہی کو ہو سکتا ہے اس لئے اس کی تاویل ہوگی کہ جب خود خلیفہ اپنے آپ میں متخلف کی کل صفت سماعت کرے اس وقت وہ اپنے آپ کو خلیفہ یقین کر سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے اور ظاہر کر سکتا ہے۔ حالاں کہ اس وقت کہنے اور بتانے کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ اس حالت میں گنجائش کی وجہ سے اشارہ درمیانی بھی فوت ہوگا۔ جانتے والے جو کچھ جانتے ہوں گے وہ خود ہی جان لیں گے کہ

اوبہا از ما بے نزدیک تر

واندا عکس کو نزدیک تر و خبر

یہ میرے نزدیک خداوند نعمت سرکارِ سلیم کی شان تھی۔ اب آگے نزاکت و لطافت مزاجی سرکارِ سلیم معلوم کر کے ذیل میں احقر متولف کا عرض حال ہے۔

آپ نے جو اپنے آپ نفی کی وہی ثوابات ہوا۔ اور اسی ضمن میں جناب مرزا صاحب

کا سا جھ ہوا۔

ہیں سے آنکھ چھپانا ذرا ادھر دیکھو  
ایسی جگہ رہو کہ نظر کا گذر نہ ہو

چھپا چھپا کے نظر بازیاں ہوں اور دل سے  
آنکھوں سے آؤ دل میں یہ خلوت کا ہی سماں

ان ارشادات اہلبیت نے خلافت حضرت آدم علیہ السلام کی جانب اچھا اشارہ کیا جس کی کافی توضیح تبصرہ میں کی گئی۔ کاش شیطان کو یگانگیت حضرت آدم علیہ السلام کا علم ہوتا تو شاید وہ سجدہ کرتے ہیں نہ چوکتا مگر وہ تو علحدہ و دوسرا سمجھا تھا۔

مگر ہاں اس کا احقر مولف ضرور قابل ہے کہ خانوادہ ہشتیہ نظامیہ فخریہ سلیمانیہ کی اس شاخ حافیہ میں خلافت کی تعلیم اور مہنگامہ آرائی مثل دیگر گروہوں فقرا کے نہیں ہے اس میں نہایت اخفا کے ساتھ بہت اہلینان کے بعد ایسی باریک اور ہمیں خلعت خلافت خلیفہ کو پہنائی جاتی ہے کہ بعض اوقات خود حضرت خلیفہ کو اس کا احساس نہیں ہوتا ہے جب بہت نوری پھیٹے مصور دیتا ہے تب صورت خلافت نظر آتی ہے۔

اختیار و جبرائشاں دیگر است  
قطرہا اندر صدف ہاگوہر است

دین محمدی عنہ ۵ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

(مناقب)

## در بارہ اہل علی میں امر کی عدم مدارات کا حال

ایک مرتبہ نواب خورشید جاہ مرحوم حاضر ہوئے۔ میں مسجد میں موجود تھا۔ سویرے ریل سے آئے تھے وہ مسجد میں حاضر ہوئے وضو کیا اور نماز پڑھی درگاہ شریف میں دیر تک حاضر رہے۔ پھر نکلے تو دریافت کیا کہ میاں صاحب قیام کہاں تشریف فرما ہیں آپ خانقاہ کے حجرے میں اس زمانہ میں رہتے تھے۔ اس روز وہ وقت آپ کے فراغت کر کے باہر آنے کا تھا۔ مگر اس دن وہیں بیٹھے رہے نواب خورشید جاہ بہادر وہیں حاضر ہوئے اور خالی پلنگ پر وہیں بیٹھ گئے اور آپ جو کی پر بیٹھے ہوئے تھے وہیں بیٹھے رہے۔ نواب خورشید جاہ دیر تک اندر آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔ بعد اعرض کیا

کہ خورتیں ساتھ ہیں ان کو بھی لاکر زیارت کراؤں آپ نے فرمایا بہتر یہی وہ سٹیشن پر گئے اور بیوی وغیرہ کو لے کر درگاہ میں حاضر ہوئے زیارت کے بعد ان کو اپنی ویاہ و دوسری بیوی کو امانت اور ان کو زیارت کرائی ان کو بھی لے گئے اس جھگڑے میں دوپہر ہو گئی۔ میاں سید خادم حسین صاحب نے کہا اُن کے واسطے پکوا یا تھا وہ ریل ہی پر بھیج دیا۔ اور وہیں سے وہ ریل سے روانہ ہو گئے۔ آپ نے کچھ مدارات اُن کی نہیں کی یہ حال آپ کا امرا کے ساتھ تھا۔

ف۔ امراء کے ساتھ حضرات فقرائے کرام کی یہی مدارات بہت ہی کہ اُن کو کسی وقتی ثلثاً ترقی اجراء سلسلہ وغیرہ کی وجہ سے داخل سلسلہ کر لیا جاوے اور اس کو جناب مرزا سردار بیگ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ نے انجام دیدیا تھا اور اُس کا راز سرکار اسیمہ کو معلوم تھا۔ لہذا سرکار ذوی الاقدار نے مدارات مزید نہیں برتی۔ اگر مدارات مزید کے برتاؤ کی توفیق اُن کو حق تعالیٰ فرماتا تو شاید مدارات مزید میں دریغ نہ کیا جاتا۔ غور طلب یہ مسئلہ ہے کہ جب بظاہر امراء داخل سلسلہ کے ساتھ آپ کا یہ حال تھا تو غیروں سے کس قدر ترک آپ کے مزاج میں ہوگا۔ اب رہی امیر تارک امارت کی قدر اُس میں سرکار کو ہرگز دریغ نہ تھا۔

## اسی ضمن کی دوسری حکایت یعنی امراء کی سرکار کی کرامت

وزیر صاحب مرحوم اس کے راوی ہیں کہ وزیر اشرف صاحب جو مہاراجہ تندر پرنیہ کے یہاں ملازم تھے اور آپ کے مرید تھے۔ وزیر اشرف نے آپ سے شکایت کی کہ تندر پرنیہ تختہ تقسیم کرنے میں جچہ چھ مہینہ لگا دیتے ہیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت کو نہایت غصہ آیا۔ اُس کی دوسری روز تندر پرنیہ شاد حضرت کی خدمت میں مسجد اردو شریف حاضر ہوئے اور کسی خاص وجہ سے اُن سے ملاقات ہوئی انہوں نے عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرمائیے تو آپ نے فرمایا کیا دعا کروں تمہارے بعد ایک مرتبہ دیوانی اور چلے گی۔



اُس کے بعد گل ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ف۔ اپنے نام لیوا مرید کی شکایت واقعے کی پرافروختگی نے آپ سے یہ کہلوادیا وہ آپ کچھ نہ فرماتے۔ زبہ غلام پروری۔ خواہ وہ ہونے والا تھا جو آپ نے فرمایا۔ یا آپ کے ارشاد فرمادینے سے واقع ہوا۔

(مناقب)

خوش حالوں کے بالعموم داخل سلسلہ کر کے بکثرت نیا کامیاب دینا

یہاں خیر آباد میں غوث محمد حلوائی تلافی کا کام کرتا تھا۔ زمین پور میں بھی وہی بٹائی کرتا تھا اور عرس میں بھی وہی آٹا وغیرہ تلاتا تھا کئی مرتبہ اُس نے آپ سے درخواست بیعت کی۔ آپ اُس کو فرماتے تھے کہ ڈاٹھی رکھ تو سلسلہ میں داخل کروں گا۔ ایک مرتبہ وہ آپ کے پیروں سے لپٹ گیا کہ سلسلہ میں داخل کر لیں اُس وقت بھی وہی فرمایا کہ ڈاٹھی رکھ لے۔ خیر اُس نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ میں آپ کی خدمت میں ایک دفعہ حاضر ہوا۔ آپ حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور دونوں ہاتھوں میں غلہ نکال کر لائے مجھ کو عنایت کیا میں گھر لے گیا اور مٹھور میں غلہ کے ڈال دیا۔ اس قدر برکت مجھ کو ہوئی کہ اس وقت تک میرے یہاں غلہ کم نہیں ہوتا۔

(تبصرہ)

ف۔ آپ کا سلوک ہر نفر کے ساتھ اعیان ثابت کی دید کے مطابق ہوتا تھا چنانچہ اُس دید نے آپ کو اُن تو لا صاحب کے داخل سلسلہ کرنے سے روکایا مثال کیا اور اُس شخص کی استعداد کو خود اُسی سے آپ نے ظاہر بھی کر دیا کہ وہ ڈاٹھی رکھانے پر قادر نہیں ہوا۔ جو ایک سہل کام تھا تو آئندہ اُس سے کیا امید ہو سکتی تھی۔ یہ صرف مثال کے شری حیلہ تھا۔ تاہم آپ نے

اُس کے مقصود کی عطا میں نخل نہیں فرمایا کہ اُس کی مطلوبہ برکت غلہ کو اُس کو مرحمت فرما دیا۔  
 کی جب ہی کہ محض برکت دینا حاصل کرنے کے لئے وہ مرید ہونا چاہتا ہو۔ یہ حکایت پکار رہی  
 ہے کہ جس امیر خوش حال کو خیاب نے داخل سلسلہ فرمایا ہے اُس پر آپ سے بڑی بہت  
 حریت فرمائی ہے۔

## (مناقب)

### انگریزی وضع سے آپ کو نفرت ہونے کی حکایت

انگریزی وضع بنانے سے آپ بہت ناراض ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ عبد الغفار قوال  
 بوٹ پن کر آپ کے پاس آئے آپ نے فرمایا میاں تم نے بھی اپنا پر سور کے منہ میں ڈال دیا  
 اور آپ خود بھی برس ملکی پہنتے تھے۔ انگریزوں اور پانچامہ اور دوپٹی ٹوپی استعمال فرماتے  
 تھے۔ کوئی وضع یا کس میں وہی نہ کرتے تھے جیسی اس زمانہ میں درویش کرتے ہیں۔

## تکصیر

ف جس زم کی وضع کوئی اختیار کرتا ہی وہ اکثر اُس قوم کی طرف میل ہونے سے  
 واقع ہوتا ہی۔ اس کے لئے حدیث بھی وارد ہے۔ لہذا جب لشاری کی وضع اختیار کی جاوے گی  
 تو اُن سے خوب یا میل ثابت ہوگا اور اس کی مسلمانوں کو ضرورت نہیں ہی بلکہ بُرا ہی۔ اس لئے  
 آپ بھی ممانعت فرماتے تھے اور بڑے حافظ صاحب قبلہ کا بھی یہی حال تھا۔ دوسرے تبدیل وضع  
 آیا و ایجاد ایک بہت بڑے تون کی بھی دلیل ہے اور ظاہر ہے کہ بہت تلون وضعی سلوک کے خلاف  
 ہے۔ آباد و ایجاد کے رنگ پر قائم رہنا ایک بڑی وضع داری اور مستقل مزاجی اور دلیل استقلال ہے  
 دیکھو وہی قریش جو کفر کو صیغہ وضع داری آباد و ایجاد میں پکڑے ہوئے تھے مگر جب انھوں نے  
 اُس کو چھوڑا اور اسلام میں داخل ہوئے تو اُس اسلام کو ایمان نہ ہا کہ جانیں دیدیں اور آخر کالم  
 اُس کو تشرق سے غریب تک پہنچا دیا۔ مگر ساتھ ہی اس کی بڑی وضع سے اچھی وضع میں کہنے میں

مکلف بھی نہ کرنا چاہئے۔ اب رہا آپ کا درویشی وضع نہ اختیار کرنا کتمان کے لئے تھا۔ نہیں  
تھا کہ آپ کو اُس وضع سے نفرت ہو۔ اب رہا اپنے طالبین کو اختیار وضع درویشی سے روکنا  
یہ اس لئے تھا کہ جب اُس لباس کی قابلیت آجادے تو وہ اختیار کی جاوے تاکہ ریاکاشہ  
نہ باقی رہے۔  
درین محمد عفی عنہ ۱۰ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ

(مناقب)

## ترک تعظیم کی وجہ سے مخلوق عام یا خاص معتقدین سے گریز کرنا

### یہ بہت بُری بات اور مجاہدہ ہے اُس کی حکایت

سخت تر ریاضت آپ کی یہ تھی کہ بعد حضرت شیخ الاسلام کے وصال کے آپ نے خیر آباد  
ہی میں قیام رکھا۔ اگر آپ حیدر آباد جاتے تو لوگ بہت تعظیم کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ میاں سید  
خادم حسین صاحب قبیلہ مرحوم حیدر آباد میں عرصہ تک رہے تھے۔ تو اُن کی والدہ پریشان ہوئی  
آپ کو اُن کا خیال بہت تھا آپ حیدر آباد اُن کے لینے کو خود تشریف لے گئے۔ آپ کی عادت تھی  
جہاں جاتے تھے طلوع نہیں کرتے تھے۔ شیش سے اتر کے حضرت شاہ یوسف صاحب قبلہ حضرت  
شاہ شریف صاحب قبلہ رضی اللہ عنہما کے آستانہ شریف پر حاضر ہو کر اُس دن دس قیام فرما  
تھے۔ دوسرے دن مسجدِ ردو شریف تشریف لے جاتے تھے۔ اُس وقت آپ کو لوگوں کے  
تشریف لانے کا حال معلوم ہوا تھا۔ سب لوگ آکر ملاقات سے مشرف ہوتے تھے۔

فت۔ اپنے قدروانوں میں رہنا اور چیز ہی اور جہاں معقول آو بھگت نہ ہو وہاں  
قیام کرنا۔ اپنے آپ کو جیتے جی خاک میں ملانا ہی۔ اور یہ بہت بڑی نفس کشی عظیم الشان ہے  
اور مہر کا سلی اُس کے خاتم ہیں۔ اور یہ بات پوری دلیل ہے کہ آپ کو حیلنا یا صراحتہ کسی طرح اپنا  
یا اپنی شہی کا اظہار پسند نہیں تھا اور نہ آپ اپنی تعظیم کی کسی طرح شایق تھے۔ اور نہ مشغولی حق



مشفوق مخلوق سے کم سمجھنے پر آپ راضی ہونے والے تھے۔ یعنی حضرت بابا فرید گنج شکر  
 رضی اللہ عنہ نے جس اختصار کے لئے بعد سفر دور دراز اجماع کے مقام کو پسند فرمایا تھا وہ  
 نغما کی غرض خیر آباد شریف اپنے وطن الوٹ میں آپ سے پائی تھی۔ اور کیا عجب ہی  
 کہ اسی آپ کی پسند سے مزار حضرت شیخ رضی اللہ عنہ خیر آباد میں بنوایا ہو۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہئے  
 کہ کسی خیر و خیر والی ملک سلمان کی ریاست میں رہنے سے خواہ مخواہ والی ملک کا متبع بن کر رہنا  
 پسند اور تیرت سرکار اسلمی اس کو گوارا نہیں فرما سکتی تھی۔ بقول آنکہ دو پادشاہ درسی  
 نہ جہند۔ یہ دوسری وجہ عدم قیام کی ہوئی جس کے معارف احقر مولف کو ایک معظّم بزرگ حافظی  
 اسلمی کی سرکار سے ملے جنہوں نے بعد وصال شریف سرکار اسلمی سفر حیدر آباد دکن اس قسم  
 کی ایک ضرورت سے کیا تھا۔ چنانچہ وہ وہاں سے لوٹ کر آئے تو لوگوں نے اُن سے اُس  
 وقت کے وہاں کے درویشوں کا حال پوچھا تو مدوح نے جواب دیا کہ ہاں حیدر آباد میں درویش  
 تو ضرور ہیں مگر قریب قریب سب کا خدا و پال کا نواب ہی۔ دین محمد غنی عنہ ۷ محرم، محرم ۱۲۵۵ھ

غائب عظیم حیدر آباد کا اظہار و سجدہ ہی کا وقوع اور اس کی تفتیح و تبصرہ  
 ایک مرتبہ جناب مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں موعظہ مریدین کے حاضر ہوئے  
 اور سب سے کہا کہ سجدہ کرو اور خود بھی سجدہ میں گئے۔ آپ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ  
 الا باللہ اور اٹھ کر حجرے کے اندر چلے گئے۔ پھوڑی دیر کے بعد حجرے سے نکلے اور  
 مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھا۔

ہر مرتبہ اند و جود کے وارو

گر فرق مراتب نہ کئی زندیقی

عرض کیا کہ حضرت بار نے صدیق بنایا ہی نہ کہ زندیق۔ آپ سے فرمایا مرزا صاحب آپ  
 حضرت صاحب قیلہ قدس سرہ العزیز کے سامنے سجدہ کرتے تو کیا آپ خوش ہوتے مرزا صاحب

نے کہ اگر یہ کام کرتا تو آپ مار کر نکال دیتے۔ آپ نے فرمایا تو آپ شیخ کو حاضر نہیں جاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے سکوت فرمایا۔

ف۔ نفس سجدہ میں کوئی بحث نہیں ہے کیوں کہ وہ تعظیمی تھا اور یہ سجدہ زمرہ مشائخین کرام اور صوفیائے عظام میں رائج ہے جس کو تعظیماً سرزمین پر رکھا جانا یا رکھنا کہتے ہیں۔ البتہ اس کے رواج کو خیاب غریب نواز حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ نے عام طور پر پسند نہیں فرمایا ہے اسی لئے اظہار شکر رنجی سرکارِ اسلمی سے تھوڑے پر ہوا ہے۔ اس میں بوجہ اقبال مریدانِ خیاب مرزا صاحب قیام کو شاید کوئی تکلف ہو تو وہ حضرت کی لاجھول اہم خواندہ واقع ہو گیا۔ یعنی حولِ دقوت حضرت ساجد اور ان کے مقتدیوں کی باقی رہی اور جب سجدہ کی حولِ قوت متغیرہ کی تو سجدہ کی بھی من حیث المعایرت نفی ہو گئی۔

اب رہی بیت حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ وہ تہیہ عوام کے لئے ہے اور ہر جاں میں حضرت شیخ کو موجود و حاضر سمجھنا یہ اسلمی قائم مقامی حضرت شیخ کا نہیں ہے جو اپنے مستحق حضرت مرزا صاحب کے پاس پہنچ گیا۔

کچھ بھی ہو مگر خیاب مرزا سرورِ ریگ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ نے یہ صاف صاف بتلادیا کہ سرکارِ اسلمی صرف حلقی قلیف ہی نہیں ہیں بلکہ مسجود الخلفاء بھی ہیں اور یہ بالکل نئی اور عجیب بات ہے کہ نوکِ رسمِ عظیمی سجدہ کی حضرت خلفاء کے بامین سستی نہیں گئی ہے۔ نہ ہے غطت و شان و مدایح حضرت خواجہ حافظ سید شاہ محمد اسم صاحب قیام رضی اللہ عنہ اور جناب مرزا صاحب نے بھی بڑا کمال کیا کہ اپنے مریدین معتقدین کے سامنے بلکہ یہ معیت ان کی سرکارِ اسلمی کے روبرو سرزمین پر رکھ دیا۔

یہ زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود اور واضح رہے کہ بعض اوقات طالبِ صادق کی ذوقیہ بھڑاس بہت و جبروت حضرت شیخ کی وجہ سے ان کی ناسوتی موجودگی میں نہیں نکلتی ہے تو وہ بعد وصال شریف حضرت قائم مقام

اور یہ زادگان سے نکالی جاتی ہے۔ اندرین نمورت حضرت مرزا صاحب قباہ اس اظہار کے لئے  
اپنے ذوق سے بیور بھی تھے۔ اب اس کی صورت کی مخالفت حضرت بڑے صاحب قبلہ نے  
کی وہ بشریہ حضرت مور۔ جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ہے کہ جس قدر طالب  
دین تحقیق اور دید مرتب حضرت شیخ کی بابت ترقی ہوتی یا دے۔ اسی قدر ان کی عظمت و شہرت  
ترقی کرے۔ وہ طالب ادب شیخ کے سر پر مقام پر تحقیق رہے گا اور عقلمند ہوگا۔ آخر یہ  
تشریح حضرت مور نے ہی ہی علیہ رحمۃ کی بیت پر تم کی جاتی ہے کہ:

ایمان می فروشم بایک ادلے جاں

بمی بکن تو سجدہ باید رضائے جاں

حضرت مرزا صاحب نے فرق مرتب تو کیا کہ سرکار سلمیٰ کو اپنے سے بڑھایا۔ مگر سرکار  
سہمی عبدیت و انکار شعار بجا اس کی مجمع عام میں کیسے تسلیم فرما سکتے تھے۔ مگر تسلیم فرماتے تو  
ان کا دین ہو جاتا اور پردہ کتمن پھٹ جاتا۔ اور چوں کہ لوگوں کا ظہار عظیم سے باز آنا  
تھا۔ لہذا آپ نے وہاں کا قیام چھوڑ دیا۔ دین محمد عفی عنہ۔ ۶ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ

(مناقب)

## اسلمی استقامت کا ایک اعلیٰ نمونہ

الغرض حیدر آباد میں آپ کی بہت تعظیم کی جاتی تھی۔ مگر آپ نے وہاں سکونت نہیں  
اختیار کی قیام خیر آباد ہی میں رکھا اور گوشہ نشین رہے۔ غرض وغیرہ میں البتہ کہیں تشریف  
لے جاتے تھے۔ مگر قیام خیر آباد ہی میں رہتا تھا۔

ف۔ اہل دنیا جو اپنے آپ کو خدا کے تعالیٰ سے علیحدہ دوسرا سمجھتے ہیں ان کے یہ  
کام بھی اسی فہم سے ہوتے ہیں جو باطل مسک ہی اسی لئے ان کے اچھے سے اچھے کام  
بھی اٹلے اور باطل ہوئے ہیں۔ یہی سی بنیاد پر ان کی تعظیم و تکریم بھی الٹی اور بے موقع ہے۔ محل



اور باطل ہوتی ہو۔ لہذا طالب صادق اور ہوشیار مالک کو اُس سے اجتناب ضروری ہے  
لہذا آپ نے حیدرآباد کے قیام کو پسند نہ فرما کر اپنے تابعین معتقدین مریدین سالکین کو سبق  
دینے کے لئے اپنے اوپر یہ مصیبت اختیار فرمائی ورنہ آپ وہاں قیام فرما کر خدمتِ تعظیم کے لئے  
مستقیم پر قیام رہنے کی قوت رکھتے تھے۔ اب یہ کہ آپ مستقیم اور گوشہ نشین رہے سفرِ ظاہر اختیار  
نہیں فرمایا اُس کی خاص وجہ یہ ہو کہ مالِ کارِ سیر و سیاحت اور عمارتِ زردی کی دولت آپ کو سرکار  
حافظیہ سے پورے طور پر مرحمت ہو چکی تھی، ورنہ زیادہ تر اسی کے حاصل کرنے کے لئے سفر کی  
جاتا ہو۔ آپ کو سفرِ در وطن سے فرصت کہاں ملتی تھی کہ باہر کا سفر اختیار فرماتے۔

اب رہا بعض آستانوں کی حاضری کا سفر یہ صرف دولتِ گوشہ نشینی پر پردہ ڈالنے کے لئے  
تھا ورنہ آپ کو جو کچھ پاتا تھا وہ تو سن کل الوجہ اپنے مولا سے پا چکے تھے انھیں کے دروازے  
پر بیٹھ کر اپنی تمام زندگی سیر فرما دی۔ اسی کو استقامت کہتے ہیں جو یدِ رہا کرامت سے افضل ہے

### (مناقب)

## ادائے سنت حضرت محبوب الہی کا اہلی نمونہ

آپ ہمیشہ بچہ در رہے۔ نکاح نہیں کیا مگر والدہ بھانج اُن کی اولاد کی پرورش خود فرماتے  
تھے۔ سب کا آپ نے شادی بیاہ بھی کیا۔ بلکہ اُن کی اولاد کی شادی بیاہ کی تقریبات بھی  
ہر سال کرتے تھے مگر بظاہر کوئی آمدنی کی صورت نہ تھی۔

ف۔ مجرورہ کو تکفل عیال کے بارِ عظیم کو اپنے سر پر رکھنا۔ یہ منزل آپ پر ختم ہو گئی۔  
محض مجرورہ تو اُس وقت بھی دیکھے جاتے تھے اور آئندہ بھی دیکھے جانے کی امید ہی۔ مگر آپ کو  
سبارکِ تہجد کی مثال ملنا ناممکن ہی جس کی تائید حضرت مولانا رومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

دُر ویش است وہم صاحبِ عیال

در حالیکہ کوئی ذریعہ آمدنی کا نہ تھا اور کسی سے کچھ لیتے بھی نہ تھے تو اگر خیر آباد کی

اہل دنیا نے آپ کو ایک لکھتی سیٹھ یا کیسیا گہ سمجھا تو اُن کی کیا خطا ہے۔ اس سے زیادہ تو وہ سمجھ بھی نہیں سکتے تھے۔ اُن کو یہ کیا یقین ہو سکتا تھا کہ آپ تو زن خزانہ اسے غیب میں۔  
 یہ کہ اس غلط فہمی سے وہ فیوضات باطنی سے محروم رہے تو یہ کون سی بات ہے۔ کیونکہ ہمیشہ  
 چراغ کے نیچے اندھیرا رہتا ہے۔

(مناقب)

## آپ کا مخالفوں میں بسر کرنا

اہل خیر آپ کے مخالف تھے مگر آپ نے اس کی کچھ پروا کبھی نہ کی اور میں  
 بسر کرتے تھے اور کسی مخالف کی کبھی شکایت بھی نہیں فرمائی۔

ف۔ دولت معروف سلیمانہ کے آپ حاکم تھے وہ آپ کے پاس تھی مخالفوں  
 تا قدر دونوں واقفوں کے بیچ میں رہنے ہی سے تو اس کی پوری حفاظت ممکن تھی اسی لئے  
 جناب خداوند نعمت بڑے حافظ صاحب قیامت اپنے آپ کو خیر آباد ہی میں دفن بھی کرایا۔  
 اور سرکارِ داکیرہ نے وہیں قیام فرمایا۔

## عرس کی بے سرو سامانی اور اس کا قدرتی انتظام

انگریزی عملداری کے دوسرے سال تم آستانہ شریف پر حاضر تھے۔ اٹھ روپے وقفہ  
 تک عرس کا انتظام نہ تھا۔ میر محمد حسن خان کلکٹر جن کے قبضہ میں ایک تعلقہ بھی تھا حسب عادت  
 آستانہ شریف پر حاضر ہوتے۔ اٹھ بیویں تیغ لٹی دیکھا کہ عرس کا کچھ سامان نہیں ہی آپ کی خدمت  
 میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج اٹھا ہوں ہی اور کوئی سامان عرس کا نہیں ہی تو آپ نے فرمایا  
 کہ جیسی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہی ہوگا۔ اُسی وقت خان صاحب موصوف نے خود انتظام کر لیا اور عرس  
 شریف ہو گیا۔ ف۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی بھی تھی جو ظہور میں آگئی اور انشاء اللہ ہی مرضی

حق تعالیٰ کی قیامت تک قائم رہے گی۔ اور عرس ہو کر سنے گا۔

(مناقب)

## عالم تعلق میں رہ کر بے تعلقی اور عالم صورت میں نہ رہ کر بے صورتی

آپ کسی سے اشارہ نہ کیا تھا یہی اپنا حال نہیں فرماتے تھے اور میں تحریر فرماتے تھے۔  
فقط حیدرآباد سے نواب بھی الدولہ کی اول تحریریں آپ کے پاس آتی تھیں ان کو آپ جواب بھی  
دیتے تھے مگر کسی کام کی ان کو تکلیف نہیں دیتے تھے۔

ف۔ یہ عمل آپ کا عالم تعلق میں بے تعلقی کا نمونہ تھا۔ اور عین صورت میں شوق بے صورتی  
تھی براہ کل تقریریں اور تحریریں بہت ہوتی ہیں مگر کوئی باطن بے تعلقی یا بے صورتی نظر نہیں  
آتا ہی۔ اپنے جسم یا صورت سے اپنا کام نہ لینا یہ بڑی بے با مشق بے تعلقی و بے صورتی ہی۔  
حیدرآباد جا کر آپ نے درویشوں کی اہل دنیا سے متعلق ہونے کی مثال نیابتی حس کی  
وہاں کے لئے بہت ضرورت ہی۔

ایک مرتبہ آپ حیدرآباد کسی ضرورت سے گئے تھے نواب آسمان جاہ آپ کی خدمت  
میں حاضر ہوئے جب بیٹھ کر مکان پر گئے۔ تین سو روپیہ حکیم وزیر علی کے ہاتھ آپ کے لئے  
نذر بھیجی۔ آپ نے فرمایا مجھ کو حاجت نہیں ہے روپیہ واپس کر دیا جاوے جب حکیم صاحب مرحوم  
روپیہ واپس لے گئے تو نواب آسمان جاہ بہادر نے اس سے کہا کہ جا کر حضرت کی خدمت میں  
عرض کرو میں فقط امیر کبیر ہی نہیں ہوں بلکہ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شمس رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد  
بھی ہوں۔ میری نذر آپ ضرور قبول فرمادیں۔ حکیم صاحب نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر  
عرض کیا۔ آپ نے ایک روپیہ اس میں سے لے لیا کہ باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہونے  
کی وجہ سے یہ تبرک کافی ہے۔ اور روپیہ امارت کی وجہ سے ہی نہ لوں گا۔ چنانچہ نواب  
آسمان جاہ اکثر لوگوں سے کہتے تھے کہ ہندوستان سے عمار اور اکثر درویش یہاں آئے



اور سب روپیہ مل کر فتنے کی غرض سے یہاں آئے ایک ہی وہ ہیں جو روپیہ نہیں لیتے  
 وقت۔ یہ وقت قبول نذر و دونوں طریقے درویشوں میں باری رستے ہیں مگر نہیں معلوم  
 ویش کیا اب کیا ہو گیا ہے کہ اب کوئی راکھی شائع نہیں بناتا ہے۔ جس سے نفس درویشی کی بات  
 ہو رہی ہے۔ کیا مسلمانانِ مگر مسلمانانِ درستی کے بالکل یقین کرنے کا یہی آخری زمانہ ہے  
 ، خرم الحرام ،  
 (منافق)

## عرس کا اہتمام اور اس میں باوجود تعلق کے آپ کی تعلقی

اور حالات آپ کے لوگوں نے حیدرآباد میں دیکھے اور آپ کے معتقد ہوئے  
 ورنہ آپ سلسلہ جو ہے اسی زمانہ میں حیدرآباد میں آپ نے مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ  
 یہاں تو بہت اہتمام عرس کا ہوا ہے مگر درگاہ شریف کا کچھ خیال آپ نہیں کرتے۔ مرزا صاحب  
 نے عرض کیا کہ یہاں کچھ روپیہ متفرق چند رکھا جمع ہوتا ہے اور پانچ سو روپیہ خالی سرکار نظام  
 سے ہیں جو رقم آپ ارشاد کریں وہ خیر آج بھی جاوے آپ نے فرمایا سرکار سی رقم خیر آج  
 عرس میں بھیج دیا کرو۔ چنانچہ اُس وقت سے سرکار سی رقم یہاں آنے لگی۔ اور اہل حیدرآباد  
 سے سکیم فدیہ مل صاحب بھی مرید تھے وہ سو روپیہ سال عرس میں بھیجنے لگے درشیدی شہر بھی  
 سو روپیہ سال معرفت فتح اللہ بیگ صاحب مرحوم عرس میں بھیجنے لگے کچھ روپیہ اقبال الدولہ  
 بہادر مرحوم بھی عرس میں بھیجنے لگے۔ اور سید احمد رضوی کپتان اور ان کے بھائی بھی آپ کے  
 مرید تھے وہ بھی کچھ نذر عرس میں بھیجنے لگے۔ اُس وقت آپ نے فرمایا کہ عرس میں کچھ دن  
 بڑھا دینا چاہئے۔ میں نے عرض کیا کہ سولہویں تاریخ سے عرس کیا جائے اُس کو آپ نے  
 پسند کیا اور سرطویں اٹھارویں انیسویں تین شہین ہوئے لگیں کھانا بھی تین دن تقسیم ہونے  
 اور مجمع بھی بڑھنے لگا۔ آپ عرس کے مجمع سے بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ اٹھارویں  
 تاریخ صبح کو فرمایا کہ مجمع اب کے کم ہی تھیرے پر سے بہت بڑا مجمع ہونے لگا۔ میں نے عرض کیا

کہ حضرت اب تو جمع بہت سے خرچ بھی نہ ہونا چاہئے۔ فرمایا کہ کبھی عرس میں خرچ کی کمی ہونی ہی  
 میں نے عرض کیا کہ کبھی نہیں۔ فرمایا پھر کیوں مرے جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت ہم تو دلہا  
 دیکھتے ہیں ضرور آپ سے عرض کریں گے۔ آپ چپ ہو رہے۔ واقعی یہ ایک کرامت  
 حضرت شیخ الاسلام اور آپ کی کھلی ہوئی تھی کہ جب تک آپ موجود رہے جس قدر عرس میں  
 خرچ ہوتا تھا کسی سال آپ کی حیات میں ضرورت خرچ کی نہ پڑی بعد عرس کے سب کا پتہ  
 دیا جاتا تھا کبھی اگر کم ہوتے تو پانچ چار روپے۔ اور میں آپ سے حل عرض  
 کرتا تھا جو روپیہ کم ہونے لگے وہ فوراً آپ اپنے پاس سے دیدیتے تھے۔ میں سب عرس کا  
 حساب بے باق کر کے سینا پڑھتا تھا۔ اگر کسی کے کچھ پیسے باقی رہ گئے اور اُس نے میرے  
 بعد آپ سے کہہ دیا تو جب میں آتا تھا آپ فرماتے تھے کہ فلاں کے پیسے کیوں باقی رہ گئے۔  
 دے کے کیوں نہ گئے۔ میں عرض کر دیتا تھا سہوا اور اُس نے یاد ہی نہیں دلایا۔ ورنہ دے کر  
 جاتا۔ یہ ایک کھلی کرامت آپ کی تھی کہ جو کچھ عرس میں خرچ ہوتا تھا وہ پورا ہو جاتا تھا۔  
 یہاں تک کہ ایک سال یہاں محض تھا۔ میں ساٹھ من آٹا اکل کا پسا ہوا کھنوسے سے آیا  
 اللہ تعالیٰ نے اُس میں اس قدر برکت دی کہ عرس میں وہی کافی ہو گیا۔ جو کچھ سامان عرس  
 میں لیا جاتا تھا وہی تمام عرس کو کافی ہو جاتا تھا۔

ف۔ عرس خیر آباد شریف جس تنگ دامن شام سے ہوتا ہے وہ خود اپنی آپ  
 ہی نظیر ہو سکتا ہے۔ اگرچہ جمع بہت زیادہ ہوتا ہے مگر ابھی تک بقیہ اس میں کھانے کی  
 عام تقسیم جاری ہے۔ اور تخصیص طعام کی مشق سے بھی ابھی تک محفوظ ہے۔ ریاست حیدر آباد  
 کی رقم جو اس عرس شریف میں آکر شامل ہوتی ہے وہ قدرتی ہے۔ سرکارِ اسلمی کو خود بذاتِ خد  
 سرکارِ نظام سے کوئی تحریک وغیرہ نہیں کرنی پڑی ہے۔ اور دوسری رقوم جو حیدر آباد سے  
 آتی ہیں وہ دہندگان کی خود طبعی ہیں اُس کی بابت بھی سرکارِ اسلمی تحریک ذاتی سے محفوظ ہے  
 اس عرس شریف کا انتظام و اہتمام بالکل اس کا مصداق ہے کہ خدا خود میرا سامان است اربابِ لکھنؤ۔

البتہ میں غور کے قیوں فرائض والے آپ نہ وہ ہیں۔ مگر دنیا لیکر کل رقم وصول شدہ حسن ہیں  
کل لی ال سرف کر دینا ہی اور اس کے صرف کرنے میں اس قدر تحمل کی جاتی تھی کہ آخر تاریخ  
قرعے بعد والی کوں حضور پر وفہ فوتات اور وہ معہ اپنے اسباب کتاب کے حضرت مولانا  
پاویلی تھے نا اس صاحب کی تو میں نے کرم ف ہو جاتی تھی اور آپ اس کو اپنے بیچ کے استمنا  
پر نہیں لے سکتے تو آپ نے اس قبوں میں داخل ہو کر کھڑے کھڑے اور یہی آپ کی عنائی معاہ  
نام پر کات رہے ہیں وہاں میں شریف کی بدست تھی۔ اگرچہ ہم عالم صدقہ بندگان دین  
ست پر یہ ہو گیا کہ رسول کی درویشی میں سے یا اس پاک تھی کہ سال بھر کے مصارف حسن  
میں پڑا ہے پائیں۔ سب سے بڑی حسن کی رہی تو آپ نے دعوت عام مخلوق کے ایام اضافہ  
فرمادیا۔ یہ کہ آپ نے بڑے بڑے دوست خوش دوستے تو کیوں نہ خوش ہوئے کیوں کہ  
آپ کوئی مراسلات رسال نہیں فرماتے تھے نہ شرکت کے شرک ہوئے تھے نہ اشتہار وغیرہ پر  
کیا اسے تھے جو آقا قرشودہ میں قابل ہوتا ہے۔ چہ ایسی آما کیوں نہ قابل خوشی ہوتی۔

تَبَصُّرٌ مُتَعَلِّقٌ بِعَرَسِ شَرِيفٍ بِطَوْرٍ مُجْمَعٍ لِعَيْنِ مُخْتَصِرٍ هَالِكٍ

اتفاق سے دہل شریف سرکار اہلی عین عرس شریف کے ختم پر ایام ختم ت مل کر مولا  
جس کا باطنی یہ مطلب ہوا کہ ایسے بے حضرت بڑے عاقط صاحب قبلہ سے دہل تھے کہ تقریباً  
عرس کے ایام میں بھی تفرقہ نہیں واقع ہونے پایا آخر کار توسیع ایام عرس شریف کی گئی یعنی  
ایام ختم کی جانب بڑھائی گئی۔ اور اب قریب ایک ہفتہ کے مجمع ہوتا ہی اور دونوں عرس شریف  
مل کر ہوتے ہیں۔ تاریخیں اس کی یہ ہیں یعنی ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲ و یقیناً شریف  
اس اثناء ایام سے جو عمارت بڑھے اس کے شیدایان سرکار اہلی متکفل ہو گئے جن میں جناب  
حاجی غلام محمد کرمینہ بارگاہ اہلی عاصی و پر معاصی میں اگرچہ اس آستانہ عالیہ پر دیگر پیران عظام  
مسیوقین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فاتحہ اور عرس بھی ہمیشہ سے ہوتے ہیں جن میں فاتحہ سلیمانی



خاص ہی نگار سب سے بڑی تقریب سالانہ ہی جس میں شریف حافلہ کی اسلمی کی ہوتی ہے جس میں تمام چوکیاں قوالوں کی جمع ہوتی ہیں اور سماع کا خاص لطف ہوتا ہے اور سیکڑوں روپیہ قوالوں کو ملتا ہے۔ مگر حسن اتفاق سے پالامقرہ چوکی مخصوصہ میاں غفار ودانی کے ہاتھ رہتا ہے ہر دو عرسوں کے جو بالآخر ایک ہو گئے ہیں صندل شریف کی دنگاہ حضرت مخدوم نظام الدین عرف مخدوم اللہ دیا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جلسہ سماع کے ساتھ لانے کے اوقات نہایت مقبول ہوتے ہیں یعنی جب کہ ہزار یا آدمیوں کے مجمع کے ساتھ صندل شریف دنگاہ حافلہ اسلمی میں لایا جاتا ہے اور وہ اوقات بھی خاص قبولیت کے ہوتے ہیں جب ہر دو فرامات پر صندل شریف چڑھایا جاتا ہے کہ یہ اوقات ذوق عام کے ہیں۔ اب رہے اذواق محافل جن کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے وہ بھی استعداد سامعین کے موافق ہوتے رہتے ہیں۔ احتیاطاً اس ملاحظہ کو بابرکت کرنے کے لئے ذیل میں وہ صندل بھی تحریر کر دیئے جاتے ہیں جو ذوق کے لئے مخصوص ہیں۔

## صندل جناب بڑے حافظ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ کا

صیب خدا انتخا رولی کا	یہ صندل ہے فقط محمد علی کا
مرہ دل کو ملتا ہے تیرنگہ کا	جو پھبتیا ہے کاٹا کوئی اس گلی کا
ادھر سے جو نکلا وہ جنت کو پھولا	عجب مرتبہ ہے تمھاری گلی کا
تجلی سے رونمہ کے عالم ہے روشن	مہر فرارہ ہے اس کی گلی کا
مقد پر اپنے نہ کیونکر ہونا زش	کہ ہے چتر سر سایہ ایسے ولی کا

## صندل اسلمی مصنفہ جناب مولانا محمد ہادی علی خاں صاحب

شہید محبت ولی خدا کا      یہ صندل ہے اسلم شہاد لیا کا

بنی کا ہے منظر علی کا ہر وارث  
 نہں قلبِ انور میں ہی نورِ عرفان  
 محبت میں تیری عجب لطف پایا  
 خدا ہونہ کیوں اس پہ قریب ہوں کہ  
 مزارِ مبارک ہی با طورِ سینا  
 ترے در پہ محتاج آئے ہیں لاکھوں  
 کرم کا نظر مادی زار پر رکھ

ہمارا ہی مولا ولی ہے خدا کا  
 عیاں رخ پہ جلوہ ہی شانِ خدا کا  
 نہ خواہش و نہا کی نہ شکوہ و نہا کا  
 وہ چہرہ ہے آئینہ حسنِ خدا کا  
 وہ یا کعبہ دل ہے اہل صفا کا  
 تو بجا و ماوا ہے شاہ و گد کا  
 کہ خیر گریست تیرے کرم اور عطا کا

ترے پتے ہوئے آئے مشتاق لاکھوں  
بناد دل میں میرے گلِ یارِ فضاں  
پڑے گی نگہ طور پر کب ہماری  
مزا درد کا پایا اس دور پہ آکر  
گلی میں تری ٹھوکریں کھا رہے ہیں  
دم نزع اپنی جو صورت دکھاؤ  
زہ نہ تھیں کہہ رہا ہے سچا  
ترے دور پہ ہماری ہی عرفاں کا دریا  
پناہِ غریباں یہی آستان ہے

غلام محمد پہ کیجئے کرمِ اب  
ہو مارا ہوا حسرت و بے کسی کا

نوٹ - اب کے سال عرس ۱۳۸۵ء میں مذکورہ بالا خاص صندوق شریف پر بڑا ذوق رہا۔

صندوق قبلہ کوئٹہ کعبہ دارین سیدنا حضرت محمد علی صاحب الزمان

اٹھا آج صندوقِ خدا کے دلی کا  
ہو مخزنِ نظامی و نورِ سلیمان  
نرالا ہے دنیا سے مٹے ہمارا  
مجھے خلد میں بھی ملے یہ سرم  
عجب حسن و لکشمی خواجہ کا سرے  
کرم کی نظر بندہ پر ورا وھر بھی  
شہیدِ محبت سب اسلمی ہوں

شہنشاہِ عظیم محمد علی کا  
عیاں تم سے جلوہ ہی مولا علی کا  
خدا کا ہے محبوب پیارا نبی کا  
مزا میں نہ بھولوں تمہاری گلی کا  
مزا مجھ کو آیا ایسا عاشقی کا  
غلام محمد ہے عاشقِ علی کا  
کینہ ہوں بسندہ محمد علی کا



یادداشت - ۲۲ ذیقعدہ وقت صبح بعد نماز صلاہ شریف میں شریف ختم ہو جاتا ہے۔  
(مناقب)

## سامان سرمائی خود اور حفاظت ملبوس حافطی

حضرت رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب جاڑا آتا تھا گاڑھا کپڑا ہاتھ پوروں  
لیتے تھے خود بھی اُسی کی مرضی روئی دار پہننے لگتے اور اُسی کی پانچ پانچ رضا میں  
بنالیتے تھے ایک خود ہتھوں کرتے تھے۔ جب کوئی غریب آجاتا تھا وہ مرضی اس  
وسے دیتے تھے خود دوسری اوڑھ لیتے تھے۔ غرض جاڑے بھر بھی انتہا ملبوس رہتا تھا  
آخر سال پہلے کچھ نہیں بنوایا پانچ بعد وصال شریف کے کوئی ملبوس آپ کا نہ تھا۔  
فقط جو کپڑے جاڑے کے پہنے ہوئے تھے وہی تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کی کچھ گرمی  
اور کچھ جاڑے کا لباس یہ بھی رکھا ہی۔ بند کر کے صندوق میں رکھ دیے جاتے تھے  
چنانچہ وہ اب بھی ہیں۔ حضرت رضی اللہ عنہ کا کوئی کپڑا نہیں ہی۔ حضرت رضی اللہ عنہ حضرت  
شیخ الاسلام کے ملبوس کو سامان نکال کر اس میں عطر لگا کر پھر صندوق میں رکھ دیے تھے۔  
ف - نہایت تقویٰ اور رعایت احتیاط سے آپ کی درویشی آراستہ تھی محض  
مروسی کی ذمہ داری آپ کی ذمہ رہتی تھی باقی کل تحائف یا تحانوں سے آپ کا کچھ واسطہ  
نہیں تھا جو گھر والوں کے کام آتا تھا وہ کفایت متعلقین تھا جس کا دیا جانا فرض ہے۔  
باقی جو متعدد درختیاں بنوائی جاتی تھیں وہ کل آستان شریف کے مہمانوں کی آسائش  
اور راحت رسائی کی غرض سے تیار کرائی جاتی تھیں جن میں سے ایک مہمانوں کے  
طفیل میں آپ اوڑھتے جلتے تھے۔ اور اس کی گلی سٹوئی آجائے پر دیتے جاتے تھے  
یہاں تک کہ وہ ختم ہو جاتی تھیں اور وہ آسائش مہمانان کی چیز یا لائق خیرات پر جا کر ختم  
ہو جاتی تھی۔ یہ ذاتی آپ کے اجتہادات تھے دوسروں کی سمجھ میں کیے آسکتے تھے۔

اس عالم کا حساب کتاب آپ اسی عالم میں بھگتائے جاتے تھے۔ اتفاق سے انھیں  
 رضایہوں میں کی ایک رضائی بعد وصال شریف سلمیٰ صاحبہ بہادریہ صاحبہ کی غایت  
 سے مجھ کو معرفت کے بھی ہاتھ لگ گئی تھی۔ آپ سالک فناء و معصومیت تھے۔ پھر آپ  
 اپنا لباس کیوں چھوڑتے جس سے یہ تفرقہ قائم رہتا کہ یہ لباس خود حضرت کہی اور یہ لباس  
 بڑے حضرت کا۔ آپ کا تو عیوہ کوئی لباس ہی نہ تھا تو کیوں آپ اپنا لباس عیوہ چھوڑ  
 لیا جو بس جناب خداوند نعمت بڑے حافظ صاحب قبلہ کا ہے۔ اُسی کی آپ کی لباس  
 یقین کرنا چاہئے اور اس کی سند کا مل مشنوی شریف سے لے لیں چاہئے کہ

من کیم لبلا و لیسلا کسیت من      ہا دور و حیم آمد در یک بدن  
 اگر شریعت کی پردہ داری اور اظہار انکار کے سلوک کا بیاہ نہ نفور و پسند طرہ نما  
 تو شاید اپنا مزاج بھی علحدہ بنا آپ پسند نہ فرماتے

بس کنم کہ عافلاں را این بس است  
 یا نگ و و کردم اگر زردہ کس است  
 (مناقب)

بالآخر غذائے مکرر سلمیٰ کا حال اور اس پر روزہ داری

(بعض اوقات میں شریف کو متفرق میں اشعار خوانی اور گزشتہ روزی)

ور کھانے کی بھی آپ کی کیفیت تھی کہ آخر عمر میں دو تین تولہ غذا ایک وقت ہو جاتی  
 تھی۔ یہاں سید خادم حسین صاحب قبلہ مرحوم تھوڑا سا مالک اور دو انڈوں کی زردی  
 آپ کو کھلا دیتے تھے کہ قوت باقی رہے غذا پر لے نام ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ رمضان شریف  
 آیا لوگوں نے آپ سے کہا کہ روزہ رکھنے کی آپ میں قوت نہیں ہے۔ فرمایا نہیں روزہ

زیادہ قوت معدوم ہوتی تھی اور مجھ سے فرمایا کہ لوگ کہتے تھے کہ قوت نہیں ہی روزہ نہ رکھتے۔ ہم نے تو روزہ رکھا۔ کیا گھٹ گیا۔ آخر عمر میں آپ کو استغراق بہت بڑھ گیا تھا کچھ دن باقی رہے تھے آپ کی یہ حالت ہوتی تھی کہ کوئی بات آپ سے نہ کہہ سکے۔ شب کو یہ حال رہتا تھا کہ اکثر اشعار پڑھنا کرتے تھے اور دیا کرتے تھے۔ مسماۃ امان ایک ضعیف عورت آپ کی مرید تھی وہ آپ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتی تھی۔ آپ اکثر سفر فرمائی اس کو سنا یا کرتے تھے۔ وہ تو خود سمجھتی نہ تھی آپ خود دیا کرتے تھے جو کچھ آپ سے عرض کرنا ہوتا تھا صبح کو اشراق کے بعد آپ سے عرض کر لیتی تھی اس وقت آپ جواب صحیح فرماد فرماتے تھے۔ ایک روز دن کو آپ پھاٹک کے سامنے پائیاں پر بیٹھے تھے۔ حاضر ہوا سلام کیا۔ مصافحہ کیا۔ اس وقت ایک حالت ایسی تھی کہ آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ایک تم ہو کہ خدا خود ہی تمہارا شائق  
یہی شعر اس وقت پڑھتے تھے اور روتے تھے۔

ف۔ گر خوری یک قدمہ از ماکولِ نور خاک ریزی بر سرِ زبانِ تنور

آپ سر پرانہ ہو گئے تھے ورنہ خوری اغذیہ نوش فرماتے رہتے تھے جس کے مہن بھپانے کے لئے اندسے کی زردی وغیرہ قبول فرما لیتے تھے۔ آپ کو یہ قوت اختیار بالآخر حاصل ہو گیا تھا کہ مطلق کچھ نہ کھاتے۔ مگر وہ آپ کے زمانہ میں ایک عجوبہ بات تھی۔ لہذا مصلحت اخفاء نے آپ کو اس حالت کے اظہار سے روکا اور یہ بھی خیال تھا کہ احباب پیرس کا اتباع بہت شائق گزرے گا۔ باوجود ضعف ظاہری اور ناطاقنی و زمانہ نوانی اور عدم غذا بیت ماہِ صیام کے روزہ رکھ کر جیسے کی سیسے رہنا اس کا گواہ ہی۔ آخر روز میں آپ ہمہ وقت متغیر اور حال و کیف میں رہتے تھے۔ پھر آپ کو باوجود تغیر و حال



ہمہ وقتی مجلس سماع میں اور مزید تغیر کی کیا ضرورت تھی۔ متغیر کو متغیر کرنے کا کبھی کسی مجلس سماع نے دعوت نہیں کیا ہے۔ آپ ہر وقت۔ اپنے آپ سے نکلے ہوئے مشقوں یا حدیث رہتے تھے کہ یہی سلوک حسینی ہے جہاں علم تفرقہ دانی باقی نہیں رہتا جو جس کو وقت علم بھی کہتے ہیں اس لئے اپنی حیثیت سے بی ایمن خادمہ جاملہ کی استعداد کو آپ پرست جاملوں یعنی علمائے ظاہر سے افضل خیال فرماتے تھے۔ جس کا ثبوت یہ ہو کہ سرکارِ دہلی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم غیر تافع سے پناہ مانگی ہی۔ لہذا اُس نے چاری کے دل کو براہِ راست بلا حجاب علم فرسی کے اشعار سننا کر منظور فرماتے تھے اور دادِ خدمت دے دیتے اور کچھ ٹانگ میں آپ کے حضور میں جب حضرت مولانا ہادی علی خاں صاحب تہجد کی حاضری ہوتی وہ عجیب مبارک وقت تھا اُس وقت سرکارِ اعلیٰ نے خود حضرت مولانا صاحب ممدوح میں یا اپنی ذات پاک میں یا آفاق میں شانِ محمدی کو تمام ملاحظہ فرمایا تھا اُس وقت جو آپ سے مانگا جاتا وہ عطا ہو جاتا۔ کیوں کہ خود معطی کی خواہ نہ کر رہے ہو رہی تھی وہ موقع اس عالم میں بقا حاصل کرنے کا تھا اور حضرت مولانا سے معنوی رضی اللہ عنہ کی اس محبت کے تبادلات کرنے کا کہ:

اے نقائے تو جو اب ہر سوال

مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

مشاق حضرت بڑے حافظ صاحب قبلہ کا تخلص بھی تھا اُس کی رعایت ذوق کو دوبالا کرنے دانی ہے۔

(مناقب)

بعض اہل نظر کی حالت عظمیٰ بمقابلہ شانِ سلیمی

مگر جو لوگ اہل نظر تھے وہ آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب

لکھنؤ کے ایک درویش تھے وہ گوشہ میں بیٹھے رہتے تھے کسی سے ملاقات بھی نہ کرتے تھے۔ تنہائی میں شبنوی شریف اہلہ پڑھا دیتے تھے وہ ہر سال عرس شریف میں حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ ہی کے پاس خوب میں بیٹھے رہتے تھے۔ جب آپ مسجد میں نماز پڑھتے آتے تھے تو ساتھ ہی آتے تھے اور جب آپ غسل میں شریف لے جاتے تھے وہ اپنی غسل سہا پہن آپ کے ساتھ نہ رہتے تھے۔ وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ میں یہاں سے نہیں آتا۔ ان کی زیارت کو آتا ہوں کہ ایسے لوگ اب نہ ہیں گے۔

میں نے سنا ہے کہ وہ اسی عظیم آپ کی کرتے تھے

### متصل

ف۔ اگرچہ یہ ایک دن کامل کے پورے حالات دوسرے دن پر انکشاف ہوا، مگر ہر عام تھوڑے سے نکتہ ف کا یہ حال تھا کہ مولانا محمد علی شاہ صاحب لکھنؤی مبتلا شیونہات ذات پاک اسلمی ہو گئے تھے جن کے تقویٰ کا مختصرہ حال یہ کہ وہ دیواروں کے سایوں سے بھاگتے تھے کہ لیں وہ دیوار نہ جانے وسائل سے نہ بنائی گئی ہو۔ اور مولانا مدوح پر جو تھوڑا انکشاف صفات اسلمی ہو گیا اس کی وجہ خاص یہ تھی کہ وہ مشرب حضرت مولانا رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکھتے تھے۔ اور سرکار اسلمی مشرب مولانا کے سردار تھے۔ یہی حسیّت تھی جو انکشاف کا باعث ہوئی تھی۔ بہت سے اہل نظر ایسے بھی جن کو طوق غلامی سرکار اسلمی اپنے گلے میں ڈالنا باعث افتخار سمجھتے

اے دلا حلاج راہمچوں سب کویت شمر  
زینت دنیا و دین شد طوق سرکار کے

دین محمد عفی عنہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

مقام میرٹھ

## تعلقہ دار صاحب محمود آباد سے سرکار سلی کا برتاؤ اور

### اُن کی تذریکی واپسی اور تذریکار کی عدم واپسی

واقعی آپ کو جو مرید دیتے تھے وہ لے لیتے تھے اور کسی سے تذریکی نہ لیتے تھے۔ چنانچہ خیر آباد میں انگریزی میلہ تھا۔ سب تعلقہ دار جمع ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ راجہ محمود کو وہ شہید تھے میاں سے حضرت شیخ الاسلام کے مزار کی زیارت کو آئے اور دیر تک نماز مبارک میں حاضر رہے اور پانچ روپیہ نذر مزار شریف پر رکھ گئے۔ آپ سے عرض کیا کہ راجہ صاحب پانچ روپیہ درگاہ شریف میں چڑھائیں گے۔ فرمایا درگاہ ہی کے کام میں یہ روپیہ صرف کر دیا جائے۔ دوسرے دن اُن کے مختار صاحب پانچ روپیہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ کاغذ فلم ووات منگا کر پانچ روپیہ کی رسید کھو ویسے کچھ راجہ صاحب نے یہ روپیہ آپ کو نذر بھیجا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھ کو روپیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ روپیہ آپ واپس لے جاویں۔ وہ روپیہ واپس لے گئے رات کو آغا عبدالغنی وکیل راجہ صاحب سے لے راجہ صاحب نے اُن سے کہا کہ میاں صاحب نے ہمارا روپیہ نذر کا واپس کر دیا۔ ہماری توہین ہوئی آغا صاحب نے کہا کہ آپ نے مزار میں کچھ روپیہ چڑھا یا تھا کہ ہاں پانچ روپیہ نذر رکھ دیئے تھے آغا صاحب نے کہا کہ وہ روپیہ تو واپس نہیں گئے۔ راجہ صاحب نے کہا وہ روپیہ واپس نہیں گئے آغا صاحب نے کہا درگاہ میں انکے کوئی ہزار روپیہ بھی چڑھا دیگا تو میاں صاحب واپس نہ کریں گے۔ وہ روپیہ درگاہ شریف ہی کے کام میں صرف کر دیا جائے گا اور خود وہ ہماری نذر نہیں لیتے ہیں اُن کو کیا حاجت ہے تجھ سے بہر فرماتے ہیں۔ چنانچہ بعد اس کے پھر راجہ صاحب ایک روز قریب شام کے درگاہ میں حاضر ہوئے مغرب کا وقت آگیا مسجد



میں اذان ہوئی حضرت رضی اللہ عنہ بھی حجرے سے نکل کے مسجد میں تشریف لائے۔ جماعت  
 سے نماز پڑھی جدو جہرے میں جانے لگے نوافل پڑھنے کو میں نے شیخ غیاث اللہ صاحب  
 مرحوم جو راجہ صاحب کے نائب تھے اُن سے کہا کہ حضرت جہرہ میں تشریف لے جائیں  
 میں آپا حرمہ تک نہ نکلیں گے اگر راجہ صاحب کو ملنا ہو تو اس وقت مل لیں۔ راجہ  
 صاحب بیچ ک در میں کھڑے تھے۔ حضرت دوسرے در سے جو اُن کے پیچھے تھا  
 نکاح حجرے کو جانے لگے۔ شیخ صاحب نے راجہ صاحب سے جو یہ حال کہا انھوں نے  
 آپ کی خدمت میں ملنے کو قدم اٹھایا۔ آپ مسجد کے زینہ پر پہنچ گئے تھے راجہ صاحب نے  
 آپ کو سلام کیا اور مصافحہ آپ سے کر لیا۔ آپ نے اُن سے کچھ نہیں فرمایا۔ حجرے میں تشریف لے  
 گئے۔ راجہ صاحب نے بھی نماز پڑھی اور درگاہ میں دیر تک ٹھہر رہے پھر محل کرانی قیام گاہ پر چلے گئے حضرت زینہ  
 حجرے میں رہے اور دروازہ حجرے کا بند رہا۔ یہ حال تھا آپ کا امراء کے ساتھ۔

وقت۔ مریدین سے نذر قبول کرنے کی بھی آپ کی بالعموم عادت نہ تھی۔ حالاں کہ  
 طریقت میں حضرت شیخ کو مرید کے کل مال و تراغ پر تصرف کرنے کا اختیار ہی۔ اور اسی  
 طرف صاحب ہیت مرید بھی پیروں کے مال پر تصرف ہو سکتا ہی۔ پھر کبلا آپ کسی غیر کی نذر  
 کیا قبول فرماتے۔ اب رہا آپ کا برادر راجہ صاحب سے اُس میں محض آپ کا مصافحہ  
 کر لیا بھی بہت غنیمت ہو گیا۔

دین محمد عفی عنہ۔ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ یوم شنبہ مقام میرٹھ کوٹھی نمبر ۱۶۹

## عدم استعمال اشیاء ولایتی کا عملی نمونہ

آپ انگریزی چیزوں کے استعمال سے کارہ تھے چنانچہ آخر عمر میں سبب ضعف کے  
 آپ کو دولاٹی بھی سنبھانڈ دیا تھا۔ مرزئی تیم آئین بتوالی تھی۔ وہی ہر وقت پہنے رہتے  
 تھے۔ اُس کے سامنے انگریزی ٹین لگے تھے۔ آپ نے تلاش کرا کے سوت کے ٹین جو

اس ملک میں لگ بڑتے تھے وہی ٹن لے کر لگاتے تھے اور لگاتے تھے۔ انگریزی ٹن بھی لگانا پسند نہیں کرتے تھے۔

ف۔ آہ و ولائی بدن پر نہ ٹھہرا یہ آپ کے استغراق کا متوالا پن تھا۔ خیر بظاہر اُس کو ضعف کہہ لیا جاوے مگر مرضائی کی پوری آستین اور نیچی آستین کے درمیان کا فرق ضعف کی وجہ سے نہیں معلوم ہوتا ہے بلکہ لباس کے متعلق یہ آپ کا غایت درجہ کا تقویٰ تھا کہ اُسی قدر لباس زیب بدن فرماتے تھے جتنا کہ بہت ضروری اور لازمی تھا یعنی آپ ٹخنوں پر نہ تھے۔ اور ٹن بھی ولایتی نہ استعمال کرتا یہ غایت درجہ کا عدم استعمال اشیاء ولایتی کا عملی نمونہ تھا۔ اور چوں کہ اُس وقت تک ترک موالات کا وجود ہندوستان میں نہیں پیدا ہوا تھا اس لئے یہ فعل آپ کا تقلیداً نہیں تھا بلکہ تحقیقاً بمذہبِ محققین تھا۔

دین محمد عفی عنہ ۱۷ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ

## حکامِ سلطنت سے آپ کا نہ ملتا خواہ وہ انگریزی کے

### ہوں یا نوابی کے

اور انگریزوں کی صورت بھی آپ کو دیکھنا ناگوار تھا آپ کسی انگریز سے ہم ٹھہریں ملے۔ ایک مرتبہ نواب خورشید جاہ نے بذریعہ رزیدنٹ حیدر آباد حاکم ضلع سینا پور کو اطلاع دی کہ خیر آباد میں جو مزار شریف ہے اُس کی کچھ مرمت باقی ہے وہ دریافت کر کے اطلاع دو۔ چنانچہ حاکم ضلع نے پابندی میاں صاحب کو اطلاع دی کہ حیدر آباد سے بقیہ مرمت درگاہ کی کیفیت طلب ہے۔ میں انجینئر کو بھیج دوں گا وہ عمارت کو دیکھ کر جو بقیہ ہے اُس کا تخمینہ کرے گا اور وقت بھی بتلائے گا کہ اُس وقت وہ آئے گا حضرت رضی اللہ عنہ سے یہ حال نہ دیا گیا جس وقت وہ آئے کو تھا آپ حجرے سے

مگر میں تشریف لے گئے وہ وقت پر آیا اور سب دیکھا بقیہ کام کا تخمینہ کر کے کیا جب تک وہ وہاں رہا آپ گھر سے باہر نہیں نکلے جب وہ چلا گیا تب باہر تشریف لائے۔ اس قدر اُن کے دیکھنے سے آپ کو گریز تھا اور آپ جب یہاں عملداری نواب کی تھی اُس وقت کے

۱۲ محرم ۱۲۵۵ھ

۱۲ محرم ۱۲۵۵ھ میں آپ کو سلطنت ظاہری سے کوئی علاقہ نہیں تھا اسی وجہ سے اُن کے پاس نہ ہی سرکاری آپ کی بے تعلقی تھی اور باوجود بے تعلقی ملاقات کے وقت آپ نے جو اخلاق غیرواقعی کیا بنا وہ آپ کو پسند نہ تھا اور نیران کے آداب کے بھی آپ پر پسند نہ آتے تھے جن کی حالت میں رہنا نا ضروری تھا لہذا آپ کا گھر میں چلا جانا بالکل وہی رہا جس وقت جو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے بعض اوقات خلیفہ یا ارکان خلیفہ کی خدمت میں رہتی تھی یہ کہ آپ کو کسی قوم کی صورت سے نفرت واقعی تھی تو اس کا وہی یقین تھا کہ کوئی اس دعا کی جاتی اور آپ اُس کو رد فرماتے مگر یہ ضروری کہ آپ کو اپنی درویشی کو روک تھامی خواہش نہ تھی بلکہ لوگوں سے ملکر دینے کی نہیں تھی کہ کلمہ صاحب یا لاٹ صاحب یا پشیدار صاحب ملنے کو آتے تھے۔

## چپ کے دیگر استاؤں کی حاضری اور غراس کی شرکت

معہ اشارہ جانب نسب نامہ سلاسل

بعد حضرت شیخ الاسلام کے آپ مخدوم شاہ مینا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں حاجی حرمین صاحب کے عرس میں تو اہل تشریف لے جاتے تھے یا سوال کے مہینہ میں حضرت مخدوم شیخ صاحب کے عرس میں تشریف لے جاتے تھے باقی اور کہیں نہیں جاتے رہتے۔ یاد رہی تشریف میں پیران غلام کی زیارت کو اور اجمیر تشریف میں بھی حاضر ہوتے تھے۔ مگر اس طرح پھر دیکھتے ہیں جس سے اظہار نہ ہو مگر سب استاؤں پر پیرہنی



موجود تھے۔ اس وجہ سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا تھا۔ وہی میں حضرت قطب القطار  
 کے فرار پر میاں صاحب علی صاحب مرحوم نے دلیل بھی کر دیا تھا۔ چوں کہ وہ حضرت  
 شیخ الاسلام کے بھی دلیل تھے آپ کے بھی دستخط تھے۔ اجمیر شریف میں بھی خدام نے  
 چاہا کہ آپ وکالت نامہ پر دستخط فرماویں آپ نے فرمایا اگر حضرت صاحب قبلے کسی کو  
 وکالت نامہ لکھا ہو تو آپ کے دستخط ہوں تو پیش کر دوں میں بھی دستخط کر دوں گا۔ اور  
 یہ آپ کو علم تھا کہ حضرت شیخ الاسلام نے اجمیر شریف میں کسی کو دلیل نہیں کیا۔ آپ حضرت  
 شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے قدم بقیع تھے جو فعل آپ کر سکتے تھے وہی آپ بھی کرتے تھے  
 آپ حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی کے فرزند ہیں اسی وجہ سے آپ کے نسب  
 کا ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ مناقب حافیہ میں جو نسب نامہ تحریر ہے وہی نسب آپ کا  
 ہے اور جو سلاسل مناقب حافیہ میں تحریر ہیں وہی سلاسل آپ کے بھی ہیں۔

ف۔ نوںہ شریف اور رونی شریف وغیرہ میں بھی آپ کی حاضری ہوئی ہے مگر  
 بڑا تہ آخر آپ ان جماعہ حاضرین سے بھی معافی میں آگئے تھے۔

## نارین بلی خدی کا آپ کے تصرف سے مرض با سے شفا پانا

نارین بلی حضرت قبہ کے باغ میں کام کرتا تھا اور آپ کی خدمت بھی کرتا تھا۔ ایک  
 مرتبہ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کھیری گئے ہوئے تھے۔ نارین باغ میں رہتا تھا یہاں مہینہ  
 کی وبا شایع ہوئی وہ بھی سخت مہینہ میں مبتلا ہو گیا اور حالت اُس کی بہت خراب ہو گئی رات  
 کو باغ میں تنہا تھا اُس سے بیداری میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور اُس سے فرمایا تو  
 کیوں پریشان ہوتا ہے۔ اچھا ہے۔ یہ کہہ کر تشریف لے گئے اُس وقت سے وہ بالکل چھا گیا  
 ف۔ اگر اُس وقت آپ کھیری میں موجود نہیں رہے جس وقت کہ نارین کو اپنے لقا  
 سے سرفراز فرمایا تو بیٹے رض کی کرامت ہوئی اور اگر وہاں بھی موجودگی قائم رہی تو

یہ شانِ ابدلیت ہوتی۔ ہر حال میں ہمارے کام تعلقِ خدمت سے نکالنا۔ پس درود لکھ  
ایک سال ہو دو کو ملہ خدمت کا عطا کیا گیا تو خدام اہل اسلام کو کیوں سرفرازی نہ ہوگی۔  
دوستوں! کجا کئی محسوسم تو کہ بادشاہانِ نظر و ادبی  
دیکھیں، دین کا ایسا آپ کو - دین کی بھی یہ تمنا ہی ضرور۔ - اعظم اعظم  
مقام میرٹھ

اہل قوت جاوید، سلمیٰ و غیوریت حافضی عنایت غائی کا نمونہ  
ونگہانی مریدان کا کشتہ عنایت تحمل کا برتاؤ

ایک مرتبہ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ علی گڑھ نواب احمد سعید خاں صاحب بہادر کے  
ہاں تشریف لے گئے تھے اور ان کی کوٹھی علی گڑھ میں مقیم تھے۔ دن کو بعد کھانا کھانے  
کے سبب صاحب تنبور فرمایا، نہی سے چادر اوڑھ کر بیٹھے تھے۔ نوشتہ میاں صلیب قوری سلمیٰ  
کے ایک نوشتہ بھی کوٹھی میں خاں صاحب کے یہاں مقیم تھے۔ وہ کرسی پر آپ کے  
نزدیک بیٹھے۔ انہوں نے مرقبہ کیا کہ آپ کی نسبت کیا ہے اور کس قدر قوت  
سبب دین قوت مدد کچھ بتاتے گئے۔ پھر دوبارہ مرقبہ کیا۔ آپ یا تو بیٹھے ہوئے تھے یا اٹھ  
بیٹھے اور حیدر شاعر عربی کے بیٹھے نوشتہ میاں صاحب آپ سے قصور معاف کرنے لگے  
اور اس وقت سے آپ کی بہت تعظیم کرنے لگے۔ حاجی حق داد صاحب اس کے راوی  
ہیں کہ نواب محمد احمد حیدر خان صاحب نوشتہ میاں کے یہاں عرس میں گئے اور حق داد خاں  
صاحب بھی نواب صاحب کے ساتھ تھے۔ ایک وقت نوشتہ میاں اپنے کمرہ میں بیٹھے تھے  
اور حق داد خاں صاحب ان کی کمرہ میں رہے تھے اور اس وقت صرف نوشتہ میاں کے  
ایک خلیفہ تھے۔ محمد احمد سعید خاں صاحب نے نوشتہ میاں سے کہا کہ مجھے بتادیں کہ

اس کو سننے ہی نوشتہ میاں نے نہایت گھبرا کر ان سے کہا کہ آپ کیوں بیعت کریں گے۔  
 آپ کے پر نہایت زبردست اور کامل قوت واسطے ہیں۔ یہ کہہ کر اُس روز کا واقعہ مزاجہ  
 کہنا اور آپ کا خفا ہو کر عربی اشعار پڑھنا کہ اُن اشعار کا مطلب یہ تھا کہ آدمی پہلے  
 خود کو دیکھے اور یہ بین کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں اُس روزہ معافی نہ مانگتا تو میری قوت  
 اور سخت سلب کرنی جاتی۔ یہ کہہ کر نوشتہ میاں نے بیعت لینے سے انکار فرما دیا۔ اُس کے  
 کچھ دنوں بعد خاں صاحب عرس میں خیر آباد حاضر ہوئے اور بعد فراغت عرس واپسی  
 کے وقت حضرت قبیلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر رخصت حاصل فرماتے ہوئے عرض کیا کہ  
 میں کیا اتمیر شریف حاضر ہو سکتا ہوں اُس وقت آپ چہر میں تشریف فرما تھے اور آپ  
 صاحب خدمت میں حاضر تھے جب آپ نے یہ سنا تو دوسرے صاحب سے مخاطب ہو کر  
 فرمایا کہ لوگ اتمیر شریف جہاں کہ ہماری پیشواؤں نے سالہا سال خدمت شاقہ کی ہے  
 اور وہاں کا جانا ہمارے واسطے محض ہے جانے کو اجازت ہم سے مانگتے ہیں۔ اور  
 دوسری جگہ مرید ہونے کو ہم سے نہیں پوچھتے۔ یہ فرما کر پھر نواب صاحب سے فرمایا  
 میاں ضرور جاؤ اور جو کچھ بھی تم کہو گے گا حضرت صاحب قبیلہ کے دربار سے ملے گا۔

ف۔ احمد سعید خاں صاحب مرحوم مغفور کی طرف آپ کی عنایت غائبانہ تھی یعنی وہ  
 عنایت بغرض تحفظ تعلقات متعلقہ یا اُن کو ہندوستان سے بچانے کے لیے جو بوجہ ریاست ہو سکتا تھا  
 نہ اُن پر خود مشکف تھی نہ دوسرا شخص اس کا اندازہ کر سکتا تھا۔ اور اتفاق سے نوشتہ میاں صاحب  
 نے سرکارِ اسلمی کا اندازہ احمد سعید خاں صاحب کے ظہر اطوار سے کیا اس لئے اُن کو جہاں  
 آپ کی منزل کی جانچ کی ہوئی ورنہ وہ ہر حال کے مختصہ میں مبتلا نہ ہوتے۔ خیر جو ہوا سہو  
 سرکارِ اسلمی نے بہت تحمل فرمایا ورنہ بڑی مشکل ہو جاتی کیونکہ آپ کو بطور تذکرہ و تسکین قیادت  
 کی حاصل تھیں اول خالواۃ قادریہ شریف کی شجی کی نسبت۔ دوسری حضرت غوث الثقلین  
 رضی اللہ عنہ کی انبیت کی نسبت۔



اب یہ کہ یا وجود در قیامت نواب صاحب ممدوح حضرت نوشہ میاں صاحب نے  
 موصوف کو مرید کرنا سے انکار کیا اس کی وجہ اول تو وہی ہی جو مذکور ہوئی دوسری  
 وجہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے قوت باذیہ اسلمی کا احساس کر لیا جو نواب صاحب میں نہ ملتا  
 تھی اور ان کا میں ثابت بول رہا تھا کہ ان کا تہذیب سرکار اسلمی پر ہوگا کہ درخواست کے  
 ساتھ ہی وہ عنایت کھل ٹپی اور اللہ تعالیٰ کا منظر پیش ہو گیا۔ اس عنایت خاص کا انداز  
 شہادت سے کہ اس وقت جو حضرت نے بوقت اجازت ماضی اخیر شریف فرمائی تھی کہ اس  
 ذریعہ شخص کی شہرہ ہی ملا وہ اس کے جو حضرت نے فرمایا کہ تم کو جو کچھ بتاؤ وہ اسی درجہ  
 سے ملے گا۔ یہ نہایت جوش کے کلمات تھے میں جو جو اسرات سے بھی گریوے جا میں  
 وہ بے قدری ہو گئی۔ مجھے بطور خود اس عنایت کا مشاہدہ حاصل ہے۔ اس لئے میں نے  
 اس تبصرہ میں طوالت سے بیکام لیا ہے۔ ورنہ بالآخر اس مصرعہ پر مضمون ختم لیا جاتا ہے۔  
 جواب پہنچی نہ یہ دلیل تسلیم کرو۔

۱۴ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ

انسان کا دل کتنی بھاری کی بیماری کو خفیف تصور فرمانے سے عارضہ

لاحقہ میں تخفیف اور شفا حاصل ہوتی ہے

اور صاحبان حکومت باطنیہ کو جائے نزول احکام قضا و قدر کے تبدیل و بدل کا بھی  
 اختیار رہتا ہے بقول شخصے کہ (نہ سناپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے)

ایک مرتبہ حاجی غلام محمد خاں صاحب جو نواب احمد سعید خاں صاحب کے فرزند اور  
 حضرت رشی اللہ عنہ سے بیعت ہیں۔ ان کے محل میں سخت علیل ہو گئی تھیں انھوں نے حق تعالیٰ  
 خاں صاحب کو خط دے کر حضرت قبلہ کی خدمت میں دعا کے واسطے روانہ کیا حق واد خاں

خیر آباد پہنچ کر ہادی میاں صاحب قبلہ کے ہمراہ حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے  
 ہادی میاں صاحب قبلہ نے عرض کیا کہ نواب احمد سعید خاں صاحب نے خط بھیجا ہے کہ آپ  
 نے فرمایا تھا کہ حضرت میاں صاحب نے خط لکھا تھا کہ فرمایا کہ دسب مریض لوٹا ہوا ہے کہ  
 اچھے ہو جاتے ہیں کوئی دیر سے اچھا ہوتا ہی کوئی جلدی، اس کے بعد حق داو خاں صاحب کو  
 بیٹھا یا اور خود بھی چارہ انوچا اور اورٹھ کر نیچے گردن کے ہوسے تشریف فرما تھے۔  
 حق داو خاں صاحب کو بیٹھ کر میں منٹ گزرتے ہوئے کہ ایک دم اوپر کو سر اٹھا دیا۔  
 اور حضرت نے نہایت غصہ و غیظ سے دو مرتبہ انا باللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔  
 حق داو خاں صاحب یہ سن کر ڈرے کہ ابھی تو آپ نے مریضہ کے اچھی ہونے کی نسبت  
 فرمایا تھا اور اب موت کی خبر سن رہے ہیں۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی بھاگا ہوا آیا  
 اور عرض کیا کہ سید اعجاز حسین صاحب کا انتقال ہو گیا آپ نے سن کر افسوس کیا۔ اور  
 انا للہ الخ پڑھی اور اس آدمی سے فرمایا کہ اچھے آدمی تھے اور حکم دیا کہ حضرت بڑے  
 مخدوم صاحب قبلہ قدس سرہ الغریب کے آستانہ میں قبر پر رکرائی جاوے۔ وہ وہیں دفن ہو گئے  
 یہ فرما کر پھر اسی طرح نیچے گردن کے ہوسے آپ بیٹھ گئے۔ دو گھنٹہ کے بعد حضور نے پھر  
 گردن گھبرا کر حالت غصہ میں اٹھائی اس کے بعد ایک شخص نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض  
 کیا کہ جس جگہ حضور نے قبر کا ارشاد فرمایا تھا وہاں قبر کھودی گئی تو متصل اس کی ایک پختہ  
 قبر تھی اس قبر کے کھودنے سے اس قبر کی ایک اینٹ نکل گئی جس کی وجہ سے نہایت خوشنوائں قبر سے نکل رہی ہے  
 اب قہر کے واسطے کیا حکم ہے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اینٹ اس قبر کی برابر کر کے وہیں قبر بنار ہو خیر اس کے  
 تیسرے مذہق اور صاحب حضور نے رخصت حاصل کی تو آپ نے فرمایا کہ تم تعویذ گندہ نہیں دیتے جیسے بیانی لاؤ بعد از دم کرد  
 اور تعویذ گندہ سے میاں خادم حسین صاحب و مولوی ہادی علی خان صاحب سیتا پور میں لے لینا۔ حق داو خاں  
 صاحب نے پانی بعد نماز دم کیا ہوا لیا اور سیتا پور سے حسب حکم تعویذ لے کر علی گڑھ گئے پانی وغیرہ  
 مریضہ کو استعمال کرایا گیا۔ اس کے بعد اس وقت تک زندہ بخیریت ہیں۔

ف۔ مسیدہ بود بلائے دئے نیر گزشت۔ یہ معمولی باتوں میں مسجائی دکنے کی  
 کرت ہے جس کا مرتبہ مشیت میں نازی ہونے سے مناسب۔ جو نہایت اعلیٰ اور رفیع مقام  
 ہے جہاں کرامت کو کرامت نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ محض ایک لطافت کے ساتھ تبدیل سے  
 کا ایسا ہی درہوتا ہے۔ دین محمدی عنہ ۱۸ محرم الحرام ۱۲۵۵ ۱۰ یوم پنجشنبہ

(مناقب)

سکر اسلمیہ سے نوابوں کیوں کو تہج خوانی کی اجازت  
 اور باوجود تعلق بے تعلق فرمادینے کی اہم قوت اور صاحب  
 سے باتیں کروادینے کی عطا سے خاص خصوصیت

ایک مرتبہ نواب احمد سعید خاں صاحب مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں  
 درگاہ حانظیر میں خیمت اقدس میں حاضر ہوا۔ خادم بہاں صاحب قبلہ نے اپنے مکان میں مجھے ٹھہرایا  
 پچھلی رات کو آپ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ نازہ تہجد پڑھو۔ میں نے نازہ پڑھ لی۔  
 پھر صبح کی نازہ کے بعد مجھ سے فرمایا درگاہ میں حاضر ہوا اور خود اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے  
 میں حسب حکم مزار شریف میں حاضر ہوا ایک آواز میرے کان میں آئے لگی بیورے کی آواز  
 کی طرح اور وہ آواز بڑھتے بڑھتے قریب تھا کہ مجھ سے ہم کلام ہو اُس وقت مجھے یہی بت اس  
 قدر طاری ہوئی کہ میں وہاں ٹھہر نہ سکتا تھا اور میں وہاں سے چلا آیا۔ باہر درگاہ کے کھلا  
 تو آپ حجرے کے دروازہ میں کھڑے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ برگ ہو۔ اُس وقت سے  
 خاں صاحب کی نازہ تہجد بھی قضا نہ ہوئی اور نہایت باخدا آدمی ہو گئے۔  
 تبصر۔ ف۔ یہ خصوصیت خاص ہوئی نواب صاحب مرحوم کی۔ کیونکہ اکثر اکابرین



کی یہ رائے ہی کہ نماز تہجد شریف اہل دنیا رُسیوں تعلقہ داروں مسمولوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور  
حقیر مولف کی بھی یہی رائے ہے۔ پس سرکارِ اسلمی نے اُن کی تہجد خوانی میں اپنے آپ کو ملایا اور  
صرف بہت کے ذریعہ تہجد کو تہجد خوانی کا اہل بنایا۔ جس کا نہ دوا رہ نہ خلاصہ ہوا کہ آپ نے  
ایک تعلقہ دار کو باوجود کالی تعلقات سے تعلق سے سرفراز فرمایا اور چوں کہ نواب صاحب مرحوم  
کو بعد وصال شریفِ اسلمی کے زندہ رہنا تھا اس لئے آئندہ اپنی قبر میں زندہ و سلامت رہتے  
کو ان کو یقین دلایا کہ حضرت شیخ قبلہ عالم جناب حافظ دو جہانی کے مزار مقدس پر بھیجکر ان سے  
باتیں کرے وادینے کے قریب پہنچا دیتا کہ خاں صاحب محدث کو یقین کامل ہو جاوے کہ حضرت  
اولیائے کامل بھی اپنی پاک قبروں میں مثل انبیاء علیہم السلام زندہ و سلامت رہتے ہیں۔ جن کا عرف  
یہ نتیجہ نکلتا کہ اُن کی نماز تہجد پھر قضا نہیں ہوتی۔ اُس عطا سے لطف کا پورا شکریہ نہیں ہی  
لہذا میں یہ کتابوں کہ نواب صاحب کو عصری تجلی موسوی سے سرفرازی دلائی گئی۔ جب  
یہ عقیدت رکھی جاوے گی تب یہ بیت لذت بخشنے لگی کہ

مزارِ مبارک ہے یا طورِ سینا

و یا کعبہ دل ہے اہل صفا کا

خود صاحبِ مزار سے تکلم کر لینا بڑا کمال نہیں ہی بلکہ دوسروں کو صاحبِ مزار کے  
سہاؤں بول سنوا دینا یہ کمال ہے۔ ایک اسلمی متواسلے نے ایک درویش کو اسی مزار  
مقدس سے یہ بیت سنوا دی ہے کہ

شاو باشائے عشق خوش سودائے ما

اسے طیبِ جملہ علت ہائے ما

یعنی سرکارِ اسلمی کو ایسے کمالوں پر ایسا عبور کامل تھا کہ اُس کو وہ دوسروں میں منتقل کرنے  
پر قادر تھے۔ جس کا شاہد اُس درویش کا مندرجہ بالا مشاہدہ ہی۔ جب ایسے واقعات پیش  
آچکے ہوں تو جناب احمد سعید خاں صاحب کے قول کی تصدیق کی لذت مل سکتی ہے اور

مرفوعہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بیٹہ مرید  
۱۰۔ محرم الحرام ۱۲۵۰ ہجری

حضرت شیخ کی اپنے جلال کی ایک دعا کروانے اور مریدوں کے  
دم دلوانے اور یہ دعا کہ لوگوں کے اور بعد خود اس کے فاعل کی ایک دعا  
آپ کی عادت نہ تھی کہ جو کوئی میرا تھا کہ آپ کچھ دم کر دیں تو میں وقت نہیں  
لوگ حاضر رہتے تھے سب سے فرماتے تھے کہ تم سب دم کرو۔ سب کے بعد خود بھی دم کر  
تھے۔ یہ عادت ہمیشہ آپ کی رہی۔

ف۔ س کے معارف تو یہ ہوتے کہ آپ فاضل شاعر تھے بصیغہ اظہار نکسار پتہ نام  
اہل مجلس کو اپنی مساویت میں لا کر اپنی تخصیص کو توڑ دیتے تھے مگر اس کے خاص معارف  
نہایت بند ہیں کہ کوئی دوسرا اگر اس کو میرے تو محض تقلید ہی تقلید ہوگی واقعیت ادا ہونا دشوار  
ہے اور وہ یہ ہیں کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ محمد صحبت حضرات الیاء  
کے یوں فرماتے ہیں کہ

ایک زمانہ صحبت با اولیا بہتر از صد سال طاعت ہے ریا  
تو اگر صحبت حضرات اویا موجب تغیر عظیم صلاحیت غیر نہیں ہے تو وہ قابل مدحت عظیم حبیبی  
حضرت مولانا نے فرمائی نہیں ہو سکتی ہے۔ مگر تاہم حضرت مولانا معنوی کے قول پاک کی نہایت  
صراحت سے مع الزوائد، حدیث سے ہو رہی ہے جس میں کی ایک حدیث شریف یہ ہے  
من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اهل تصوف۔ خلاصہ ترجمہ جس کو خدا کے  
کی مجلس میں بیٹھنے کا شوق ہو اس کو چاہئے کہ اہل تصوف کی مجلس میں بیٹھے۔۔۔۔۔

مراتب اہل مجلس اولیا کے فضائل کی حکایت  
ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر

فرمایا کہ اگر ہفتیاں پیچھے آج صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی شفاعت گنہگار ان کا منصب مرتبت  
 ہوتا تو اسے اہل مجلس میں تم لوگوں میں سے کسی کی بھی سفارش یا شفاعت نہ کروں گا۔ یہ سن کر  
 تمام اہل مجلس پر آگندہ وحیرن و پریشان ہو گئے جب ان کا اضطراب بہت بڑھا تو حضرت  
 نے مسکرا کر فرمایا کہ اہل حق تم لوگ پریشان ہو گئے۔ لو سنو۔ یہ میں نے اس لئے کہا کہ تم لوگ  
 میری محبت کی برکت سے خود شفاعت کرنے کے مرتبہ پر فائز ہو جاؤ گے اور ظاہر ہے  
 کہ جو خود شافع ہو اس کو کسی کی شفاعت کی کیا ضرورت باقی رہے گی۔ اس لئے میں نے  
 کہا کہ میں شفاعت نہ کروں گا۔ اہل بات یہ تھی کہ قوت توحیدی کی وجہ سے مجلس پاک اسلمی  
 اپنی ملاحیت واقعہ کی وجہ سے کان نمک کی مثل ہو جاتی تھی۔ جو اس میں بیٹھا ہوتا تھا  
 وہ ملاحیت اسلمی سے سرفراز نہ ہوتا تھا۔ یعنی آپ کی مجلس میں بیٹھ کر ہر شخص آپ ہو جاتا تھا  
 کیوں کہ نمک کی کان میں عام گھاس جو کچھ پڑ جاتا ہے وہ نمک ہی ہو جاتا ہے۔ یعنی قوت اسلمیہ  
 تفرقہ کو ہٹا کر سب کو اسلم ہی اسلم بنا لیتی تھی اور اگر کوئی ناقص اسمیت کو تسلیم نہیں کرتا تھا تو  
 اس کے وہم کے معطل کر دینے کی قوت اتنی دیر کے لئے جتنی دیر وہ آپ کی مجلس میں بیٹھے  
 آپ کو وصل تھی اس لئے آپ کی مجلس کی پھونک صرف ایک ہی حضرت سلم صاحب کی  
 نہیں ہوتی تھی بلکہ بہت تعداد کی اسمیت کا مشمول اس میں ہو جاتا تھا۔ اور بیمار شفا پا جاتا  
 تھا۔ وہ لوگ خوش نصیب تھے جو جلسہ سے علاوہ ہو کر بھی اسمیت کو سر پر بیٹھا رہتی تھی  
 اور وہ لوگ ناکامیابی میں پڑنے والے تھے جو مجلس سے اٹھ کر متلائے وہم ہو جاتی تھی  
 اسی لئے احقر مولف کی یہ رائے ہے کہ اگر آداب مجالس حضرات اولیاء اور متاخرین بن معلوم  
 ہوں تو مجلس میں بیٹھنے سے علیحدہ رہنا اچھا ہے مگر سرکار معنوی اس کو تسلیم نہیں فرماتے۔  
 اور فرماتے ہیں کہ۔ حاضراں از غائبان لاشک بہ اند

اور چونکہ احقر مولف کو آپ ہی کے صاحب نے مسلمان کیا ہی اس لئے مجھے بھی یہی  
 اچھا معلوم ہوا کہ آپ کے جملہ اصحاب کا ہمیشہ مدح رہوں۔



لہذا میں مولانا محمد بادی علی قاسم صاحب مظلایہ اعانی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں  
 جنہوں نے یہ حالات مجھے مرحمت فرمائے۔ ورنہ میں نے اس کی تسلیہ سے فراغت حاصل  
 کرنے میں صرف مائت وصال یا قریب وہ آخر میں دیر ہو جی۔

۱۸ محرم الحرام ۱۳۵۹ء مقام میرٹھ کوٹھی نمبر ۱۶۹

روایت منقولہ جانا مولوی دینی صاحب قریب مودت جہاد والہ

۱۳۵۵ء تھیں تھیں عمر کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ۱۳۵۵ء میں

جمع ہوئے ہیں ان میں شریف معلوم نہیں ہے مگر اس قدر معلوم ہے کہ جو ان سے ہیں اس  
 کچھ زیادہ عمر تھی جب حضرت صاحب قریب کے ساتھ حیدرآباد گئے تھے۔ وہ ۵۵ برس حضرت  
 صاحب کے ساتھ رہے۔ بعد ہندوستان آئے۔ ۵۵ برس یہاں رہے۔ اسی زمانہ  
 میں (۱۳۵۵ء) حضرت علیل ہوئے۔ درمیان میں آپ کو تالیف کیا اس وقت آپ چالیس  
 برس سے ایک دو برس زیادہ کے تھے۔ اور پچیس برس بعد وصال پر مرشد کے آپ  
 ۵۵ سال فرمایا اس حساب سے آپ کی عمر شریف ۱۰۵ سال سے کچھ کم رہیں ہوتی ہے  
 ۱۰۵ سال کی عمر ابتدائی بوقت روٹھی حیدرآباد اگر رکھی جاوے تو ۳۲ سال  
 کی عمر میں واپسی ہندوستان کی ہوتی ہے اس پر اگر ۵۵ سال اور اضافہ کئے جائیں تو  
 ۸۷ سال ہوتی ہے کہ یہ عمر سرکار اعلیٰ کی اس وقت ہوتی ہے جب آپ حضرت  
 خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد ۵۴ سال تک آپ نے خدمت خلافت  
 و جانشینی کو انجام فرمایا اس کو اگر ۴۲ میں اضافہ کیا جاوے تو ۹۶ سال ہوتی ہے۔ لہذا  
 ۹۶ یا ۹۷ سال کی عمر شریف ان قرائن سے صحیح معلوم ہوتی ہے۔  
 اب یہ کہ تعلیم کس استاد سے حاصل کی اس کا حال بالکل نہیں معلوم ہے آپ کے نانا

اور ماموں صاحب عالم تھے اُن سے پڑھا ہوگا۔

ف۔ یہ خیال صحیح ہے کہ آپ نے علم ظاہر کی تکمیل بطور خانگی مکان پر فرمائی  
اور بعد ایک سخت بیس سال تک صحبت حضرت شیخ کامل ہیں۔ رہے۔ اُسی میں  
مجاہدات بھی فرمائے۔ غرض کہ بوقت خلافت آپ بطور کامل مکمل ہو گئے تھے۔

مناقبِ سلیم علیہ خیرات و جنابِ حاجی غلام محمد صاحب

صاحبِ دُعا و دُعا و دُعا علی گڑھ تعلقہ دار تعلقہ جانیہ سلیمہ

میں کمینہ بندہ حافطی میں غلامِ سلیمی  
اسی آستانہ کی خاک ہوں کسی نقش کا غبار

اپنے اخوانِ الصفا کے ظاہری تعلقہ کے ساتھ اپنے تعلقہ کو

اکراٹا ملا دنیا اور اس کی تکمیل کے لئے تخیل سفر کو افرانا اور تعلقہ

بصیغہ تقویٰ یا رب اے اہلکار بے نیازئی فقرائیں کی مانگی ہوئی سوار

پر تہ سوار ہونا اور اے ارض کی سرکار علی سے اہلکار کرامت۔ معہ

لوازمات ہستیا کرامت

مولوی سخاوت حسین صاحب سہسروانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی ذکر مناقب حافطیہ میں بعض مقام پر

مؤلف مناقب حافطیہ نے بھی کیا ہے۔ میرے والد اور چچا کو پڑھاتے تھے اور اسی تقریب سے

اُن کا قیام دادوں میں رہتا تھا۔ اولاً اُن کو سرفراز کرنے کے واسطے حضرت حافط صاحب قبلہ

قدس سرہ ورحمۃ دادوں تشریف لے گئے۔ واضح رہے کہ علی گڑھ سے دادوں، ہسٹل کے

فاصلہ پر واقعہ ہے۔ اس زمانہ میں علی گڑھ سے دادوں تک نصف راستہ (۱۰۳) میل پختہ  
 اور نصف راستہ تمام تھا۔ چنانچہ حضور نے علی گڑھ سے تا ختم شریک پختہ گویا نصف مسافت  
 بسواری گھوڑا گاری مع مولوی ہادی حسن صاحب مولوی تاج محمد حسین برادر زادگان خود  
 طے فرمایا۔ تمام راستہ طے کر کے واسطے جوڑی کا انتظام کیا گیا تھا اور راستہ میں ایک جوڑی  
 کی ڈاک لگا دی گئی تھی جب حضور کریم کی گھڑی سے اترے صاحبزادوں کو جوڑی پر سوار  
 کر دیا اور فرمایا کہ ہم آگے بڑھ کر استنجا پاک سرے ہیں۔ تم بعد کو آنا۔ حضور کو طہارت کا بہت  
 زیادہ خیال تھا اور تمام آخر اس احتیاط سے غافل نہ ہوئے۔ بہت سے امراض حضور  
 کو ایسے لاحق تھے جس میں پانی کا استعمال ضرر تھا۔ مگر ایک اونے اشہ پر آپ کا دل طہارت  
 فرماتے تھے۔ پس حضور جوڑی پر روانہ ہونے سے پہلے پیادہ تشریف لے گئے۔ صاحبزادوں  
 نے کسی قدر تشاور و پرسی کے بعد حبیب آپ کی واپسی سے یاس ہو گئی جوڑی کو روانہ ہونے  
 کا حکم دیا۔ رفتہ رفتہ تمام بقیہ مسافت طے ہو گئی مگر حضور راستہ میں کہیں نہ ملے۔ جوڑی کی گھوڑی  
 بہت تیز رفتار تھی۔ قریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ میں جوڑی فصائے دادوں میں پہنچ گئی۔ مولوی  
 منیر حسین صاحب جو چشم براہ انتظار تھے۔ دیکھ کر کہ حضور کی سواری آگئی۔ وہ بے  
 کے واسطے حاضر ہوئے۔ کیا ایک دیکھا کہ جوڑی میں صرف صاحبزادگان ہیں اور حضور شریک  
 نہیں رکھتے ہیں۔ منقطع ہو کر جوڑی دار اور نیز صاحبزادگان سے دریافت کیا کہ حضور  
 کہاں ہیں۔ صاحبزادوں نے نیز جوڑی والی نے کہا کہ حضور جوڑی کے روانہ ہوئے۔ بے  
 پہلے بغور استنجا تشریف لے گئے تھے مگر پھر واپس تشریف نہیں لائے۔ بعد انتظار  
 واپسی آخر جوڑی روانہ ہو گئی۔ ان عرض اس تشویش میں جوڑی ہمسایاں پہنچ گئی۔ مگر  
 حضور راستہ میں بھی نہیں ملے۔ مولوی سخاوت حسین صاحب دیکھ کر منظر اس واقعہ ہانک کو  
 سن کر متروک و ادب پریشان ہوئے اور اسی عالم پریشانی میں مولوی سخاوت حسین صاحب بستی میں  
 آئے تو معلوم ہوا کہ حضور آبادی کی مسجد میں رونق افروز ہیں۔ مولوی سخاوت حسین صاحب



مکراتے ہوئے فرمایا کہ میری صاحب ہم تو بہت آرام کے ساتھ یہاں پہنچ گئے۔  
 اور یہاں سے ہوئے کہ بہت دیر ہوئی حضور کا یہ قاعدہ تھا کہ جس قبضہ یا شہر یا  
 بستی میں تشریف لے جاتے پہلے سب کے وغیرہ فرما کر مسجد میں دو رکعت نماز نفل  
 اور فراتے تھے۔ چنانچہ جب نبوی شہادت حسین صاحب دہلی پہنچے تو حضور روکا  
 نفل اور فراتے تھے۔ اس حکایت کے مطالعہ کرنے کے بعد ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ  
 حضور میں کوئی ایسی غیر معمولی قوت تھی جس کی وجہ سے اس قدر حیدر و راستی طولانی  
 مسافت لے فرما گئے۔ نیز یہ واقعہ بھی انسانی عقل سے باہر ہے کہ حضور دہلی سے شیراز  
 تک پیادہ تین دن میں سفر فرماتے تھے۔ القصد دادوں میں حضور کا قیام ایک ہفتہ کے  
 قریب رہا اور اسی دوران قیام میں میرے دادا صاحب اور والد صاحب اور چچا صاحب  
 بلکہ میرا تمام خاندان سلسلہ تلامی میں داخل ہو کر سرفراز ہوئے اور سی مختصر قیام کے زمانہ  
 میں ایک دن کے واسطے گلیری بھی تشریف لے گئے جس کا ذکر اجمالاً مناقب عافیہ  
 میں کیا گیا ہے۔ جہاں کے لوگوں نے بڑے حضرت صاحب قبلہ کو اولاً ٹہرنے نہیں دیا تھا  
 پھر صبح کو تمام مرد اور عورتوں نے حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔ اس قبضہ میں حضرت مخدوم  
 سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان آباد ہے جس کا سچہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت سید مخدوم اسحاق  
 رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مخدوم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا پانچواں واسطہ ہے۔ لہذا حضرت سید  
 مخدوم اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الاعظم قدس اللہ روحہ کے پوتے ہیں  
 اور حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر المشہور بابا صاحب شکر کے داماد تھے جن کا فرار بعد  
 پاک پن شریف کی آبادی میں مرجع خلافت ہے۔ سلسلہ انہی حضرات بزرگان مذکورہ الصدر  
 حسب ذیل ہے۔

(۱) حضرت گنج شکر مخدوم فرید الحق والدین رضی اللہ عنہ۔

(۲) حضرت سید بدیع الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت سید علاء الدین

دہم، حضرت معین الدین رحمۃ اللہ علیہ - (۵) حضرت سید خواجہ محمد منہاکی  
قدس سرہ

واضح رہے کہ یہ وہ خاندان ہے جس کو بڑے حضرات صاحب قیام نے اپنے دستِ حق پرست  
سے فیضیاب فرمایا تھا اور جب ہمارے سرکارِ تمیزی مرتبہ دادوں تشریف لے گئے تو انگیری  
بھی رونق افروز ہوئے۔ چنانچہ اس خاندان میں جو لوگ ہمارے ہم عمر تھے شرفِ بیعت سے  
شرف ہو کر غلامی کے سلسلہ میں داخل ہوئے اور ان کی اولاد کو زیارتِ حضور سے شرف  
نہیں ہوئی ہے۔ مگر وہ سب اپنے آپ کو حضور کا غلام اور فرمانبردار سمجھتے ہیں۔ سید  
غوث علی صاحب جو ایک نہایت دلیر اور شجاع لوگوں میں شمار ہوتے تھے وہ بھی ہمارے  
حافظ صاحب قبلہ کی غلامی میں داخل تھے چنانچہ جب حضورِ انگیری تشریف لے جا کر محمد  
صاحب کی مسجد میں رونق افروز ہوئے تو سید غوث علی صاحب بھی حاضر ہو کر ادب اور تعظیم  
کے ساتھ دوڑاؤ حضور کے سامنے بیٹھ گئے۔ اسی نشست کے سلسلہ میں اتفاقاً سات متفرق  
مقام پر ایک سرخ بھڑنی ڈنک مارا مگر خیال سو راوی سید صاحب موصوف کے چہرہ پر  
نہ شکن آئی اور نہ پہلوید لایہ بھی ہیبت حضور والا کا ایک تصرف تھا۔

ف۔ واقعی سفر اول نواحِ دادوں قیام حضرت مولانا قاوت حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ  
کی وجہ سے تھا اور مولانا ممدوح کا صدق طلب اور عشقِ حافی و اتباعِ سرکارِ سلمی اس افضال  
کا مستحق بھی تھا۔ کیوں کہ وارفتگی سخاوتِ حسینی احقر مولف کے نزدیک بالکل اس دوسرے  
کی مصداق تھی کہ

نظام الدین اولیا نہ گیلے بنے کہ سنگ سنگ اپنے پھراؤں گئی

پس اگر سرکارِ سلمی کی رونق افروزی اس مبارک نواح میں نہ ہوتی تو تمام اراضیات  
دل تر و شدہ بلا ختم زبیری کے پڑی رہ کر خراب ہو جاتیں اور خود مولانا ختم زبیری فراموش  
سکتے تھے۔ اس لئے کہ وہ خود بذاتِ اچھے ہوئے دیار تھے یا باران کے پاس

کہاں تھا۔ اور اگر مولانا کی عدم استطاعتی بابت ادائے کرایہ مشکوف ہوئی اور صاحبزادوں کا ساتھ نہ ہوتا تو میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کرایہ کی گاڑی پر بھی قدم نہ دھرتے۔ جس طور پر پہلے مرتبہ سفر دادوں کیا تھا وہ ہی عمل اس دفعہ بھی کیا جاتا۔ حالات سفر اول۔ پہلی مرتبہ سفر مولوی سخاوت حسین صاحب اس طور پر ہوا کہ حضور دادوں تشریف لے گئے اور مولوی سخاوت حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں موجود رہے۔ شہب کو حضور نے مسجد قیام دیا۔ اسی قہر کے تشریف فرما ہونے پر اکبر علی اور گلشاہ کو سلسلہ علی افضل مہدیکہ شرف حاصل ہوا اور بلا کسی سہولت صبح حضور تشریف لیگے۔ اسی مولوی سخاوت حسین صاحب ہر تشریف لائے اور زبانی گلشاہ اکبر علی معلوم ہوا حضور تشریف لائے اور تشریف لیگے مولوی صاحب نے بت کر یہ کیا داوا صاحب گلشاہ و اکبر علی سخاوت حسین صاحب کو زانہ کیا حضور بلوچ نہیں۔ وہاں سے پھر دادوں تشریف لائے اُس وقت داوا صاحب مامول صاحب والد صاحب بھی غلامی میں داخل ہوئے علاوہ اس کی عدم سواری جوڑی میں اور بھی رموز تھے (۱) کل سفر کا نصف راستہ اگر سواری پر طے کیا جاوے تو نصف پیادہ طے کرنا چاہیے۔ تاکہ سپیدلوں یا سواری کے جانوروں یا جنس حیوانوں کا حق ادا کیا جاسکے۔ (۲) اسیوں اہل دنیا کو یقین دلانا کہ اُن کی مراعات سے فقرا آزاد ہو رہے ہیں۔ (۳) اپنے نفس کو یقین دلانا کہ تجھ کو ہم اُن موقعوں پر بھی محروم رکھنے کی قوت رکھتے ہیں جہاں تیری محرومی میں شرم نہ آئے یا تو اٹھانی پڑے وغیرہ وغیرہ آہ حفرۃ مولانا سخاوت حسین صاحب قبلہ کو جب مسجد قصبہ میں پہنچے پہلی ملاقات اُن کو بھی حضرت کی مسکراہٹ سے یہ مزید یقین ہوا کہ واقعی یہ سفر بالکل انھیں کو نہال کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے اُس کے بعد احلاسِ اسلمی کے تصرف نے اُس فعل کے لوگوں کے دلوں کو اپنا قبلا بنالیا۔ سرکار کے ہاتھ بکس گئے۔ اگرچہ اس سفر کے باطن میں بعض حضرات طالبانِ صادق کا جاذبہ بھی مضمر تھا مگر باوجود اس کے ذاتِ پاکِ اسلمی محض مولوی سخاوت حسین صاحب قبلہ ہی کو مقرر فرما کر تشریف لے گئے تھے اور سلسلہ کار از کار خیر دوسرے معاملات بطور پزیر ہوئے۔





تاریخ کھانا جس کی کافی دیدار وقت دیدار عدم محمدی سے مل رہی ہے۔  
۲۱ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ بمقام لتھیری ضلع مظفرنگر

## سکر اسلامی کنڈ کی محض پیش کنندہ خوش کرنے کے لئے قبول کرنے کی حکایت

(جس کو اصطلاح میں قبولیت یہ نیت روکتے ہیں)  
جہاں تک امکان تھا حضور حضرت صاحب قبلہ نذر لینے سے بچتے تھے بلکہ نہیں لیتے  
تھے پنچا پنچہ جب حضور دوبارہ دادوں شریف لے گئے تو میرے دادا صاحب یہ سن کر  
کہ حضرت صاحب کو گائے کا بہت شوق ہی ایک خوبصورت گائے حضور کے تدار کی اُس کو حضور  
نے بہت مسرت کے ساتھ منظور فرمایا اور بعض طرز عمل سے قبولیت کا یقین بھی دلایا یعنی جب  
میرے خاندان کے لوگ مدیو سی کے واسطے باہر سے حاضر ہوتے تھے تو ان سے بخندہ  
بیشانی ارشاد ہوتا تھا کہ ہادی یا رخاں نے ہم کو نہایت عمدہ گائے دی ہے اور اُس کا بچہ  
بھی نہایت خوب صورت ہے۔ نیز جب تک دادوں میں حضور نے قیام فرمایا روزانہ اپنے سامنے  
اُس کو دانہ کھلاتے رہے انھیں حالات پر نظر کرتے ہوئے قبول نظر کا دادا صاحب کو یقین  
تھا اور یہ اُن کی نہایت مسرت کا باعث تھا۔ لیکن واپسی کے وقت یکا یک حضور نے فرمایا  
کہ ہادی یا رخاں تم نے گائے ہم کو بہت اچھی دی ہے مگر اُس کا بچہ چھوٹا ہے اُس کا خیر آباد  
تک پنچا بہت دشوار ہے اس کے جواب میں میرے دادا صاحب نے اوپر کے ساتھ گراں  
کی کہ گائے ریل پر چائے گی تب ارشاد ہوا کہ اکثر ریل پر چڑھاتے ہوئے جانوروں کو نقصان  
پنچا ہے۔ لہذا تم نے گائے دی ہم نے نی اور اپنی طرف سے ہم نے احمد مسجد خاں کو  
دیدہ۔ الغرض گائے کو خیر آباد لانے کی اجازت نہیں دی۔

ف۔ اب تک رہبان وادوں سے تعلق نہیں تھا اور اُس کے بے تعلق ہوا تو یہ یرتا وہ ہوئے لگا جو اس حکایت میں مذکور ہے تو اس تعلق کا سوائے تعلق بے تعلق اور کچھ نہ ہوگا اور صغیہ اور ت کی ہدایات جو پہنچانی گئیں وہ بندہ فیض رسائی ہوگی چنانچہ وہ شروع ہو گئیں۔ گائے معہ یہ قبول کر کے ہادی یارخان صاحب کو ہمال کر دیا گیا اور آسمانی قبولیت بھی منگادی گئی اور آسمان پر غلطی بھی ہو دیا گیا کہ ہادی یارخان صاحب مرحوم نے ایک عظیم الشان کمال اور حضرت شیخ کا دل خوش کیا اور حضرت خاں صاحب مرحوم کی اہل خاندان وغیرہ میں ان کی عزت اور وقت کہ کہ بڑھائی گئی اور دونوں جہانوں کی قبولیت خاں صاحب کے بڑھانے میں اپنا مرتبہ کھایا گیا اور قبولیت گائے کی ملاست اپنے سراوڑ بھی گئی اور جب یہ سب بچہ ہو گیا تو وہ گائے وہ تو خود پھر کر لے نہیں سکتی تھے ان کے صاحبزادہ صاحب کو تحفہ یا تبرکاً دے دی گئی۔ اس جہاد کے قربان۔

اسی وقت فوراً حضرت مولانا جلال الدین دہلوی رضی اللہ عنہ کا یہ قول صادق آگیا کہ

زلت ادیہ زطعت نزد حق پیش کفرش جملہ ایمانا حلق

بالآخر احقر مولف اپنے سچے یقین سے عرض کرتا ہے کہ یہ بالکل سچ ہے کہ کبھی کسی حال میں آپ نے کسی اپنے مرید اور غیر مرید سے خاص اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں لیا۔

۶۲ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

تذوق قبول شدہ کا اہتمام داشت اور ان کا اسی مصروف

میں صرف ہونا جس کے لئے وہ پیش ہوئے اور ذاتی بے تعلق

عرس کی تقریب میں جو کوئی رو بہ بھیجا یا دیگر خدات پیش کرتا تھا حضور بیت خود شنو ہو کر اُس رقم یاد دیگر خدات کو قبول فرماتے تھے۔ مگر کبھی اُس رقم کو اپنے پاس نہیں



رکھتے تھے بلکہ کارکنانِ عرس کے پاس بھیجو دیتے تھے۔

ف۔ کسی رسمِ نقدی یا تحفہ یا خدمات کا پیش ہو کر منتظم کے پاس چلا جانا اور اُسی منتظم کی معرفت صرف میں آجانا یا ٹھکانے لگ جانا بالکل اس رسم یا تحفہ تلافی میں ہاتھ نہ لگانا ہے جس کی عاشقہ نہ مثال یہ ہوئی کہ پیاو جو دچھوٹے کے بھی اچھوٹے رہتے تھے۔

عرس کی رقم عرس ہی میں صرف ہوتی تھی اگر اتفاق سے عرس آتی تھی تو واپس سیاتی تھی بے لوثی اسکو کہتے ہیں

دادوں سے عرس کی نذر جو آیا کرتی تھی اتفاقاً ایک مرتبہ وہ رقم مقررہ ۱۹ ذیقعدہ کے بعد ۲۰ یا ۲۱ ذیقعدہ کو پہنچی جسے اسمی اکبر علی جو غلامی میں لے لے کر آئے تھے پچھلے رسم واپس فرما کر ارشاد ہوا کہ ہادی یا رضاں سے کہہ دینا کہ جو کام تھا وہ ہو چکا۔ مجھے روپیہ کی کوئی ضرورت نہیں اب بے کار رہی اور سانپ ہر جگہ ٹیڑھا چلتا ہے مگر بانی میں سیدھا جاتا ہے۔ ان الفاظ سے اظہارِ تہنیت ہوتا ہے۔ مجھ عاجز کا یہ ایمان ہے کہ ہم غلاموں سے حضرت صاحبِ قبلہ ناخوش نہیں ہوتے تھے بلکہ جو کچھ ارشاد ہوتا تھا وہ بطورِ ہدایت ہوتا تھا جسے سن کر میرے دادا صاحب قبلہ کے دل پر نہایت سخت اثر ہوا مگر اس کے بعد پھر میرے دادا صاحب نے کبھی اس رسم کی غلطی یا تاخیر نہیں ہونے دی۔

ف۔ یہ پاکبانہی اور غنایات میں جن پر رئیسانِ دادوں فرقیہ ہوتے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ روپیہ رکھو لیا جاتا اور درگاہ کے کسی اور صرفہ میں صرف کیا جاتا۔ مگر یہاں تو یہ دھن تھی کہ ہر مدکار روپیہ اسی مد میں صرف کیا جاوے جس کے لئے وہ نذر ہوا ہے تاکہ حساب کتاب آخرت سے کچھ واسطہ نہ رہے بلکہ بوقتِ حساب کتاب یہ جواب دیا جا سکے کہ وہم کیا جانیں جو جس لئے دیا تھا اُسی میں صرفہ دوسروں کی معرفت ہوتا تھا، ایک قول پاک



## ( مناقب )

یام غلاموں کے واسطے ارشاد تھا کہ بخشش کے واسطے ہی نماز پنجوقتہ کی پابندی کافی ہے پابندی نماز کا جو حکم ہوتا تھا میرے خیال میں اس کے خلاف نہ ہو بلکہ اخلاق نبوی کریم ﷺ کی پیروی ہوتی رہے۔ اسے غلاموں کی بخشش کا معاملہ تو خود حضور نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اگر سچا پر نماز کی پابندی کی تاکید فرما کر اس راز پر یہ دو دلائل ملتے رہتے تھے۔ مریدوں پر زیادہ وظائف کا بار کچھ نہیں والا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑے حضرت صاحب قبلہ نے اپنے غلاموں کو اس دولت سے محروم کر دیا جس کا ذکر مناقب حافلہ میں موجود ہے جو شخص اس کا پابند ہو پھر اس کو زائد وظیفہ اور ورثہ ضرور نہیں رہتی۔ ہم غلاموں کو بڑے حضرت صاحب قبلہ کے ارشاد پر عمل کرنے کے بعد کسی چیز کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔

## ( تبصرہ )

ف۔ آہ باریار نماز کا ذکر کرنے سے دل بھرا یا اور یہ کہ دینا پڑا کہ آپ جس نماز کو نماز فرماتے تھے وہ نماز ہے جس کو طبقہ عارفیہ صافیہ اور مشائخ سنی نے نماز مانا ہے یعنی نماز با حضور جس کے پڑھنے والے کے لئے دوسروں کا بخشوانا ممکن ہو جاتا ہے کیونکہ آپ فقہاء کی نماز پر بس فرمانے والے نہیں تھے جس میں ادھاتیر اور ادھابٹیر ہوتا ہے یعنی محض تکبیر تحریم کے وقت کا سامعی حضور کا فی تبلیا جاتا ہے باقی حصہ نماز میں جاسے سبیل ہو خطروں کے ذریعہ کھوئے جاویں مگر نماز جائزہ تبلیاتی جاتی ہے اس جو از کی ذمہ داری سے حضرات صوفیہ نے اپنی بریت کر لی ہے۔ اس کے حضرات فقہا ذمہ دار ہیں۔

یہ شک آپ کے حکم اتباع شریعت کا ہی مشا تھا کہ لوگ اپنے آپ کو زناکریوں آپ نے اندام بخشش کو زیارتیغ آثار مجہدی چھپانے کی اپنے زمانہ کے بہت بڑے ہشیار اور بیدار شیخ المشائخ تھے۔

شرح آریں کوہ کرن رخ زینت بدم مزن و بشما علم بالصواب



# دائے بزرگ اس کی ہدایت و جبروت و قیامت اور وقیعت دعا و غفر

ہمارے حضرت صاحبِ جبروت نے اپنے تئیں تو ایک مخلوق کا رجحان ہوتا تھا اور  
اطرائ و توانیب سے بیک اپنی جہت پیش کرنے کے واسطے مانع ہوتے تھے اور جب  
کوئی بہت پیش کرتا تو حضور ہمیشہ یہ ارشاد فرماتے تھے کہ بھائی ہمارے پاس کیا ہے  
بڑے حضرت صاحبِ قبایہ کے پاس یا و اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوتا تھا کہ تم  
بھی دعا کرتے ہیں اللہ قبول فرما دے۔ میں نے جیشم خود دیکھا ہے کہ ہمارے حضرت  
صاحبِ قبایہ نے جب کسی بات کے واسطے تین مرتبہ دعا فرمائی وہ یقیناً مستجاب ہو گئی۔  
مجھے اکثر خدمتِ حضور میں حاضر ہونے کا اتفاق پیش آیا ہے اور جب میں نے کسی بات  
کے عرض کرنے کا ارادہ کیا ہے یہ جرات نہ ہو سکی کہ حضور سے عرض کر سکوں اور حضور کی  
مجلسِ مبارک میں گھنٹوں بیٹھ کر بغیر کسی گزارش پیش کئے چلا آتا تھا حضور کے جلسہ میں یہ خاص  
بات دیکھی جاتی تھی کہ سوائے بڑے حضرت صاحبِ قبایہ کے ذکر کے دوسرا ذکر نہیں ہوتا تھا۔  
میں نے سوائے اس کے کوئی ذکر اپنے کانوں سے نہ سنا۔ میری موجودگی میں اکثر  
لوگوں نے آکر کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے ہمیشہ ہی ارشاد فرمایا کہ مولوی  
ہادی علی خاں صاحب سے مسئلہ کی متعلق دریافت کرو میں کوئی عالم نہیں ہوں مگر اس کے  
ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوتا تھا کہ ہمارے حضرت صاحب اس مسئلہ کے متعلق اس طرح فرما  
تھے اور وہی اس مسئلہ کا حل ہوتا تھا۔ اس راز کے متعلق صرف یہی خیال کیا جاسکتا ہے کہ  
فائز بھونی مجیبکم اللہ جس کا ذکر مناقبِ حافلہ میں آیا ہے اس کی اتباع حضور کی  
ذاتِ پاک کے ہر فعل اور ہر عمل سے ظاہر ہوتی تھی۔ چنانچہ اسی کی تائید میں چند

واقعات عرض کئے جاتے ہیں جس کا تذکرہ خود حضور نے میرے سامنے میرے والد سے کیا تھا۔  
 دین محمدی عنہ ۲۳ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ مطابق یکم اگست ۱۸۳۹ء بمطابق

### تبصرہ

حضرت شیخ معظم کی مجلس معرفت و علوم باطن کی کلاس ہوتی ہی جس کو حضرت مولائے کائنات سے روضۃ البختہ فرمایا ہے اور ذکر نہ عین کی وجہ سے اس کا رنگ و بala ہو جاتا ہے۔ پھر وہ دیکھ کر کہیں کیوں نہ ہوتی۔ انھما نظر تھا ورنہ رستہ کے فرشتے آپ کی مجلس میں دیکھ پڑتے۔ دعا کی استدعا کے ساتھ دعا کرانے والے کے لئے جو دعا کے لئے آپ اپنی نفی استعمال فرماتے تھے جو فی الاصل اثبات ہوتا تھا اور اس اثبات کو نفی کرنے کے لئے مزار شریف کی طرف اشارہ فرماتے تھے تاکہ تمام پیرین عظام کے وسائل شامل ہو کر فوراً بلا غیر و ماصعود کر جاوے کہ دعا کرانے والے کو بھی یقین ہو جاوے کہ معاملہ بڑھا دیا گیا۔ وزیر مزار شریف پر فرستادگی کی یہ بھی وجہ تھی کہ دعائیں لوگ توسل صاحب فرار کر لیا کریں اور حضرات صاحبان مزار کو قبولیت کا معقول ذریعہ خیال کیا کریں اور اس فرستادگی مزار میں یہ راز بھی مضمر تھا کہ اسلمی متوالے یہ بھی سمجھ لیں کہ سرکار اسلمی کے وصال کے بعد ان کی دعائیں دو آتشہ ہو جایا کریں گی۔ تین مرتبہ کی دعا بھلا کیوں نہ قبول ہوتی جس کی تینوں بیڑھیاں آپ خود ہی طے فرما دیا کرتے تھے۔ جو صاحب آپ کی مجلس میں آکر متغیر ہو جاتی تھی اور عرض معروض پر قدرت نہیں پاتے تھے اور اپنے آپ میں آپ کے مواجہ میں ہمت نہیں پاتے تھے ان کے ساتھ آپ کا تفرقہ نہیں تھا اور توحیدی نسبت زیادہ تھی۔ جاذبہ محمد و علی کا ہر وقت آپ کو گھیرے رہتا تھا اسی لئے وہی ذکر ہوا کرتا تھا یعنی آپ اپنے سے غائب اور عین بڑے حافظ صاحب قبلہ رہتے تھے ذکر غائبانہ محض برائے استعارہ تھا۔ آپ اور بڑے حضرت اور سرکار رسالت اور حق تعالیٰ یہ کل سب آپ کو مکشوف تھا۔ اور حضرت کل لکل کے جانب آپ سامعین کی استدعا کے موافق اشارہ بڑے حضرت کا

سعدی اور نیکو تھے آپ شہداء و شہداء کا زمانہ تھا جس کے انجمن اور کو پسند نہیں  
 فرماتے تھے۔ وہ دین کے لیے اپنے مردانہ سوا کو ہدایت فرماتے تھے اور ان کے جواباً آپ  
 نے ان کو جو بیت مائل کروا دیا وہ ان کو تسلیم کرتا ہے کہ یہ شہداء آپ ان کے ہم کے ہم  
 نہیں تھے جس نے ان کو مدد و مدد سے "محمد" رہتا ہے اور ان کے ساتھ آپ کا نام ہم نے ہر جہاں  
 باطن و ظاہر ہے۔

شاہدیت پر کی زندگی کے لیے ان کے ساقیوں کے رخصت ہونا  
 مجنوں کی قوت میں آپ ان حضرات کے کو خوشنود کرنے کے لئے  
 طالب کا حیرت انگیز برشت کرنا معشوق کی جواب میں برمی برمی سے  
 کا عاشق پر آسان ہو جانا

ایک مرتبہ میرے والدین کے وقت سلام کو حاضر ہوئے اس وقت حضور خانقاہ  
 شریف کے متصل چھپرے میں رونق افروز تھے۔ میں بھی اپنے والد کے ہمراہ حاضر علیحدہ سات  
 آٹھ بجے کا وقت تھا میرے والد سے مخاطب ہو کر کیا ایک ارشاد ہوا کہ بھائی احمد سعدی  
 تم بھرا ہوا ٹکا کنوئیں سے نکال لیتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی حضور پر گریہ بے اختیار  
 طاری ہوا۔ پھر افاقہ ہوتا اور پھر گریہ طاری ہوتا اسی کیفیت اور حالت میں کم و بیش دو  
 گھنٹہ کا وقت گزر گیا۔ حاضرین مجلس پر بھی ایک خاص کیفیت اور حالت طاری تھی۔  
 بالآخر میرے والد نے حضور سے کہا کہ ادب گزارش کیا کہ حضور میں اس حوالہ خاص کا  
 مفہوم نہیں سمجھ سکا اس کے جواب میں حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ بھائی ہم ٹکا کھینچتے ہو



اور ہمارے پیسے حضرت صاحب قبلہ ٹلے ہوئے مٹا کھینچتے ہوئے دیکھتے تھے تو بھائی  
 یہ ٹھکرا ہم کھڑے تھے اس ارشاد کے بعد اس قدر جوش کر رہا ہوا کہ آواز آ رہی تھی کہ  
 گیارہ بجے دن کے حضور کو مشغول بکھر چھوڑ کر ہم اپنے مقام پر واپس آ گئے۔

ف۔ یہ گریہ شکر کا بیت نہیں تھا کہ بڑے حضرت کے ساتھ ایسا تھا اور اب  
 نہیں ہے یا وہ ذات اب موجود نہیں ہے یا ہم میں اب وہ قوت نہیں رہی وغیرہ اور  
 نہ یہ گریہ شکر یہ تھا کہ ہم کو کیسے وقت ایسی توفیق دی گئی تھی یا بڑے حضرت ہم سے ایسی  
 خدمات لے کر کسی وقت خوش ہوتے تھے۔ اس سے بھی ابن الوثنی کا شعبہ صدق آنے کا  
 شعبہ ہو سکتا ہے۔ لہذا سوائے اس کے کہ یہ گریہ مافوق شکر کا بیت سمجھا جاوے اور  
 گریے بلا وجہ تھیں گریہ محبت و عشق کہا جاوے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا  
 کہ آپ کا گریہ نہیں تھا بلکہ فوراً رحمت یا سی تعالیٰ فی باریش تھی جو اس تخم محبت میں نمو  
 دینے کے لئے ہو رہی تھی جو ہر کارِ اسلمی نے اہلیانِ مجلس کے دل میں بوسے تھے۔ یا عالم  
 بالا میں ان پاک قطرات اشک سے عرفانی رختوں کو وجود دیا جا رہا تھا جو تیار ہو کر قیامت  
 تک علامانِ اسلمیوں کو معارف سکھانے کے ذمہ دار ہوں گے جس کا اشارہ حضرت  
 معنوی یوں فرماتے ہیں۔

چوں بگریذار بے شک و گلہ

افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ

۲۴ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ ۲۴ دوشنبہ مقام میرٹھ کوٹھی سید حسین صاحب

کر قدم کی اس سے فراور و قرب کی علامت کی کلفت کی خوشگوار کی

اٹھار یعنی خستہ شیخ کے عظیم و امیر کی سے از مونا اور اس کا

اشارہ کرنا اور پھر کر سفر میں نہ ناکہ نہ تیشہ کی مجاہد پشیمانی

بہشتیہ نامی جانب کے راہی اٹھار ہشتا

ایک مرتبہ سنو سنو تیرہ ی حانری یہ میرے والد کے رشتہ و فریاد کہ ہمارے حضرت صاحب قبیلہ ہر سفر میں یہ ہیں رہا نہ رک کر تھے چہ چہ حبیب ہمارے حضور تیرہ یاد و کن تشریف لے ہا رہے تھے ہمارے واسطے جی ایک ٹھوڑی خرید فرمائی۔ تاکہ حضور کے ساتھ ہم سفر ہوں۔ انگریز حضور حضرت صاحب قبلہ الیہ کی پاکی لازم تیرہ۔ اب وہ ہنس میں اپنی سواہی کی گھوڑی کسی دوسرے کو دیدیا تھا اور نزدیکی کا پایہ پھر کر حضور کے ساتھ پیادہ چلتا تھا۔

ف۔ یہ اتنا مال مرے مافوق کی منزل سے ہے جو میرا راہی پر ختم ہو گئی جس کی بابت حضرت حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ یوں اشارہ فرماتے ہیں کہ

تا بکے صرف رضا جوئی و لہا باشم فرستم یاد کریں پس ہمہ خود را ہاشم

یہ پیادہ دوڑنا آپ کا بظاہر پاکی پر کر زمین پہ ہوتا تھا۔ مگر فی الاصل ہر قدم آپ کا

ارض دل سے بھی مافوق پڑتا تھا اور نہ صرف طور پر یہ امتحان : یا جا رہا تھا کہ تمام عینوں

کے مہیا ہو جائے پر بھی آپ کو ث تعیش سے میرا میں تھے۔ اور جن میں صاحب سے

یہ بین ہو رہا تھا، ان کی حالت کے موافق ان کو تعلیم ہو رہی تھی کہ معروض میں میں بتلہ ہو کہ

بھی طلب کی ہے آدمی کی بھائی ضروری ہے۔

۴ صفر ۱۲۸۵ ۵۴۴۴ یوم چار شنبہ مقام بہرائچ

پیشکش کا حضرت شیخ عیسیٰ مہتمم کا سبیل تذکرہ تعمیر کے متنازعہ ہونا اور  
طالب صادق کا اس کو طواغیت پرچام مینا اور فریڈ ایل اس انجام ہی چھپاتا

اور وجود خصوصیت تفوق کی فوقیت کو نہ دیکھتا

سفر حیدر آباد کے اشارہ میں روزانہ لکڑی خرید کر فی پڑتی تھی۔ ایک روز حضور  
حضرت صاحب قبلہ نے اپنے اہل قافلہ سے ارشاد فرمایا کہ اس قدر آدمی ساتھ ہیں اگر ایک  
ایک لکڑی اٹھائے بایا کرے تو روزانہ لکڑی خرید کرنے کی رحمت نہ ہو۔ دوسرے  
دن نماز ظہر کے بعد سلسلہ سفر شروع ہونے والا تھا میں نے دیکھا کہ کسی نے حضور کے  
اس حکم کی تعمیل نہ کی اور قریب قریب تمام اہل قافلہ روانہ ہو گئے جوں کہ حضور کے  
نفل پڑھنے میں کچھ دیر ہو جاتی تھی۔ میں نے اس وقفہ میں لکڑیاں چنیں اور وہ ایک بڑے  
بوجھ کی مقدار میں ہو گئیں۔ بعد فراغ نفل میں نے حضور کو بالکی میں سوار کر دیا اور بوجھ  
اتنا وزنی تھا کہ میں تنہا اُسے اٹھانہ سکا۔ تب دو کھاروں کی امداد سے اُس کو اٹھا  
اور معہ بوجھ کے روانہ ہوا۔ عصر کے وقت جب منزل تمام ہوئی میں نے اُس بوجھ کو علیحدہ  
رکھ کر حضرت صاحب قبلہ کو بالکی سے جاٹے قیام پر اتارا اہل قافلہ نے بوجھ لکڑیوں کا دیکھ کر  
کہا کہ یہ لکڑی کون لایا ہے ہم میں سے تو کوئی لایا نہیں۔ یہ سن کر حضور حضرت صاحب  
نے ارشاد فرمایا کہ لایا کون ہے۔ ہم لائے ہیں۔ اور جب تنہائی ہوئی تو حضور اقدس نے  
مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیا کام نہ کیا کرو ہمارا سر دیکھنے لگا۔ یہ فرما کر جو کیفیت حضرت



صاحب قبلہ کی ہوائی وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہی تحریر نہیں آسکتی۔ یہ واقعہ اس شعر کی  
تفسیر ہے۔  
من تو شد تو بدین شدی من تن شام تو جاں شدی

تائیں نہ کوید بعد ازین من دیگرم تو دیگر

نہ شہم نہ شب پرچم کہ نہ شب خواب گویم چو غلام آفتاب ہمہ ز آفتاب گویم  
فت۔ یہ دن وہاں رہنے کی بات ہے۔ انھیاری یا مالوئی محبت کا اظہار نہیں ہے  
کہ کوئی جانے اور کوئی نہ جانتا نہ خواب و خیال کے واقعات ہیں کہ اس میں تعبیر کی  
ضرورت لاحق ہو۔ یہ واقعات پہلے سے ہیں کہ سرکارِ اعلیٰ کی شہر مجاہدیت مشاہدیت کے  
بعد ہی یہ نوید ہوئی ہے کہ آپ کا دور مجاہدیت ہمیشہ جاری رہا اور آپ ہمیشہ صیقل  
کے مستغنی اور تارکِ عیش رہے۔ شاہین میں آپ کی کوئی نظیر تباہی نہیں جاسکتی۔

اساتذہ اور متقدمین کی لکڑیوں کے گھون کی فرشتگی عین وقت کے وقت معروضِ اہلکار  
میں آگئی تھی اور کچھ نہ کچھ ہم اس کے فوراً دھول ہو کر مصرف میں آگئے ہیں۔ مگر عجیب  
و غریب لکڑی کا خفیہ موبار تھا جس سے سوائے حق تعالیٰ اور ذاتِ حضرت شیخ کے کوئی  
واقف نہ تھا۔ اسی لئے ایسی قیمت بے مثل معیت حضرت شیخ کی آپ نے بنی کہ جو  
قیامت تک نہ چلے گی یعنی جیسے ہی کہ فنائے خدمت اعلیٰ طالب کو حاصل ہو گئی وہ فوراً  
بلا تاخیر فانی اللہ اور فانی فی رسول اللہ ہو جاوے گا۔

مسلط غیبت کہ ان پر وہ ہر دوں افتد رائد ورنہ ورتھل رنداں خیرے غیبت کہ غیبت  
بعد اظہار اس از وحکایت کی سرکارِ اعلیٰ کا انبساط بے شک، فوق التخریر و تقریر  
ہو چاہئے کیوں کہ وہ وقت مبارک آپ کا کلیۃً انانیت متعارفہ سے علیحدہ ہو جانے  
کا تھا۔ جہاں لن ترافی سے استہار کیا جاتا ہے۔

لکڑیاں سربراہان قافہ سالار سے رانگیوں کے سر سے بارِ معصیت جاتا رہا  
احقر مولف کہتا ہے کہ سرکارِ اعلیٰ نے اہلیانِ قافلہ پر بڑا احسان کیا ورنہ اگر حضرت

شیخ رضی اللہ عنہ کا حکم بلا تعمیل رہتا تو تمام قافلہ عیلائے آلام ہوتا۔  
 زندگانِ اسلمی کو ہو مبارک یہ خبر حشر میں بار گنہ رکھنے کا کیا کھٹکا ہا  
 اور درحالیکہ حضرت اسلمی کو حضرت حافظی کے دربار میں بتوسط بارکشی بار ملا ہے تو بھی  
 کسی حال میں ذوقِ باربری کو سرکارِ اسلمی چھوڑ نہیں سکتی ہی۔ تو پھر غلامانِ اسلمی کو کیا  
 کھٹکا اپنے گناہوں کے بوجھ کا ہو سکتا ہے۔  
 بکت عبونی علی شیعونی فساہالی دلا ابانی کہ دائم آخر طبیب دصلت مرضی خود را کند  
 ۹ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ نجف

منجانب طالبِ صادق حضرت شیخ کی سوتی احت سانی اور اس کا  
 بے مثل زوال تمنہ تاج جو قیامت کے لئے ناستوطا لصادق میں  
 طبع کیا گیا جو بھی جہانیت طالبِ صادق سے جدا نہیں ہو سکتا

ایک دن میں خدمتِ حضور میں حاضر تھا اور حضور اصلاح بنوا رہے تھے مجھے یاد نہیں  
 کہ حاضرین میں سے کس نے سوال کیا تھا۔ مگر کسی نے عرض کیا کہ حضور کے فرقِ بدرک پر یہ  
 نشان کیا ہے۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ میاں یہ تاج ہی اور یہ فرما کر دو گھنٹہ سے زیادہ عرصہ  
 تک حضور پر سخت گرمی طاری رہا۔ جب گرمی میں تخفیف ہوئی تو میرے والد نے بات  
 عرض کیا کہ حضور تاج کے لفظ کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا۔ تب حضور نے ارشاد فرمایا کہ جب انی  
 احمد سعید خاں جب ہمارے حضرت صاحبِ قبلہ حیدر آباد کا سفر فرمایا کرتے تھے تو ہم حلیتی  
 ہوتی انگلیٹھی سر پر رکھ کر ساتھ لے چلتے تھے اور اس پر پانی گرم ہوتا تھا کہ بوقتِ ضرورت

حضور کو گرم پانی دینے کے واسطے لے۔ اسی کا یہ نشان پڑ گیا ہی اور پیپ بھی پڑ گیا تھا۔  
 ”بھلا جانی یہ تاج نہیں ہے تو اور کیا ہے۔“

اس کے بعد جو کیفیت حضور کی ہوئی وہ دیکھنے ہی سے نفص رکھتی ہو۔ تخریب میں نہیں آسکتی ہو۔  
 ف۔ بلا کیا تاج: وجہ ان کی بادشاہی کا تھا کہ اُس کی معارف سنتے ہی سامعین اور مبصرین کو  
 خیرہ نظری لاحق ہوگئی۔ اور کیوں نہ ہو تو کیوں کیونکہ معارف بیان شدہ نے آپ کو شان  
 اسلامی سے شان معینی میں متبادل کر دیا۔ اور سات سو برس کے بعد مجاہدہ حضرت  
 خواجہ خواجگان مشاہدہ میں آگیا۔ خدا معلوم ان معارف کے اظہار کے بعد آپ آپ  
 رہے تھے یا تعین معینی میں حاصل کئے تھے۔ واللہ اگر اس وقت کوئی خواجہ خواجگان  
 کا چپ سنت والا ہوتا تو چپ کل پڑتی۔ اور معاملہ طشت از بام ہو جاتا۔

بھینسہ یہ وہی مجاہدہ ہے جو حضرت خواجہ خواجگان اجمیری رضی اللہ عنہ حضرت  
 عثمان ہا دنی نبی، اللہ عنہ کو ہر وقت گرم کھانا کھلاسنے کے لئے گرم آگیتھی سر پر  
 میں رکھ کر انجی م دیا تھا جس کی وجہ سے حضرت ممدوح کے سر مقدس کے اوپری حصہ کے  
 موت مبارک جاتے رہتے تھے۔ یکناد پیپ پڑنا مجاہدہ اسلامی میں ہمت حضرت خواجہ  
 علیہ السلام توفیق سے مزید بہان ہی۔ واللہ اعلم بالقواب۔ آپ حضرت خواجہ محمد مسلم  
 صاحب تیرا یادی تھے۔ یہ حضرت خواجہ خواجگان اجمیری کا پسندیدہ تھے  
 تھا۔ میں اپنے معارف کی تائید میں ایک دلدادہ اور متوالہ اسلامی کے قول کو لا کر مضمون  
 ختم کرتا ہوں تاکہ ان معارف میں تشکیک کی گنجائش باقی نہ رہے۔

قول مبارک۔ حضرت ایشاں ورین زمانہ (آیتہ من آیات اللہ) مہند چنار  
 مجاہدہ و ریاضت فرمودند کہ در ادلیائے مسوقین مسوع شدہ است لکن افتخار در مجاہدہ  
 ایں قدری فرمایند کہ مہندگان حضرت ایشاں متحیر اند۔



محالِ ریں سرور سے نفرت کا راسخی اظہار و یہ ایک فتنہ ہے  
 دو دہائی کی گزشتہ دنیا و عالمِ تفرق کے ستغراق کی سب سے خست  
 بیل کنی کی گزشتہ اظہارِ اصلی و باطنی باوجود تحققِ ضعف و بیماری

چوں کہ میں اپنے حضرت صاحبِ قبلہ کے حالاتِ غمِ مذکور ہوں جو حالاتِ ٹھو کو  
 صحیح طور سے معلوم ہوئے ہیں اُس کو ضرور بکھور گا۔ بمصدقِ مثل (الحق مٹا گا)  
 اظہارِ صداقت سے کسی کو تکلیف ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ سید اشفاق حسین صاحبِ مرحوم  
 سید اشفاق حسین صاحبِ سجادہ نشینِ حال و دیگر حضراتِ خیر آباد کو مولانا ہادی علی  
 خاں صاحب اپنے چچا زاد بھائی وزیر احمد خاں صاحب کی لڑکی کی شادی میں اور  
 حضور کو بھی لکھوئے گئے۔ دو یا تین دن حضور نے وہاں قیام فرمایا۔ نکاح کے دن حضور  
 کو کسی وجہ سے معلوم ہوا کہ اس تقریب میں نایاب بھی ہوگا۔ چنانچہ حضور تہایتِ ناخوش  
 ہو کر واپس چلے آئے اور نکاح میں شرکت نہیں فرمائی اور بار بار یہ کلمات ارشاد  
 فرماتے تھے کہ یہ کیسے حضرت صاحب کے ہیں کہ نایاب کر رہے ہیں۔ اور ہم کو دھوکا دیکر  
 ایسی تقریب میں آئے۔ راستہ میں بھی کسی صورت سے آٹا نہ غصہ کم نہ ہوتے تھے  
 ہمراہیوں کو پریشان تھی۔

عبدالغفار قوال جس کے اوپر حضور کا خاص کرم تھا۔ اُس کا بیان اس کے متعلق  
 آئندہ تفصیل کے ساتھ لکھوں گا مختصر یہ کہ جب گاڑی اسٹیشن اٹھا یا پر پہنچی اُس وقت  
 اور بھی غصہ میں اضافہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر عبدالغفار نے عرض کیا کہ میاں کیا ابھی بے نیکی ہے  
 یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا کہ تیرے پاس کچھ ہے تو لے آ اور جب میں ہاتھ ڈال کر

کچھ نکالا اور فرمایا کہ ہمارے پاس دو پیسے ہیں اس کی برقی مے لو۔ دیکھ تو وہ دو روپے  
 سے اس نے نام و زنیہ سے ارشاد موقوف کیا کہ گھڑی چلائے۔ کیوں کھڑی ہے۔ اُس نے  
 بیہوش کیا کہ یہ گھڑی نہیں ہے۔ جس پر اُس پر فرمایا کہ تم اسے سنبھالو کہ میں  
 ورنہ رشتہ کرکے مرنے لگے۔ اُس کھڑی میں بہت سے ہندو بیٹھے ہوئے تھے  
 حضور نے کہا کہ بڑے میں کہاں جاؤ گے۔ حضور نے فرمایا تم سے ملو جو ان بھی ہمارے  
 پیچھے آئیں گے تو تم کو تیرے پاس لے گئے۔ یہ فرما کر آپ سنبھال کر اپنے واسطے اتر گئے۔ اس پر  
 سنبھالے ہوئے میں ہم نے سب آؤ گئے صرف ہوا۔ اس غم میں گڑی چلائے کی بہت  
 کوشش کی کہیں کربیب حضور فریاد ہو کر واپس تشریف لائے تب ریل چلی

ت۔ چن کے لئے نبی صحت بڑے مافطعہ حسب قبیلہ رضی اللہ عنہما و عید  
 بہت تک جو کہ مولانا پوری علی دہلوی نے حسب قبیلہ کے متروکہ دیے گئے۔ یہ یہ پوج کیا گیا ہو کہ حضرت  
 سے چھ کر محض قفس سرور کی باد سے گر چیب کہ بعض محفل مولویوں کے ساتھ اہل دنیا  
 کر رہے ہیں۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ مستند اور محل متبحرین غلام تو ایسے محافل کے متعلق خور و  
 نوش اور شرکت کو بھی بڑا پستے میں آسے یہ ہی کہ جس گانے میں پورا سامان محراب باوجود  
 ہو اُس کے حرام ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اس لئے اُس کی شرکت بہت بری  
 ہے اگر کوئی درویش کامل اپنی ذاتی قوت بخریب باہ کے ذریعہ سے اس میں اتھارہ شرکت  
 کرے گا تو اُس کے مقلد اُس میں تباہ و برباد ہوں گے۔ اور احقر مولف کے نزدیک اہل  
 محفلوں میں بھی الاعتدال شرکت کرنا گویا محفل سماع حضرات چشت کی بے عزتی کرنے میں  
 اعانت کرنا ہے۔ اور احکام شرعی کو پس پشت ڈال دینا ہی اور اس شرکت کی درویشوں  
 کی عادت ہو جانے کے بعد اہل دنیا اور حضرات فقرائے درمیان پھر کوئی فرق نہیں رہتا  
 ہے اگرچہ عیش فقر اور تعیش اہل دنیا میں بہت بڑا فرق ہے یعنی حضرات فقرائے ترک نفسانیت  
 کے بعد عیش قبول فرماتے ہیں اور اہل دنیا کا بالذات حظ نفس ہی عیش ہوتا ہے۔ لہذا بادیہ

موجودگی قوت مدافعت باہ اور تحلیلات نسائی بوجہ شغف حب رسالت پاک اس فسق  
 علی الاعلان سے بچنا بہر حال اصلی و افضل ہے اور مردانِ خانوادہ حافظیہ پر فرض ہے۔ و  
 سرکارِ اسلمی کے دھوکہ کھانے کی وجہ مشغولی ذاتِ بخت ہے۔ مرد نہ اُن کو بھلا کون دھوکہ  
 دے سکتا تھا اور بالآخر آپ نے دھوکہ کھایا بھی نہیں کیوں کہ سرکارِ تہذیب ان اظہار کے ساتھ  
 جیسا کہ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ:

گر ہزاراں دام باشد ہر قدم چوں تو بامانی نباشد پیچشم  
 ————— اللہ حافظ —————

مشتاق تیرا برقِ تہی نہیں ہوں میں	محبوب کہ حبیب ہوں موسیٰ نہیں ہوں میں
آئے ہیں دیکھنے مرے لاشہ کو ماہر	میں ہوں شہیدِ عشق تماشا نہیں ہوں میں
بے چین مجھ کو دیکھ کے فرمایا ناز سے	پوری نہ ہو، کبھی وہ تماشا نہیں ہوں میں
مردہ دلوں کو جنبشِ لب سے جلادیا	کسانہ اب کہ رشکِ سی نہیں ہوں میں
اترانا کیوں نہ عرصہِ بخشش ان میں	کیا عاشقِ غریب تمہارا نہیں ہوں میں
آزاد سب سے کر دیا تیرے خیال نے	سجدہ کسی کو، سوا کرتا نہیں ہوں میں
اس در سے خاک بھی مری اڑ کر نہ جاگی	صحرے سے ہوا لگ وہ بگولائیں ہوں میں
اس معرکہ میں جان ہی دید و گاہ ایک دن	کچھ ایسا ویسا چاہتے والا نہیں ہوں میں
<p>دزدہ ہوں خیر آیا دکا حافظ کا ہوں غلام                  کچھ وار و گیرِ شر سے ڈرتا نہیں ہوں میں</p>	

آپ کی مقدس حبیب سے دور و پیہ بکن کوئی بڑی کرامت نہیں ہے بلکہ معمولی بات ہے  
 اور اُن روپیوں کو پیہ فرمانا بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ درویشِ توحید اشرفیوں کو  
 کنکڑ سمجھتا اور یقین کرتا ہے تب عزتِ حضرت باری میں قبولیت ہوتی ہے۔ عروجِ توحیدی  
 میں تفرقہ اور اشیائے عالم تفرقہ کے اسما وغیرہ کا بھونکا ہی کمال ہے۔ یہی وجہ ریل کو گاڑی



فرمان کی بن سب۔ مگر روانگی سنبجے کے وقت آپ کو نزول ہو گیا تھا تاہم آپ کو اپنے  
 آپ کو یوں ہی اور ضعیف لوگوں کا بھجنا ناگوار ہوا جو واقعیت رکھتا تھا۔ کیوں کہ جس عالم  
 پر آپ ردتق اور رستے وہاں بڑھاپے اور شعلت کا نام بھی نہیں ہے کہ اس عالم سے  
 سب سے بڑھاپے کی رستہ کی بات یہ شریک بات بھی ہے۔

لکھو کہ برستہ ہی ذوق و شقیقہ نہ ہو۔ نہ سب کہنے ماستی و گروا و

یعنی فرستہ اور وقت حال پرستہ سب کا سبب ہیں یہاں پر رہ رہے ہیں  
 کہ سب ہی کی ریل پیدائے و اس سے بھی نہ انہی اس سبب کو قوت سے۔ اگر وہاں سب  
 تشریف سنبجے کر سب تو شریک آپ قوت تصرف و استعمال نہ فرما تھے۔ نہ یہ وہی وجہ ہوتی یا  
 تین کی وجہ سے سب سے نزول فرما کر تقریب فرمایا۔

بہرہ منظر

اخلاق مکرم و تواسع اور جھاک کریر گھانے کی تیر اندازی حیرت  
 نشا جی کھٹا نہیں تا اور سرور سے کھڑے کھڑے سا کھڑے تاوہ

مخصوص کا خلق عام تھا۔ خصوصاً غریبوں کے ساتھ نہایت وسیع۔ امارت سے منے میں تفر  
 تھا۔ مگر جب کوئی آجاتا تھا تو نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔

ایک مرتبہ میرے والد خیر آباد شریف خانہ سوسے کن کی ہمراہی میں ہدایت اللہ خدہ سنگھ  
 تھا اس نے خود مجھ سے بیان کیا کہ میرے والد اور حضرت خدام حسین صاحب کھانا کھا کر  
 سو رہے دوسرے لوگ بھی جو کام کرتے تھے وہ بھی چلے گئے۔ تھوڑی دیر گزرنے کے  
 بعد ایک صاحب ضعیف عمر کھانے کے آئے اور ہدایت اللہ کے ہاتھ دھلائے اور فرمایا  
 کہ بھائی کھانا کھا لو جتنی دیر وہ کھانا کھانے میں مصروف رہا وہ کھیاں جھپٹتے رہے۔

چونکہ حضور کے لباس درویشانہ کبھی نہیں رہا۔ معمولی لباس جو مشرّف سے زمانہ کا تھا پہنتے تھے اور ہدایت اللہ اس سے پہلے کبھی حضور کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا تھا اس لئے وہ سمجھ سکا کہ یہ مہماں نواز بزرگ کون ہیں۔ الغرض جب ہدایت اللہ کھانے سے فارغ ہو گیا حضور برتن دے کر چلے گئے۔ عصر کے بعد مسجد میں حضور کی نشست ہوتی تھی کسی وجہ سے ہدایت اللہ بھی اُس وقت گیا تو اُس نے دیکھا کہ چھوٹوں نے دوپہر کو مجھے کھانا کھلایا تھا وہ خود حضور ہی تھے۔ اس تواضع کی وجہ یہ تھی کہ جب کوئی مہماں آتا، اُس سے حضور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ بھائی تم تو حضرت صاحب کے مہماں ہو تم کو تو کھانسی خدمت کرنا پڑتی ہے اس سے حد نظر ہوتا ہے کہ حضرت صاحب قبلہ کے یہاں آنے والے کی حضور کو کس وجہ مہمانداری کا التزام اور خیال تھا۔ چنانچہ حضرت کو دیکھ کر ہدایت اللہ پر جو کیفیت طاری ہوئی اُس کا بیان میں آنا دشوار تر ہے۔ وہ خود بھی شاید بیان نہ کر سکتا۔ آخر ہدایت اللہ نگاہ باریکا شکار ہو کر اسی دن شام کو حضور کی علامی میں داخل ہو گیا۔

ف۔ اُمراء سے تعلق کرنے کی حضرات فقراری میں عرض ہی ہوتی ہے کہ اُن کی متعلقہ غربا کے جو غیر مذلت میں بصفہ خدمتگاری اور دست نگیری پرستے ہوتے ہیں اُن کی خدمت خالصاً اللہ کا شرف حاصل کیا جاوے یا دوسرے غربا یا مساکین کی اُن حضرات اُمراء کے ذریعہ سے پرورش کرائی جاوے۔ اب رہت معارف مہماں نوازی یہ بہت باریک ہیں۔ تھانقہ شریف خیر آباد شریف کا آیا ہوا مہماں بڑے حافظ صاحب قبلہ کا بھی مہماں ہوتا تھا۔ اس لئے وہ بہت قابل اعزاز ہوتا تھا۔ مگر ساقی ہی اس کے وہی فرستادہ تھے اعلیٰ مہماں بھی ہوتا تھا اس لئے وہ قندمگر ہو جاتا تھا پھر وہ قابل عزت کیوں نہ ہوتا اور آپ قدیم مہماں نوازی ایراسیمی کیوں نہ برستے۔ درحالیکہ آپ ابن رسول اللہ اور صاحب سجادۃ اہل اللہ تھے۔ اور غور کیا جاوے تو یہی مہماں نوازی مسافرانِ غریب و مسکین بھنیہ خاطر و تواضع حق تعالیٰ میں داخل ہو سکتی ہے

کیوں کہ خالق و مخلوق میں بالذات تفرقہ نہیں ہے۔ سرکارِ خود امانت اُسے بخشاک کر تیر  
 لگا کر میں ہر بیت اللہ کو شکر بھی کیا مگر اسی ہدایت اللہ کے شکر کے ذریعہ سے میں  
 ہر بیت اللہ کی صورتی سرکار کو ہدایت بھی کی کہ ان کی رہائش کی وجہ سے جو غریب بندگانِ  
 الہی اُن کی دست نگر میں آ گئے ہیں اُن کو مساویت کا حق دیا جائے اور انہیں کی  
 خدمت کے ذریعہ سے خوشنودی خد اور رسولِ کامل کی بیا یا کرے۔ کیوں کہ آپ عارف  
 و عل معرفت تھے آپ کو ہر طالب کو اُسی کے موجودہ مشغلہ میں کامیابی بتانا ضروری  
 تھا۔ سبحان اللہ اس بیانِ شہ صرف ایک اداس۔ افسانہ۔ اکرام۔ تواضع۔ اظہارِ انکسار  
 مستحقِ اہلِ کاشک۔ عبرتِ دلالت۔ غریب نوازی۔ دیگر طالبان کی ہدایت وغیرہ وغیرہ  
 سب ہی کچھ تو متدرج تھا۔ بیعت اس کا نام ہے۔ اسی جامعیت کی وجہ سے آپ کے  
 ہر بین صدیقین ہمیشہ آپ کی محض ایک نگاہ کے متمنی رہے اور اب بھی وہی چاہتے  
 ہیں وہ بات راہِ انتظاری سے گھبراتے بھی نہیں ہیں۔

زینب یارِ تنہا رہو در او سالہا انتظار یاد کر

وین محمد عقیقۃ دامنِ کرمۃ ہدایت اللہ

## دیگر معززینِ رُکاتِ معاصرین کی زبان سرکارِ اہلبیت کی قطبیت

### کا اظہار اور فضیلت کا اقرار

جنابِ مولانا مفتی محمد علی صاحبِ لکھنوی جن کو اکثر لوگ مولانا شنوی کے نام سے  
 یاد کرتے ہیں، ہمارے حضرتِ عہدِ حبیبِ برعاشق تھے۔ ایک مرتبہ بظاہر تقریبِ عرسِ شہ  
 میں خیر آباد شریف آئے۔ اٹھارویں تاریخِ گزرنے کے بعد جو صندوق کی رات ہوتی تھی  
 اور اُس میں ہمارے سرکارِ پرخاص کیفیت ہوتی تھی حضورِ مسجد کی محرابِ جنوبی کے سامنے



نفل واہین پڑھ رہے تھے اور مفتی صاحب موصوف بغویہ غفرلہ کے چہرہ مبارک کو دیکھ رہے تھے اسی عالم میں میں نے دیکھا کہ مفتی صاحب کے چہرہ کا رنگ بار بار متغیر ہوتا ہی۔ میں مفتی صاحب کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا مفتی صاحب کی آنکھیں سرخ تھیں تا آنکہ ان کی نگاہ سے ہیبت برستی تھی یکایک مفتی صاحب نے منہ پھر کر مجھ سے پوچھا کہ میاں لڑکے کے تمہارا کیا نام ہے میں نے اپنا نام بتایا اس کے بعد دریافت کیا تم کس کے لڑکے ہو میں نے اپنے والد کا نام بتلایا مگر مفتی صاحب نے اس وقت اس لہجہ اور انداز سے سوال کئے کہ سر سے پاؤں تک میرے پسینہ آگیا پھر پوچھا بیعت کس ہو میں نے اپنے سر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ حضرت کا غلام ہوں۔ تب مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوں۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بڑے خوش قسمت ہو اور بڑے حضرت صاحب قبلہ کے مزار پاک کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں ہرگز ان کے عرس میں نہیں آتا میں صرف آپ کی یعنی حضور کی صورت دیکھنے آتا ہوں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ قطب الوقت ہیں اسی وقت حضور نے سلام پھیر کر مفتی صاحب کی طرف تیز نگاہ سے دیکھا اور مفتی صاحب کی کیفیت دیکھ کر پھر نفل کی نیت باندھ لی۔ مگر کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔ میان عاشق و معشوق رست احمد بشد کہ میرا پہلے سے یہی عقیدہ تھا۔ مگر مفتی صاحب کے قول سے سوئے پر سہاگا ہو گیا۔ چونکہ مفتی صاحب بھی اپنے وقت کے بڑے لوگوں میں تھے ان کی بات پر ذرا بھی شبہ کرنا اور یقین نہ لانا میں تو کفر جانتا ہوں۔ یہ مذکورہ بالا سوالات مفتی صاحب نے اس واحد جلسہ میں مجھ سے تین مرتبہ کئے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ میں تو انھیں کی صورت دیکھنے آتا ہوں اور واثق یہ چالیس سال کی بے ریا ریاضت ہی۔

ف۔ مفتی صاحب واقعی بڑے منصف مزاج تھے جنہوں نے اس تخصیص کو فوراً جان لیا جو حاجی صاحب قبلہ راوی کو سرکار اہلی سے حاصل تھی اور مدوح نے فوراً اپنی دست کے حجاب کو درمیان سے ہٹانے کے لئے اصلیت کھول کر کہہ ڈالی سرکار اہلی کے احاطہ خصوصیت اور ارادت اور غلامی میں خود بعض دلی کمال

واہ ان موجود تھے چہ آپ کیوں قطب نہ ہو سکتے۔ مگر احترام مؤلف بعد ملاوت اس حکایت کے سے قدر ضرور اقباس کرنا ہی کہ حضرت مفتی صاحب مدوح شہرہ ایک حد تک ماریں سہمی سنے۔ ورنہ یہ بیت بڑی بات ہی کیوں کہ عرفان ذات پاک اسی میں بحالت موجودگی بعالم ظاہر اپنے مختلف قبائض کی نسبت قریب قریب نا قابل معرفت تھا۔ عجیب نہیں ہی کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس خاص عرفان میں مراد لیت شہنوی شریف سے مدد ملی ہو کیونکہ من کل الوجوہ معاملات سرکار اسلمی تفسیر عملی شہنوی شریف حضرت مولانا روم تھی۔

## اپنے خدام کی نیت کسی دوسرے رئیس کی دعائے بد بخیرہ لوٹا کر دکرنا

اسی سلسلہ میں ایک اور واقعہ جو مفتی صاحب پر گزرا لکھتا ہوں جو میرے سامنے گزرا ہے اس کی تفصیل لکھتے ہوئے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اُس میں کیا راز تھا حضرت صاحب کا ہر علم یہ جانتا ہی کہ عیادتار قوال پر حضرت کا خاص کرم تھا۔ بچوں سے زیادہ اُس کی اولاد کا خیال فرماتے تھے۔ وراولاد میں بھی عبدالغفار کو ترجیح تھی مفتی محسن صاحب ایک مرتبہ محفل سماع میں تھے۔ عبدالرحمن عرف گھور سے عبدالغفار کا بھائی اتفاق سے عین قوالی میں نہیں دیا۔ مفتی صاحب نے اُس کو ہنستے ہوئے دیکھا محفل سماع سے مفتی صاحب کے ساتھ میں بھی تھا۔ جب وہ مسجد کی بیڑھیوں پر اتر آئے کسی سے مخی طرب ہو کر پوچھا کہ قوالی میں کون قوال ہنسنا تھا اُس کے جواب میں عبدالرحمن کا نام بتایا گیا۔ مفتی صاحب نے بیساختہ کہہ دیا کہ جو شخص قوالی میں ہنسنا تھا خدا اُس کو غارت کرے اس کی اظہار عبدالغفار کو ہوئی کہ مفتی صاحب نے عبدالرحمن کے حق میں دعائے بد کی ہی یہ کوشا میں سننے بھی اپنے کانوں سنا تھا۔ عبدالغفار پریشان ہو کر حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میاں عبدالرحمن کو مفتی صاحب نے کو سا ہی۔ حضور نے فرمایا کہ کوین عبدالرحمن۔ حضرت صاحب قبلہ کا عبدالرحمن، بھائی کیا کو سا۔ عبدالغفار نے



عرض کیا۔ یوں کو سنا ہے کہ جو کوئی قوالی میں ہنسنا ہے اُس کو خدا غارت کرے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جس کسی نے حضرت صاحب کے قوال کو کو سا خدا غارت کرے۔ خدا اُس کو غارت کرے۔ اس کے بعد مفتی صاحب کی عجیب کیفیت ہوئی۔ جسے لوگوں نے دیکھا۔ اندگیا رہے۔ پانچ بجے تک وہ کیفیت ان پر طاری رہی۔ اس کے بعد پھر دونوں صاحب شیر و شکر ہو گئے اور اُس کیفیت کا اثر مفتی صاحب پر نہیں رہا  
واللہ اعلم بالصواب

ف۔ بالکل صاف معاملہ ہے کہ دینی کی دعا کو حضرت قطب نے رد کر دیا اور قبول نہ ہونے دیا۔ اور اس استر واد کے ذریعہ سے سرکارِ اسلمی نے اپنے خدام کو ہمیشہ کے لئے دوسرے درجہ شیوخ کی دعا اور بددعا سے مستغنی کر دیا اور جناب مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس غلطی کی صحت کر دی کہ انھوں نے سلیمانوں کی محفلِ سماع میں خود براہِ راست اپنی شہمی کا اظہار چاہا جیسا کہ فی زمانہ مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ محافلِ سماع منعقدہ آستانہ عالیہ میں بہت سے مشائخ کو علیحدہ علیحدہ تدویر دی جاتی ہیں جس کو غالباً غیرتِ سرکارِ اسلمی کبھی گوارا نہیں فرما سکتی تھی۔ اب رہا اخلاقاً ایسا کیا جانا۔ وہ دوسری بات ہے۔ تاہم بہت اہستگی اور متانت سے یہ معاملہ جلد سے جلد رفع کیا گیا۔ اگر مفتی صاحب اسی معاملہ کو بلا اضطرابی فوری براہِ راست بددعا کے حضرت شیخ الشیوخ عالم کے حضور میں اس معاملہ کو پہلے ہی سے پیش کرتے تو شاید میاں عبدالرحمن تینیہ سے نہ بچتے۔ مگر انھوں نے براہِ راست علما مان حائطہ پر مخالفت پناہی۔ اس کو بحیثیت غیرتِ عافطی کیسے گوارا فرماتی۔ جانین کی غلطیوں نے اچھا اعتدال پیدا کر دیا کہ دونوں طرف رحمتِ سلامتی قائم رہی۔ یہ واقعہ اپنے صدور کے وقت اس آیتِ پاک کی وقتی تفسیر کرنے والا تھا کہ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط اس کے باطن میں علما مان اولیا بھی مندرج ہو سکتے ہیں۔  
احقر مولف نے اس موقع پر یہ بھی ادراک کیا ہے کہ سرکارِ اسلمی اپنی حقیقت کو بھی لفا



حضرت صاحب قیام سے تعبیر فرماتے تھے۔ مگر بالعموم سامعین اس اشارہ کو یہ تفرقہ خیال کرتے تھے۔ سبحان اللہ کیا اچھا یہ آپ کے لئے باادب استعارہ ہے۔  
بغیرہ مسئلہ آموزہ عند مدرس شد

۱۲ صغیر المظفر ۱۳۴۵ ہجری بم یکشنبہ

## مقامات الست میں عائسے سرکار سلی کی ولایت کامیابی اور فتحی

یہ حبیبہ عرف ادومیہاں صاحبہ ناقل ہیں ایک برہمن کے پاس ایک موضع متوفیہ  
نسب کھیر جو موافق تھا اس کو صاحبزادوں نے بھرتی رہن کیا جب یہ دعوت مہرئی اس کو  
واپس لینا چاہا اور دعوت دادر بردیہ۔ برہمن مذکور عذر دار ہوا۔ ادومیہاں صاحبہ نے  
حضرت صاحبہ سے عرض کیا کہ برہمن کو اب کوئی حق حاصل نہیں ہے اس کی عذر داری سرسری غلطی  
ہے تعدادیں اس سے روپیہ لیا گیا تھا وہ وصول کر چکا ہے۔ پھر دعا فرمائیے۔ یہ سن کر حضرت نے  
فرمایا کہ وہ برہمن ہی اور عدالت بھی برہمن ہی ہیں۔ یہاں سے کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ عدالت ابتدائی  
میں ناکامیابی ہوئی اور مقدمہ برہمن کے حق میں فیصل ہو گیا۔ آخر ادومیہاں صاحبہ اپنے  
وکیل کو ساتھ لے کر اپیل دائر کرنے کے واسطے لکھنؤ گئے۔ وہیں صاحبہ وکیل جوڈیشل  
لکھنؤ نے مشل مقدمہ دیکھ کر فرمایا کہ اس کاٹ صاحبہ جوڈیشل کٹشز ہیں اور وہ فی صد میں سو  
اپیل خیر کرتے ہیں۔ اس لئے یہ مقدمہ نہیں لوں گا۔ ادومیہاں صاحبہ واپس۔ جیل  
آئے مگر دو تین دن کے بعد پھر اپنے ابتدائی وکیل کو لے کر وکیم صاحبہ کے پاس لکھنؤ  
گئے۔ ادومیہاں کے وکیل نے کہا کہ یہ مقدمہ حضرت حافظہ محمد اسلم صاحبہ نے آپ کے  
پاس دائر کرنے کے واسطے بھیجا ہے۔ وکیم صاحبہ پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اپیل  
داخل کر دی۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اور چھ سات مقامات جن کے داخل کرنے سے فریب  
قریب لکھنؤ کے اکثر کلاہ نے اٹھایا کر دیا تھا وکیم صاحبہ نے اس اپیل کے ساتھ دائر کر دیا

اور دیم صاحب نے حضور کو سلام کے ساتھ یہ گملا بھیجا کہ اپیل میں نے دائر کردی ہے باقی آئندہ کامیابی کے واسطے آپ دعا فرمائیں۔ آؤد میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک پیشی جب آئی میں لکھنؤ جا رہا تھا میں نے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائیں۔ اُس وقت حضور مسیحت سے بے رغبت ہو کر تشریف لے جاتے تھے اور کوئی شخص وہاں موجود نہ تھا۔ حضور نے فرمایا کہ بڑے حضرت صاحب قبلہ سے عرض کر آؤ آؤد میاں نے کہا ہاں تب آپ نے فرمایا یا واللہ کامیاب کرے گا۔ جو پیشی میں جب مقدمہ پیش ہوا تو یہ یکش پیش آئی کہ پٹہ مثل میں شامل ہے یا نہیں۔ وکیل نے آؤد میاں سے پوچھا۔ اُنہوں نے کہا ہاں ہم نے عرضید عوی کے ساتھ پٹہ بھی داخل کیا تھا مگر مثل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ پٹہ مثل میں نہیں ہے۔ عدالت نے حکم دیا کہ دوسری تاریخ مقرر ہو اور پٹہ شامل مثل کیا جاوے۔ برہمن آئندہ پیشی پر حاضر ہو کر اپنا بیان لکھا ہے۔ مگر برہمن آئندہ پیشی پر حاضر نہیں ہوا۔ کچھ دیر وکلاء فریقین کی بحث ہونے کے بعد عدالت اپیل نے حسب مراد صاحبزادوں کے فیصلہ صادر کر دیا۔ تفصیل مقدمہ کی تحریر کی ضرورت نہیں ہے سو اس کے وہ چھ اپیل جن کی کمزوری کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ وہ بھی اُسی روز پیش ہو کر کامیاب طریقہ پر تفصیل ہوئیں۔

ف۔ بہت سے ایسے مقدمات آپ کی دعاؤں سے کامیاب ہوئے ہیں۔ اگر وہ کامل لکھے جاویں تو شاید جلد میں بھر جاویں۔ اس لئے بطور مشق نمونہ از خروارے صرف اسی حکایت پر بس کیا جاتا ہے۔ اس حکایت سے فرشتا معلوم ہوتا ہے کہ جس معاملہ میں آپ بڑے حضرت صاحب قبلہ کی جانب اشارہ فرماتے تھے اُس میں ضرور کامیابی ہوتی تھی کہ آپ بڑے حافظ صاحب قبلہ کی خاطر سے یا انہیں حضرت کی حقیقت سے تفرق فرماتے تھے۔ لہذا کار برآری کے لئے بڑے حضرت صاحب قبلہ کی سفارش حاصل کر کے اگر آئندہ آپ کی جناب میں پیش کی جاوے تو کبھی معاملہ خالی نہ جاوے گا۔

اتنی حق محمد علی ڈگری دور ہو جائے یہ بیگنی۔ ۱۲ سفر المظفر ۲۵

# آپ کا انتہائی ترے کام میں ضروری نہیں تھا بلکہ اختیاری تھا اور یہی حال آپ کے ضعف و نقاہت کا بھی تھا

غیرت آدمیوں نے جب راوی مذکور کا دوسرا بیان ہی کہ ایک مرتبہ حضور کو انتہائی ترے کا دورہ اس قدر سخت ہوا کہ خادم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہہ دیا کہ آج میں آپ کے قریب رہا۔ حکیم معشوق علی صاحب جو حضور کے معالج تھے قریب قریب ان کی بھی یہی رائے تھی۔ اس میں عصر کا وقت آگیا اور موقوف بنے اذان کی حضور اٹھ کر بیٹھ گئے اور مسجد نماز سے دستے شریف لے گئے اور میاں صاحب فرماتے ہیں کہ میں حجرہ مبارک سے حضور کے ساتھ باہر آیا، حضور نے باہر آکر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہاتھ کو دیا اور فرمایا کہ ہم تو مر گئے تھے پھر یہ قوت کہاں سے آتی میں نے عرض کیا کہ اے ہاتھ پھوڑ دیجئے۔ میرا ہاتھ ٹوٹا جا تا ہی خیر آپ نے مسجد میں جا کر نماز جماعت ادا فرمائی اور وہاں سے واپس آتے ہی پھر دور شروع ہو گیا۔

ف۔ آپ کی بیماری اور ضعف دونوں اختیاری تھے مگر اس کا سمجھنا آنا مشکل ہے اس لئے اس سے اتر کر توضیح کی جاتی ہے تاکہ سادہ طور پر سمجھ میں آجائے۔ وہ یہ ہی جس مشغلہ کے ساتھ انسان کو پوری دیکھنی پڑتی ہے اور اس مشغلہ میں ہمارے کامل بھی شامل ہوتے ہیں تو عین مشغولی کے وقت افاقہ ہو جاتا ہے اور قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ بالخصوص مشغلہ نماز جس کی پکار کے یہ چلے ہیں کہ **حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ وَحَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ**۔ لہذا موزن کی آواز پر دورہ کا ختم ہو جانا اور قوت کا عود کر آنا آپسے باحضور نماز ادا کرنے والے کے لئے لازمی تھا۔ کیونکہ نمازیے ہمیشگی میں تہرگوں کے لئے ہوشیاری کے لئے ہوشیاری ہے۔ اگر یہ بات بھی سمجھ میں نہ آوے تو دوسری تفسیر کی جاتی ہے کہ آں جناب کی نماز قرب توائل کی منزل میں ہوا کرتی تھی جس میں حق انحصار ہو جاتا ہے یعنی اصفائے جسمی کی قوت



بن جاتا ہے تو پھر جیسے ہی کہ افغان ہمدانی قدرت و قوت حق اعضا میں رہ و نفع افزا ہوگی  
اور بیماری اور ضعف دونوں رخصت ہو سکتے اور اچھی طرح نماز پڑھ لی گئی اور بعد فراغت  
نماز جہاں سے وہ قدرت و قوت آتی تھی وہیں پھر سلی گئی۔ صاحب قریب فوائض اور قرب  
فوائض کی ذات پاک سامنے موجود تھی اور عرفان میں ہو سکتا تھا جیسے عیب کی حرانیں چھ  
ہو رہی تھیں اور چوں کہ یہ عالم زاد الحین سے یہاں یا انعم لوگ بیمار یوں یا بیمار سب سے  
اور بالکل تندرستی تاویلات سے ہے لہذا آپ کے ذریعہ سے مودیرین نمونہ ہیں معتقدین و  
تعلیم ہو رہی تھی کہ بیماری و ضعف وغیرہ میں مشغلہ نماز ترک نہ ہونا چاہیے بلکہ بطور مستحسن اور  
کیا جانا چاہیے اور اگر بیماری میں شرکت جماعت نہ ہو سکے تو مشغلہ نماز ترک نہ ہو۔ یہ تعلیم  
آپ کی جانب سے شفقت و رسالت پاک کی وسیع سے تھی اور حضور نماز کی لذت آپ کو  
بیماری و ضعف وغیرہ سے بے خبر کر دیتی تھی۔ اور وہی بے خبری آپ کی ذات پاک سے  
خبر کر دیتی ہے اور کام بن جاتا تھا۔ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ دو شنبہ

سکراری سیالپور نیا کواد و وظائف کی تعلیم کہم ہوتا اور محض

پنجوقت نماز سے ان کی کار بر آری

رفیع الشفاں مرحوم ساکن برہرہ ضلع ایرہ جو تھوہری کے غلام تھے انھوں نے  
کئی بار عرض کیا کہ حضور کچھ پڑھنے کو بتا دیا جائے ارشاد ہوا کہ بھائی تم دنیا دار ہو۔  
تم سے کیا ہو سکے گا۔ پانچ وقت کی نماز پڑھا کر و تمھاری بخشش کے واسطے ہی کافی ہے  
ف۔ انعام نجات اہل دنیا بعض برکات مساوات خمسہ محض ادخال اندر سلسلہ سلیمان  
حافظہ کی بدولت ہی۔ اور یہ دنیا داری مندرجہ مقدرات کی رعایت ہی۔ اب رہے طالبان  
حق خواہ وہ زمرہ اہل دنیا سے منتخب کئے جائیں یا ابتدا ہی سے وہ طالب حق کئے

مرید کے جاویں اُن کے مشاغل کی کیا انتہا ہو سکتی ہے اور انھیں محض بخوشی نماز کیا کفایت کر سکتی ہے۔

یہ ذاتِ مدتناز اسے ذوقِ فنون عاشقانِ رانی الصلوٰۃ و اٰمون  
اب رہی یہ بات کہ آپ اہل دنیا کو فلاح دنیا کے حاصل کرنے کے وظائفِ تعلیم فرماتے  
تو یہ آپ سے ہونے لگتا تھا۔ کیونکہ اس قسم کی دوکان داری آپ سے ممکن نہیں تھی۔ یہ صغیر انصاف  
حضرت شیخ کے زمانہ موجودگی اور حیات میں طالبِ صادق کی ملاقات یا  
حاضری کسی دوسرے بزرگِ زندہ کی خدمت میں یا جازت حضرت شیخ ہونا یا  
اور مزاراتِ بزرگان پر حاضر ہونے کے لئے بھی ایسی ایجازت کی ضرورت  
سے خواہ وہ دیگر بزرگانِ ذی حیات یا صاحبانِ قبرِ طالبِ شیخ کے سلسلہ  
کے ہوں یا غیر سلسلہ کے موکفیت غایتِ مکرانی سکر۔ اسی بابت خادمانِ غلامان  
ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں اور میرے بھائی محمد ابو بکر خاں صاحبِ عرس شریفی کی شرکت کے لئے  
دادوں سے خیر آباد شریف ہوئے۔ اور چلنے کے قریب میں تیر میرے بھائی صاحب نے ڈاکٹر  
محمد شرف الدین منشی متوجہ صاحبِ مرحوم سے کہا کہ عرس میں چلو۔ ان دونوں نے چلنے میں  
تامل کیا۔ ہم۔ دانہ ہو گئے ڈاکٹر صاحب پانی پیت کے رہنے والے اور ابھی موجود ہیں انھوں  
نے عذر پیش کیا تھا کہ رخصت متظور نہیں ہوئی ہے۔ مگر اصل واقعہ یہ تھا کہ رخصت کی منظوری  
تو آچکی تھی مگر باہم دونوں نے یہ طے کیا تھا کہ اُن کو چلنے دو ہم تم محبوبِ پاک کے ہاں  
حاضر ہوتے ہوئے خیر آباد شریف چلیں گے۔ یہ مشورہ ہم سے محض رکھا گیا تھا۔ اتفاقاً ہمارے  
پہنچنے کے دوسرے دن شام کے وقت دونوں خیر آباد شریف پہنچ گئے۔ میں نے اُن سے کہا  
کہ ساتھ نہ آئے اب آخر آئے۔ ڈاکٹر محمد شرف نے مجھے جواب دیا کہ رخصت کی منظوری  
آگئی اور ہمارا دل چاہا چلے آئے۔ تقریبِ تل ہونے کے بعد یہ دونوں اور ہم لوگ بھی

رضعت ہونے کے واسطے حضور کی خدمت میں ضرورت سے ان دونوں کو حضور نے اجازت  
 دے دی اور ہماری درخواستِ رخصت پر کچھ التفات نہ ہوا۔ رخصت کے وقت ڈاکٹر  
 صاحب موصوف نے حضور سے عرض کیا کہ اگر حضور اجازت دیں تو ہم حضرت شاہینا  
 صاحبہ کے یہاں فاقہ پڑھتے ہوئے چلے جائیں ارشاد ہوا ہاں بھائی وہ بہت بڑی جگہ  
 سب ضرورتوں کو پڑھنے جانا۔ اور محبوب النبی صاحبہ کے یہاں ہیں سے پوچھ کر گئے تھے  
 یہ فرارِ شہادت کہہ دیا۔ پھر ہم سب حجرہ کے باہر آئے۔ ڈاکٹر محمد اشرف نے انفرسین  
 سے کہا کہ کیسے ادنیٰ ہو حضرت صاحبہ سے کیوں کہہ دیا۔ انفرسین نے خدا کی قسم کھا کر  
 کہہ کہ میں نے نہیں عرض کیا تب ہمیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ واقعی دہلی گئے تھے ان واقعات پر نظر  
 کرتے ہوئے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضور کو غلاموں کا کیا خیال رہتا تھا۔  
 ف۔ اور کیا آپ اپنے ہر مرید کے ساتھ ٹھوکرے تھے یا ہر مرید کے دل کا حال جان لیا  
 کرتے تھے۔ اگر یہ مرتبہ نہ حاصل ہو تو منصبِ شیخی کو اختیار نہ کرنا چاہئے۔

## حضرت شیخ کا اپنے مریدین معتقدین کے انتقال وغیرہ اور دیگر واقعات سے باخبر رہنا

میرے چچا صاحب علیل تھے۔ بطلبِ دعائے صحت اکبر علی مرحوم جو حضور ہی کے غلام  
 تھے۔ مولفہ سے کہ حضور کی خدمت میں بھیجے گئے۔ بعد فراغ نماز تہجد صبح کے چار  
 بجے مسجد میں حضور آرام فرماتے گئے اور اکبر علی مذکور پاؤں دبانے لگے دفعتاً حضور اٹھ بیٹھے  
 اور باوازا بلند انا اللہ وانا الیک راجعون فرمایا۔ اور کہا بھائی مغفرت کے لئے  
 دعا کرو اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ اس کے بعد اکبر علی سے ارشاد ہوا کہ ریل کا وقت ہے  
 ابھی چلے جاؤ۔ اکبر علی جب علی گڑھ پہنچے پورا واقعہ وہاں بیان کیا۔ چنانچہ چچا صاحب کے



میں نے اس کو دیکھا تھا کہ وہ ایک بڑے بڑے  
مرد کی طرح تھا۔

میں نے اس کو دیکھا تھا کہ وہ ایک بڑے بڑے  
مرد کی طرح تھا۔

میں نے اس کو دیکھا تھا کہ وہ ایک بڑے بڑے  
مرد کی طرح تھا۔

میں نے اس کو دیکھا تھا کہ وہ ایک بڑے بڑے  
مرد کی طرح تھا۔

لہذا یہ وقت حضرت یارکت کا عظیم سرکار رسالت تاج علی شہداء فی عہد زمانہ دہلی میں  
گزر رہا اور دیکھنے والوں کو سہل ترکیب گھر بیچنے بغیر تعظیم سے کہ یہ دونوں سہل حاصل کرنے کی طریقہ  
جی سہل و آگے۔ مروج عرب بھی سہل اور سہل۔ تھے اور دہلی کے تھے۔ ہر شہر  
تعظیم کی خانی فی رسالت کے مرتبہ پر نہ کر سکتے دلی میں۔

چہ خوش بود کہ بر آید بہای گھر شد و کار

اسی فیض کے حاصل کرنے کے لئے اکثر میران خود بھی وید و آئینہ میران کو بھی  
ہیں تاکہ ان کے بعد ان کی خاندان کا تعظیم کا شعبہ میران سے۔ چنانچہ دست مودت و رستے کے بعد  
گر عظیم ہر زادگان ان کے کمال کی وجہ سے ان کے پاس سے وہ عظیم میران کے خاندان  
جس سے گھر نہ ناممکن تھا اور عظیم میران کے عدم کمال ہوئی وہ ان کی تہ ہوگی بلکہ میران کی بڑی  
ہی۔ لئے یہ قول مشہور ہے کہ ہر زادوں کے قدم بچنے سے خاندان ہی اسی اصول سے  
رسالت اور عربوں کی بھی تعظیم کی جاتی ہے۔

اسی اصول کو تیار کرنے کے لئے باہم ہر زادگان اور رسالت میں ایک دوسرے کی تعظیم  
بھی ہوتی ہے۔ یہ موقع اسی منظر کا ہے

(مناقب)

اسی دوران میں قیام علی گڑھ کے دو بزرگ سید شاہ علی حسین صاحب ساکن کچھوچھو  
شرف اور نوشامیاں صاحب قوری جو حکیم بھی تھے اور میرے والد کو آخر زمانہ میں ان  
سے بہت زیادہ عقیدت ہو گئی تھی دونوں صاحب میرے والد کے مہمان تھے۔ چنانچہ  
شاہ علی حسین صاحب جب ملے تو ان کو ہاتھ پر بوسہ دے کر رخصت کیا گیا۔

(تبصرہ)

ف۔ مراتب فقر جو ہیں یا جو تھے وہ ظاہر تھے مگر حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ  
کے نفس ولاد میں ہر دو فوت مقدمہ برابر تھیں مگر سرکار سلطنت نے حق مساویت کو

بزرگ فرما کر اپنے آپ کو کم دکھایا کہ یہ سوکھت غرت خواجہ جس بصری دُضی اللہ عتد  
 کا تسمیل میں گرفتار نوش میاں صاحب نے ذمہ داری سے اپنے ایک طالب کو چاہا۔  
 اس نے اُس شانِ زیور بہ خواجہ نمود ہوئی کہ جس کا مختصر مال ذرا میں دیر ہی  
 (مناقض)

اس موقع پر پہلے ضرورت محسوس ہوئی کہ زیرِ مختصر ایت دوں کہ نوش میں صاحب  
 کس شان اور کس نہیہ کے بزرگ سے واسطہ بیان سے اس تالیف کو کوئی تعلیق نہیں ہو  
 گئی۔ یہ واقعہ یہ کہتا ہوں اگر اس سے گزیر کروں تو واقعہ تحت ذکر کی وضاحت میں  
 کمی رہے گی۔ نوش میاں کی شان اگلے زمانہ کے بزرگوں کی شان سے طبعی ہوئی تھی اور  
 وہ سنبھل نہیں مراد آیا دیکھتے رہتے تھے وہ خطبہ شریف جو چندویں سے پانچویں کے  
 قسیدہ پر ہے وہاں وفاتِ فرمائی اور اپنی عمر کا بہت زیادہ حصہ وہیں صرف کیا۔ ان کا تہرہ  
 پاک نورانی تھا۔ اگر رصوں شریف کا بہت ذوق و شوق کے ساتھ انتظام کیے تھے  
 اس کا ثواب تک وہاں موجود ہے اور آئری وقت تک ان کے شوقِ طب میں کمی نہیں  
 ہوں تھی جہاں کہیں سن لیتے تھے کہ اللہ والے لوگ ہیں طالب بن کر وہاں پہنچتے تھے۔  
 نوش میاں صاحب کے اگر مفصل حالات کچھ جاویں تو یہ تالیف بہت طویل ہو جائے گی  
 اس لئے چند باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے انھوں نے خد اعلیٰ میں ہر سول گھاس پھوس کھا  
 بسر کی اور ایک مرتبہ سڑھے تین برس و دو دوسری مرتبہ سات برس تک نہ کبھی دیوار  
 سے تکیہ لگا کر بیٹھے۔ اور نہ کبھی زمین پر استراحت فرمائی۔ نہ کبھی پنکھے کی ہوا کھائی اور بیٹھے  
 بیٹھے جان بحق تسلیم ہو گئے۔ یہ میرے چشم دید حالات ہیں۔ اس میں تو ابھی افراد و تفریط  
 نہیں ہے۔ یہ میں عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے حضور کی اس قیام کے زمانہ میں نوش میاں  
 صاحب بھی علی گڑھ میں تھے۔ ایک دن عصر کے وقت ہمارے حضرت صاحب کمرہ سے نکل کر  
 چارپائی پر آرام فرما رہے تھے اور میرے والد حضور کے پاؤں دبارتے تھے۔ میں پائی



کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے میں نوشا میاں صاحب بھی اپنی جائے قیام سے نکل کر آئے اور کرسی پر بیٹھ گئے اور بغور حضور کے چہرہ پاک کو دیکھنے لگے۔ حضور نے منہ پھیر لیا نوشا میاں نے موقع پا کر پھر حضور کے چہرہ پر نظر ڈالی۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ تیسری مرتبہ جب نوشا میاں صاحب نے پھر حضور کے چہرہ پاک کی طرف دیکھنے کو بے ادب کہ حضور کا چہرہ سرخ ہو گیا اور حضور اٹھ کر بیٹھ گئے اور ایک شعر ثنوی شریف کا پڑھا۔ شعر تو بیگے یاد نہیں رہا مگر الحمد للہ اس کا مطلب ذہن میں ہی یعنی جس شخص کی وہاں تک رسائی نہ ہو کہ دیکھ سکتا ہے۔ شعر کے پڑھتے ہی نوشا میاں کی کچھ ایسی حالت ہو گئی جو انا بیہ تحریر میں نہیں آسکتی یہ روپاک ذاتوں کے راز و نیاز سے ہیں اس کے متعلق کچھ نہ یا وہ آگے چل کر بیان کر دیں گے جس کو نوشہ میاں صاحب نے عرصہ کے بعد بیان کیا اس کے بعد نوشا میاں صاحب اٹھ کر اپنے قیام کی جگہ پر چلے گئے۔ نوشہ میاں صاحب شب بیدار بھی تھے۔ اور صبح کو بعد نماز پھر خلوت میں چلے جاتے تھے اور طلوع آفتاب سے گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد دروازہ کھولتے تھے چوں کہ مکان میں جگہ نہ تھی اس لئے میں جس کمرہ میں نوشہ میاں صاحب فروکش تھے اُس کے دروازہ کے پاس باہر کی طرف ایک چار پائی پر لٹیا ہوا تھا اُس روز نوشہ میاں صاحب کو خلوت گاہ سے معمولاً باہر آنے میں کچھ دیر ہوتی۔ میں لپٹا تھا آدھے نوشہ میاں صاحب نے دروازہ کھولا اور ہاتھوں سے دروازہ کے دونوں بازو بھام کر کھڑے ہوئے۔ اُس وقت نوشہ میاں صاحب کی آنکھوں میں اس قدر تیزی تھی کہ مجھے اپنی نگاہ نیچے کر لیا پڑا رنگ بالکل کالہ کی مثل تھا۔ اور مجھ سے استفسار فرمایا کہ تم کو کس سے بیعت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور جان فطرت صاحب قبلہ کا غلام ہوں اُس کے جواب میں نوشا میاں صاحب نے کہا کہ اس سند کے ساتھ فخریہ خاندان میرے خیال میں کہیں نہیں ہے تم بہت خوش قسمت ہو یہ کہ کمرہ پھر دروازہ بند کر لیا تھینا دس منٹ کے بعد پھر دروازہ کھولا اور نوشہ میاں صاحب نے پھر اُنھیں سوالات اور تقریر کا اعادہ کیا مگر



سید محمد سربراہین خان سرہوئے حضور حضرت صاحب سنان فرمایا کہ احمدیہ عقیدہ ان کا رس ہے حضرت  
 صاحب سنان نے ہر سفر میں ہمراہ رکھا رہا ہے۔ اگر ہم کو تو انہی شریف کچھ نہیں دے سکتے  
 جب حضرت صاحب سنان قبہ تونسہ شریف جاتے تھے تو ہم کو میر جھوڑی سے لے کر یہاں  
 کے بعد بیت ویرنگا روٹے رہے۔ ہنوز ہماری یہ آرزو پوری نہ ہوئی تھی کہ ہمارے حضرت  
 صاحب کا وصال ہو گیا اور ہم کو تو انہی شریف ناہی سہرا ہوا۔ حضرت صاحب قبہ تونسہ شریف  
 کے لئے ہم نے یہ ارادہ بھی کیا کہ اب اس کے حضرت خواجہ نور محمد صاحب قبہ تونسہ شریف  
 عرب شریف میں شرکت کے واسطے جائیں گے۔ اس سفر میں تو انہی شریف کی خانہ خوری بھی  
 ہو جائے گی۔ لیکن ہنوز زمانہ دوس نہیں آیا تھا کہ حضرت قبہ تونسہ شریف لکھنؤ سے روانہ ہوئے  
 گا بھی وصال نہ کیا وصال کی خبر سن کر ہم کو بہت سخت صدمہ ہوا اور جو کچھ سے ہم پرست  
 تھے وہ ایک ہی در سے کہ ہم خانہ خوری تو انہی شریف کے واسطے روانہ ہو گئے۔ اس سفر  
 میں وصال کے ساتھ حضور سے سفر کرنا سے بہ صاف ظاہر ہوا۔ اور یہاں سے  
 حضرت صاحب قبہ تونسہ شریف سے قبہ تونسہ شریف کے احمدی شریف چلے گئے۔ اب  
 تو حضرت صاحب کے واسطے بنجانب سرکار تونسہ شریف کوئی انتظام نہیں ہوا تھا۔ وہ بہر حال  
 واسطے سرکار تونسہ شریف سے ہوا تھا۔ اگرچہ حضرت پرست صاحب صاحب قبہ تونسہ شریف  
 انتظام سفر کی بابت سرکار تونسہ شریف سے ارشاد ہوا تھا کہ وہ خود غنیمت میں ان کے واسطے انتظام  
 کی ضرورت نہیں ہے وہ خود انتظام کریں گے۔ الغرض ہمارے حضور سے اس سفر میں وہی  
 شان دکھادی اور یہ بات ثابت کر دی کہ ہم کسی کی امداد کی ضرورت نہیں ہیں۔ اس کے بعد  
 اس طرح سلسلہ کلام شروع ہوتا ہے۔ یعنی جب ہم دہلی سے روانہ ہوئے تو تو انہی شریف  
 کے راستہ میں ہم کو ایک بہت بڑا قافلہ حیدر آباد کن سے آتا ہوا ملا اور ہم بھی اس قافلہ  
 کے ساتھ ہوئے۔ جب تو انہی شریف ایک منزل کے قریب رہ گئے تو مرزا سردار صاحب  
 صاحب نے ہم سے کہا کہ کچھ سے بہت میلے ہو گئے ہیں بدل ڈالئے۔ ہم کو اس کنبے پر



محبوب ہوا کہ مرزا صاحب بدست حرمہ ایک نفرت صاحب بڑا کی خدمت میں رہنے کے  
 یہاں ہی رہے اور ان کا خیال کر سکتے ہیں۔ ہم سے مرزا صاحب سے کہا کہ ہمارے پاس اور  
 کیا نہ تشریف لے جائیں اور اسی حال سے ہم تو نہ تشریف لے سکتے ہیں۔

### تبصرہ

حکومت۔ منیر تونسہ نے جب آپ کا بذریعہ زبردست باذیہ تونسوی کے جوہر ہی رہا ہے  
 پاکستان کی مملکت دی گئی نہ آپ کو سامان کا خیال آیا۔ کیونکہ وہ مرزا صاحب سے  
 برائی سے یعنی بے پروائی کے سامان۔ یہ ہیں بے سامان کو سامان غنیمت کے لئے  
 رہا اور ان حیرت انگیز کے قریب آج لے۔

مرزا زبردست زور اور باذیہ جیتے یا اسے کی خدمت میں رہتی کہ قادیان رہا۔  
 یہ مہمان ہے، مگر اپنی شہرت پر نشین کے بارہا قادیان سے اس کی سرپرستی کے سلسلہ  
 میں رہا کو بدست ہے، کہ اپنی اور باذیہ زبردست ہوئی حضرت مرزا صاحب قادیان میں رہا اور اس کو  
 کے یہ سب سے پہلے نہ فرما۔ اور قادیان سے مل کر آپ نے اس کی کو پڑھ ہی کر دیا یعنی  
 اس قادیان کو بدست مرزا صاحب سے باتیں کر کے آپ نے بے غلط بنایا جس کی بدست  
 ضرورت سزا کی ضرورتیں پڑتی ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب سے نہ دل کو دیکھتے ہیں کہ پڑ  
 کہ تیرہ دیکھتے ہیں ہر کل قادیان کو آپ نے پاس نہ رہی۔ یہ آزاد کر کے پاس آداب  
 ان سسٹی کی قادیان کے ساتھ منزل مقصود کو پہنچایا۔ یہ ہے جو ہے مرزا صاحب کو یہ تیس معلوم تھا  
 کہ سرکار۔ کسی زبردستی جلد سے جلد اٹھائی گئی ہے اور اس جلدی میں اس کو دوسرا چھوڑا  
 بنانے کی بھی فرصت نہیں دی گئی ہے۔ جس کے بنانے میں کم سے کم روانگی میں تاخیر نہ  
 سرکار اس کی تفسیر پاس سے آزاد ہے اور یہ آپ کا شعبہ ہوا اور مست ہے۔

مراسم خاتقاہ خلفائیں حضرت شیخ کی خاتقاہی مراسم کا اتباع  
 ہونا چاہئے تاکہ امر قائم ہوئی بطور ناقہ رہے اور موقوف ہونے پائے  
 حضرت صاحب کی موجودگی میں مغرب کی نماز حضرت صاحب کی مسجد میں ہمیشہ دوسری  
 مسجدوں سے دیر میں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ عرس کے زمانہ میں میرے سامنے کسی نے کہا  
 کہ مغرب کا وقت آگیا ہی اذان ہونا چاہئے حضور نے یہ سن کر صاحبزادہ رشید الدین میر  
 سے کسی قدر بلند آواز سے کہا کہ بھائی تو تیرے شریف میں کس وقت نماز ہوتی ہے رشید میرا  
 غائب کیا جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور چراغ جل جاتے ہیں اس وقت اذان دیتی  
 ہے۔ رشید میراں نے کئی مرتبہ اس تقریر کا مادہ کیا اور حضرت مسکراتے رہے اس گفتگو میں  
 مقررہ وقت آگیا اور غالباً دوسری مسجدوں میں نماز جماعت ہو چکی ہوگی تب حضور نے فرمایا  
 کہ ہاں بھائی اذان کہو۔

ف۔ جب ہر دو خاتقاہوں میں ایسے اتباع کشوف ہو تب خاتقاہ ثانی  
 میں بیٹھ کر اس میت پر ذوق لیا جاسکتا ہے۔ کہ  
 شمس الحق تبہ نیری اذہیں کہ دلاویری تیریز خراساں شد تا بادا چنیں بادا  
 ۱۹ صفر المظفر ۱۲۵۷ھ

مرض اختلاف کی مبارکی اور موت سے نطاز بازی

میرے والد صاحب کو اختلاف کا مرض لاحق تھا جب دورہ ہوتا تھا تو چار بانی  
 قبلہ رخ کرا دیتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم بچ نہیں سکتے آج ہم مر جائیں گے  
 چنانچہ دورہ کے انتہائی شدت کے وقت ایک عریضہ طلب دعائے شفا لکھوا کر ہمہ

اکبر علی حضور کی خدمت میں روانہ کیا اور بے چینی کے ساتھ جواب کا انتظار کیا۔ تیسرے  
 یا چوتھے دن اکبر علی حضور کے جواب لے کر آئے۔ حضور نے تحریر فرمایا تھا۔ کہ بھول  
 اس حد تک یہ بڑا مبارک مرض ہی امت اور زیادہ کرے مگر آدمی اس میں مرتا نہیں البتہ  
 موت ہر وقت سامنے رہتی ہے۔

ف۔ گریہ الغریب افت اختیاج کے مرض سے بھگتا ہوا محفوظ ہی۔ مگر اس قدر زبرد  
 واقعات کہ عین دورہ کے وقت دل سے اضطراری طور پر یا مولیٰ اللہ سے اتفاق  
 ہوتے ہیں۔ در بڑی کھیر سیٹ و امتیاز ہو جاتی ہے و مجبوراً بہر صورت موت ہونا پڑتا ہے  
 میں در سات کہ موت تو قبل ان ہوتی ہے اور تعلق ماسوا۔ دونوں امر مغلوب  
 و مقسود ہیں اگر بطور بیماری نہ مائل کئے جائیں تو اندر بھی غنیمت ہے۔ یہی وجہ بیماری کی  
 ہے۔ دل بیمار کیا کتنا اور لازمی طور پر اسے والی چیز کا منتظر ہونا کو وہ ہمت نہ رکھے ہی کیوں  
 نہ ہو یا وہی کی بات ہے۔ احتیاج کو ذریعہ موت نہ ہوسکتے کے الفاظ تصرف سلامتی کے اہل  
 کے لئے ہیں جن میں ایک راہ مخفی ہے۔ یہ تصرف کا ایک نیا اور انوکھا انداز ہے جس کے صف  
 یہ معنی ہوئے کہ ہم موت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ انسان کا دل تیسرے خوف  
 جس وارد کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ وہ عالم میں تعزیر انسان کا دل کی وجہ سے واقعہ نہیں  
 ہوتا ہی اسی کو معنی کہتے ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی مال کا مرید کیا ہو اور وہ مال چاہے تو خوش نصیب ہے سب سے سچا سلسلہ  
 بزرگوں کو جو توبہ کا مالک نہا ہے اور اس کے مرکز میں پیش قدمی کرنا چاہئے

میری والدہ اپنی ماں کی بے انتہا مطیع و فرمانبردار تھیں۔ میری مانی پر جو میرے  
 مولوی قطب الدین صاحب دھلوی سے حدیث شریف بھی پڑھی تھی اور اس سے



بیعت بھی تھیں۔ میری والدہ صاحبہ نے بھی اپنی والدہ صاحبہ کے حکم سے مولوی قطب الدین کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور مولوی قطب الدین دیوبندی خیالات کے انسان تھے۔ میری والدہ نے اپنی ماں کے حکم سے اُن سے بیعت تو کر لی تھی مگر مولوی مذکورہ صحیح عقیدت نہ تھے۔ مرحومہ راز کے بعد میری والدہ نے حضور کی خدمت میں یہ التجا پیش کر لی کہ میں سلسلہ حنفیہ میں داخل ہونا چاہتی ہوں اور اجازت ہو تو خیر آباد حاضر ہو کر غلامی میں داخل ہوں۔ اس کے جواب میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ بھائی وہ تو ایک بڑے عالم کی مرید ہیں اُن کی بیعت کے واسطے ہم خود چلیں گے۔ علاوہ اس کے بلند رُوف خان صاحب مرحوم کا قاتل تھوڑھٹا ہے (جو میرے چچا تھے) اور محمد جان خاں کے غسلِ ختم میں بھی شرکت کرتے ہیں۔ الغرض اسی تقریب سے حضور وادوں تشریف لے گئے اور والدہ صاحبہ کو سلسلہ حنفیہ میں داخل کیا۔ اس کے بعد جو کیفیت والدہ صاحبہ کی ہوئی اُس کے لکھنے کی چند ضرورت نہیں ہے صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ وہ دائم المرض و یسیرت کم زور تھیں جنہوں کے دامنِ کرم سے وابستہ ہونے کے بعد جو مرتبہ اُن کو ملا اُس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ وہ مدینہ شریف جا کر زیارت گنبدِ بنی نضر سے مشرف ہوئیں اور وہیں دیارِ محبوب میں وفات پا کر زیرِ سایہ قبۃ اہل بیت اطہار ہمیشہ کے واسطے استراحت فرمائی اور جیسا لکھا کہ سننے کی مصداق ہوئیں بظیفیل حبیب کریم ہم گنہگاروں کو بھی اس شہ پاک جو از حبیب میں جا غنیمت فرمائے۔ آمین۔

### تبصرہ

نفسِ سعیت کی کایا لپٹ میں عجب نہیں ہے کہ خواہ حضرت احمد سعید خاں صاحب مرحوم و معذور نے ابتداءً تصرف کیا ہو یا خاطر حاجی صاحب راہی مرکزِ خاطر ہو۔ بہر حال خدمتِ کا معاملہ و خاتمہ اچھا سوانحہ اور بنایا اور چاہیے۔

۱۲ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ ہجری

مرید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے قبل مرید کو سلسلہ پیرانہ سابق

کی طرف توجہ دینا تاکہ فانی فی رسالت ہونے میں مدد ملے

داؤد کے قیام میں غٹہ کے بعد میں مسجد تکملہ حضور کی خدمت میں سلام کے  
 واسطے حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر حاضرہ کر میں حضور کے پاس سے یاہر آ رہا تھا میں نے  
 دیکھا کہ میرے چھوٹا حاجی محمد اسحاق خان صاحب حضور کے سلام کے واسطے جا رہا  
 تھا اور اس موقع پر مجھے یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ میرے چھوٹا کو میرے والد کے  
 ساتھ مدرسہ اور ہر سزا پر جانے کا بہت شوق تھا اور وہاں سے واپس آنے کے بعد  
 بچوں کے بزرگان دین کے مزارات سے اُن کو حقیقت نہ تھی وہاں کی کیفیت اور حال  
 برا کثر تنقید کیا کرتے تھے۔ میرے چھوٹا صاحب جہاں کے تھے وہاں دیوبندی خیال  
 کے لوگ اب تک موجود ہیں لہذا طبعاً اُن کا بھی ویسا ہی عقیدہ تھا۔ مگر بچوں کو وہ ہمارے  
 بزرگ تھے پاس ادب سے ہم کچھ عرض نہیں کر سکتے تھے۔ جس وقت حضور کی خدمت  
 میں چھوٹا صاحب جا رہے تھے۔ میں نے کہا کہ چھوٹا صاحب آج اگر بیچ جلیے تو ہم  
 جانیں۔ چھوٹا صاحب نے کہا۔ واہ دیکھا ہی اس کے بعد وہ حضرت صاحب کی خدمت  
 میں حاضر ہوئے۔ میں اپنی جگہ پر بیٹھا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چھوٹا صاحب واپس ہوئے  
 اور مرزا علی حسین جو اسی آستانہ کے غلام ہیں اور دادیل کے رہنے والے تھے اُن سے  
 آکر کہا کہ مٹھانی منگواؤ ہم مرید ہوں گے۔ مرزا جی نے یہ سن کر مٹھانی منگوانے میں جلدی نہ  
 اور بہت خوش دے اور مٹھانی سے کہ چھوٹا صاحب اور مرزا صاحب حضور میں حاضر  
 ہوئے اور عرض کیا کہ حضور مرید کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو آج تک کسی کو بھی  
 مرید نہیں کیا اور کئی بار یہی ارشاد فرمایا۔ چھوٹا صاحب کو گریہ شروع ہوا یہاں تک کہ

والد صاحب نیز سب لوگوں کو اس کی اطلاع ہوئی۔ والد صاحب اور خادم میاں سنا بھی حضور میں حاضر ہوئے اور پھوپھا صاحب کو مرید کرنے کی بہت سفارش کی اب حضور کسی قدر ناگواری کے ساتھ ارشاد فرماتے گئے کہ ہم نے آج تک کسی کو مرید نہیں کیا مجبور ہو کہ سب لوگ اٹھ کر چلے آئے اور ٹھانی بھی دیں لائی گئی اُس وقت سے لے کر صبح تک پھوپھا صاحب پر گریہ طاری رہا آخر خادم میاں صاحب و ہادی علی خاں صاحب اور میرے والد اور دیگر لوگ صبح کو پھر حضور میں حاضر ہوئے مولوی ہادی علی خاں صاحب نے بھی پھوپھا صاحب کی مرید کرنے کے متعلق عرض کیا مگر حضور نے یہی جواب دیا کہ ہم نے کسی کو آج تک مرید نہیں کیا اور ہم کو مرید کرنا آتا ہی نہیں۔ تب ہادی علی خاں صاحب کی زبان سے نکل گیا کہ ایک شخص حضرت صاحب کے سلسلہ میں داخل ہونے کی درخواست کرتا ہے اور حضور اُس سے انکار کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ رات سے تم نے یہ کیوں نہیں کہا۔ ہم تو حضرت صاحب قبیلہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتے ہیں۔ لاؤ بھائی تمہارا ہاتھ بھی حضرت صاحب کے ہاتھ میں دیدیں۔ یہ کہہ کر پھوپھا صاحب کو سلسلہ عالیہ حافظیہ میں داخل کر لیا۔

ف۔ زیر پر وہ انکار کھلم کھلا (یَا اللہِ فَوْقَ اَیِّدِ یٰھُم) کا فیض پہنچا یا جاتا تھا مگر یہ رگڑ جھگڑ کوئی نہیں کرتا تھا کہ مرید ہونے والے کا ہاتھ تو قبیلہ و کعبہ آپ ہی کے ہاتھ میں رہتا ہے مگر وہ بڑے حضرت کے ہاتھ میں کس طرح پہنچ جاتا ہے تاکہ معاملہ صاف ہو جاتا۔ اس معاملہ میں اولاد کا واسلہ کیا گیا کہ نکتہ چینی بزرگان کی معصیت کا زنگ اولاد حاجی محمد اسحاق صاحب کے دل سے خود اٹھیں سے گریہ کر اس کے دہلا لیا جاوے تب مرید کیا جاوے اور فوراً ہی اپنی نفی کر لے آئے بڑھا دیا جاوے اور تعلیم قنا کا سبق دیدیا جاوے۔

خاں صاحب کے اس فقرہ کو کہ (واہ دیجھا ہی) حضرت یسع نے سن لیا اور غیبت جوش زن ہو گئی۔ یا راوی صاحب کے فقرہ کی لاج رکھنی گئی۔



# نوائے ادر کی فرق افروزی کی ایک خاص وجہ اور معارف کے سمجھ میں آنی

بل نظر قطبیت سرکار اسلمی پر فرض تھا کہ خیالات دیوبندی جن میں حضرات بنیاد سال  
وحضرات ادایا کی آدمی نہ سب سے۔ تمام ہندوستان میں نہ پھیلنے پاویں اور یہ ممکن نہیں  
تھا۔ اسی نوع میں کوئی مستقل سلسلہ اثر کی رو کا نہ قائم کیا جاوے۔ لہذا مطابق  
لہار کے سرکار اسلمی نے ریہان وادوں کو اپنا مبلغ بنایا اور وہاں ہمیشہ تیسہ سے آتا  
احمدی وادیاں کہ خیالات دیوبندی کی تبلیغ عالمگیر نہ ہونے پاوے۔ ہوتا کہ تمنا اور  
عجب کیا یہ مانتا تھا۔

۲۰ معقر المظفر ۱۳۱۵ھ

(منافقہ)

حضرات شائقین سماع کو کسی خوشی حاصل کرنے کے وقت

سماع کو دل چاہتا ہے۔ اسی ذریعہ سے وہ حق تعالیٰ کا شکر یہ ادا

کرتے ہیں اور کبھی طالب علموں کی نفس کشی اور حرص نہ توڑنے

کے لئے بھی حضرت شیخ سماع سنتے ہیں اور کبھی منکرین کا انکار توڑنے کے

لئے بھی سماع سنایا تاہو اور کبھی اپنا تقدس بھی بافتقاد محفل سماع توڑا جاتا ہے

اور بعض اوقات گروہ قوالان کی رونی رسانی کے لئے بھی حضرت شیخ

سماع کی فرمائش فرماتے ہیں

اُسی دن یا اس کے دوسرے دن محمدیوں خاں کی تقریب غسل عقد تھی غسل کے بعد  
حضور نے فرمایا کہ غسل ہو گیا اور قوالی نہیں ہوتی اس سے پہلے ہم سب نے مشورہ کر لیا تھا

کہ عبدالغفار کو کافی روپیہ مل گیا ہی اب قوالی نہ ہوتا چاہئے۔ مولوی ہادی علی خاں صاحب نے  
 خادم میاں صاحب کی بھی یہی رائے تھی اسی دن شام کو حضرت زمان خانہ میں تشریف لائے  
 میری بھینچ بھی صاحبہ مرحومہ کو حضرت صاحب کے ساتھ عشق تھا آنکھوں نے اپنے سب بچوں  
 کو سلسلہ حافطیہ میں داخل کرا یا۔ سوائے اُن کے اور بھی سب عورتیں سلسلہ حافطیہ میں داخل  
 ہوئیں۔ تدریس جو اُس وقت پیش ہوا اُس کو حضور نے کمر بند میں باندھ لیا۔ دو چار روپے  
 بیسب میں بھی رکھ دیئے یا ہر تشریف لانے کے بعد خادم میاں صاحب نے جیب سے دو روپے  
 نکال لئے اگر تعجب ہو کہ زمانہ میں حضور تشریف لے گئے تھے اور چند روپے تدریس میں آئے  
 کچھ دیر کے بعد تکم ہوا کہ غسل ہو گیا بھائی قوالی ہونی چاہئے۔ خادم میاں صاحب اور  
 ہادی علی خاں صاحب نے عرض کیا کہ احمد سعید خاں کی برادری کے لوگ آئے ہوئے  
 ہیں اور اُن کے یہاں کی تقریب میں گانا نہیں ہوتا ہی یہ سن کر ارشاد ہوا کہ ہمارے یہاں  
 تو موت اور خوشی دونوں میں گانا ہوتا ہے۔ قوال کو بلاؤ۔ خادم میاں صاحب نے خیال  
 کیا کہ اچھا قوالی ہو۔ پاس تو کچھ ہے نہیں دیں گے کیا۔ قوال نے بیٹھتے ہی بڑے حضرت  
 صاحب قبلہ کی شان میں چیز شروع کی اور حضور نے کمر بند سے روپیہ کھول کر دینا شروع  
 کیا۔ غلاموں میں پہلا شخص میں تھا کہ اُس موقع پر پہونچا۔ جہاں حضور کا قیام تھا۔ والد صاحب  
 ماموں صاحب دیگر غلامان حضور بھی میرے بعد حاضر ہو گئے۔ مختصر یہ کہ قوال کو اُس وقت  
 اس قدر روپیہ ملا کہ کسی بلکہ قوالی میں اُس وقت تک نہیں ملا تھا۔ ہم سب نے اُسی  
 وقت اُٹھ کر توبہ کی کہ آئندہ کبھی ایسا خیال نہ کریں گے۔

ھر کہہ پڑتو اندر پسر تمام کند۔ ہر بات کے واسطے وقت مقرر ہے جس مکان میں سماع ہوا تھا  
 وہ اب طلباء کے رہنے کے واسطے وقت ہی جس میں علم دین پڑھنے کے واسطے مدرسہ حافطیہ  
 سعید یہ کے طلباء رہتے ہیں۔

ف۔ جس صادق مرید طالب سے گھر حضرت شیخ پہونچ جائیں گے اُس کا تصرف مالک:

گھر بار و صحن مال دولت سب سے اٹھ جاتا ہے۔ اور شیخ کی معیت کی سفر میں مریدین اور معتقدین کا ہی مشورہ وغیرہ ساقط رہتا ہے۔ بعض رئیسان اہل دنیا نے حضرات صوفیائے کرام کی دعوت کر کے سہ ماہ مکانوں میں سنا کر بعد ذوق و شوق اپنے مکانوں کو وقت کیا ہے۔ بہت اچھا ہوا کہ توبہ کرنی گئی۔ انفرمولف بھی، اس پکڑ میں پور چکا ہے۔ ۲۳ نفر المنظرہ

اپنے سالکین طالبین کی تعلیم کے لئے حضرت شیخ کا رسیان دنیا کی کیا سنتے رہتے رہا یہاں تک کہ فاقہ کرنا باوجودیکہ خود حضرت شیخ کو ضرورت پر نہیں رہتی  
ڈیڑ گھنٹہ اور اس وقت یاس سے نکالنے کے لئے اتنا بج گیا جانا

اسی دو رات میں حضور کو کسی وجہ سے غصہ تھا اور کئی وقت سے کھانا نہیں نوش فرمایا تھا۔ اس کے ساتھ ہی بار بار ارشاد فرماتے تھے کہ سب نے احمد سعید خان کا گھر دیکھ لیا ہے ہر وقت کھانے میں مشغول رہتے ہیں۔ ہماری یہ عمر آگئی ہے اور لوگ ہم کو روپیہ کموانے کے واسطے دادوں لائے ہیں مختصر یہ کہ حضور نے اس طیش میں چار وقت کھانا تناول نہیں فرمایا۔ مجبور ہو کر حضرت خادم میاں صاحب اور مولوی ہادی علی خاں صاحب نے کھانا کھلانے کے واسطے جدوجہد کی اور رکت اصرار کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ حضور نے چار وقت کھانا نہیں نوش فرمایا ہے اندیشہ ہے کہ ضعف ہو جائے گا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان الفاظ کو سن کر حضور نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب انسان صرف دوکانوں کے واسطے کھانا کھاتا ہے۔ یعنی استنجا پاک کرنے اور نماز ادا کرنے آپ نے دیکھا کہ ہم نے کسی وقت استنجا پاک نہیں کیا یا کسی وقت نماز نہیں پڑھی اس کے بعد فرمایا کہ ہم پھر کیوں کھائیں اور جو کوئی اب ہم سے کھانے کو کہے۔ خدا اس کو عارت



کرے۔ دونوں صاحب مجبور ہو کر اپنے قیام گاہ پر چلے آئے اور کسی کو کچھ حیرات نہ ہوئی کہ حضور سے کھانے کے لئے پھر کہہ سکے۔ اتفاقاً عمری خیل خاں صاحب مرحوم رئیس بھیکم پور نے حضور کو دعوت کی تکلیف دی۔ اور حضور وہاں تشریف لے گئے۔ بھیکم پور دادول سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ کھانے کے وقت حضور نے فرمایا کہ بھائی خوب کھانا اور آؤ بھائی احمد سعید خاں کھاؤ آج تو دوسری جگہ دعوت ہے۔ میرے والدین باوجود تمام عرض کیا کہ حضور یہ بھی میرا ہی گھر ہے۔ یہ سن کر حضور بیت سنتے اور فرمایا کہ ہم کو کیا معلوم تھا۔ یہ بھی تمہارا ہی گھر نکلا۔

ف۔ اس معاملہ میں اطباء کے اُس قول کی تردید کی گئی ہے کہ بابت اور فوت دونوں محتاج طعام ہیں اور اس مقام کے حامل ہونے کا بھی اپنی طرف سرکار نے اشارہ کیا ہے یہ دعوت کسی صادق طالب خفیہ کے خیال سے منظور کی گئی ہوگی جس نے سرکار کی نہ کھانے سے نہ کھایا ہوگا اور خوب کھانے کا اشارہ بھی اُسی بابت مخصوص تھا۔ اگر اسی وقت پر مال ہوتی تو اصلیت کھل جاتی۔ ان مواقع پر حضرت ہواوی ہادی علی خاں صاحب نے رسیان صاحبان دادول کی اچھی جان توڑ کر امداد کی ہے۔ اور پیشگاہ سرکار اسلامی سے اُن کی قابل قدر ہدایت ہوئی ہے۔

۲۲ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ

خواہ تجدیدیت کی نفی منجانب حضرت شیخ حنی خود تجدید کی تعریف میں داخل ہے جس کے بعد طہار ترقیب کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اس ترقیب کو نہ واقع ہو سکتا نہ شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے یا مخصوص اس حال میں کہ حضرت شیخ نے خود قبولیت وغیرہ کی سکین فرمادی ہو

اسی دوران میں میرے بھائی اور میرے والد صاحب نے تجدیدیت کی خواہش کی حضور نے

جواب میں فرمایا ابھی تو ہمارا قیام ہے، کہیں گے۔ اس کے بعد میرے والد نے پھر ایک دن انہماک کے ساتھ یہی خواہش کی تب حضور نے فرمایا کہ بھائی احمد سعید خاں کیوں تجدید بیعت کرتے ہو ولد صاحب نے عرض کیا حضور میں سخت گنہ گار ہوں پھر توبہ کر لوں۔ اس پر ارشاد ہوا کہ بھائی تمہاری توبہ تو قبول ہی تجدید کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ الفاظ اس اندازت حضور نے فرمائے کہ میرے والد کی پوری تسکین ہو گئی۔ اور پھر یہ خواہش نہیں پیش کی۔ مگر جب فی صاحب اس خواہش کا اظہار کرتے رہے۔ اب یہ وقت آگیا تھا کہ بقصد مراجعت خیرا باد شریف حضور دادوں سے علی گڑھ کو روانہ ہوئے۔ بھائی صاحب اس خواہش کا اظہار کرتے رہے اب یہ وقت آگیا تھا کہ بقصد مراجعت خیرا باد شریف حضور دادوں سے علی گڑھ کو روانہ ہوئے۔ بھائی صاحب نے پھر خواہش تجدید بیعت کی تو ارشاد فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ علی گڑھ چل رہے ہو وہاں دیکھا جائیگا علی گڑھ پہنچ کر حضور نے بھائی صاحب سے دریافت فرمایا کہ بھائی کیوں یہ خواہش کرتے ہو۔ بھائی صاحب نے عرض کیا کہ میں جب غلامی میں داخل ہوا تھا بالکل بچہ تھا۔ حضور نے فرمایا کہ بھائی تم تو حافظ صاحب کے ہونچکے پھر تجدید کی کیا ضرورت ہے۔

ف۔ احمد سعید خاں صاحب مرحوم متفقہ جس خیال معصیت وغیرہ سے تجدید چاہتے تھے وہ معافی میں آچکی تھیں یا بوقت خواہ تجدید معافیت میں آگئیں اور کیوں نہ تھیں کیوں کہ خاں صاحب ممدوح عرصہ سے اپنے آپ کو زیر غلامی و تصرفِ اسلامی دے چکے تھے اور دوسرے صاحب کا بچپن کا عذر اس لئے نہیں مانا گیا کہ خریدار بوقت بیعت ہوشیار تھے اور بچہ نہیں تھے۔ بہر حال بہر طور مفاد تجدید تو حاصل ہی ہو گیا۔

کامیابی و ہر وقت پروردگار پرستے کی دلیل اور نوشہ میاں کی نصیحت  
پسندی اور احمد سعید صاحب کے تھے اس احسان اور مبارک جہاں سے ان کی  
کے لئے تھوڑی سی دیر کے لئے عورت کی سبیل

اگرچہ یہ حکایت مکرر ہو کر ان مریضوں کی ہدایت کے لئے تکرر ہوئی۔ جو پیروں کے وصال کے بعد زندہ رہتے ہیں  
میں نے اوپر نو شائیاں صاحب کے تذکرہ میں یہ عرض کیا تھا کہ آئندہ تفصیل سے  
لکھوں گا۔ اس واسطے میں ذیل کا واقعہ لکھتا ہوں:

یہ تقریب کیا رہی تھی شریف ہر مہینہ میرے والد اور میں جلیقہ شریف میں حاضر ہوتے  
رہے ہیں۔ والد صاحب نے ایک دن قلی دورہ کی حالت میں نہایت اضطراب اور پریشانی کے  
ساتھ نوشاہ میاں صاحب سے عرض کیا کہ مجھ کو سلسلہ قادریہ میں داخل کر لیجئے اور یہ سوال  
دورہ کی حالت میں دو ایک مرتبہ پہلے ہی والد صاحب کر چکے تھے۔ مگر اس مرتبہ اس سوال کو  
سننے ہی نوشاہ میاں صاحب کی حالت کچھ ایسی متغیر ہو گئی کہ والد صاحب سے نوشاہ میاں  
صاحب نے فرمایا کہ احمد سعید خاں تم جس سلسلہ غلامی میں داخل ہو وہ نہایت صحیح سلسلہ ہے  
اور تم کو علی گڑھ کا وہ واقعہ یاد نہیں ہے جب حضرت حافظ صاحب قبلہ نے شہنوی شریف  
کا ایک شعر پڑھ کر سنایا تھا اگر میں نے اُس دن خوشامد نہ کر لی ہوتی تو عمر بھر کی جو کچھ میرے  
پاس کمائی تھی وہ سب حافظ صاحب نے ہی چکے تھے۔ اب آئندہ تم مجھ سے ایسا سوال  
نہ کرنا ورنہ شاید تمہارا اس باغ میں آنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ یہ فرما رہے تھے اور نوشاہ  
میاں صاحب کا چہرہ اُس وقت سرخ ہو رہا تھا۔

ف۔ اگر مجھے انقیاضات اصحاب سرکار سلمی کی محض تفتیش و تنقیح سے اپنے ایمان کے



سلب ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس معاملہ کی توضیح طولانی کرتا مگر میں ڈرتا ہوں اور  
 نہ صرف اس قدر لکھتا ہوں کہ جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب نے بے شک اپنے حضرت  
 شیخ کے مناقب تحریر فرمائے ہیں اس قدر احتیاط فرمائی ہے کہ اپنے حضرت والد ماجد صاحب  
 کی لغزش کو بھی مدوح نے نہیں چھوڑا اور اچھ ہوا کہ نوشاہ میاں صاحب نے اپنا اصلی حال  
 خاں صاحب سے کہہ ڈالا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گنجلک خاں صاحب کے دل سے نکل گئے  
 اگرچہ خاں صاحب کی ریاست اور رعایت طلبی اور انتہائی کمان سرکار اعلیٰ اس توبت کا  
 یافی تہ۔ مگر خوب ہوا کہ خاں صاحب نے پھر اپنی ذلت جو کبھی صحیح کر لیا اور معافی ہو گئی۔  
 ”غوبے حد تو چوں جو یا سے عصیانِ مست“ لاجرم ہر خطہ ام در کسبِ عصیانِ دگر  
 ۲۳ صفر المظفر ۱۲۷۵ھ

اس حکایت کو پڑھ کر اگر کسی کو بعض امد سعید خاں صاحب پر اعتراض ہو تو اس نے مقصود کو نہیں پایا  
 کیونکہ خاں صاحب مرحوم صرف اس لئے غمہ مشق بنائے گئے ہیں کہ مدامان اعلیہ یہ نہیں کریں کہ بعد داخل  
 ہو جانے سلسلہ غلامی، سلمی کے چہرہ عام کسی دوسرے درویش کے کام کا نہیں رہتا ہی۔ یعنی پرتو بن سکتا  
 ہے مگر مریدی کے کام کا نہیں رہتا۔ دین محمدی منہ

نوٹ: نویدِ خطِ طبع کو لوگوں کو محلِ عرس میں لانے کی ناپسندی سے عدمِ تمیز کی کافی تبلیغ اور  
 انسلا چھوٹی اوڑھی قوم سے قوم کے نکالنے کا عملی خطہ صاعِ عرس مقصد کو خود بلا آئین کی فضیلت  
 ایک مرتبہ میں حضور میں شام کے وقت حاضر ہوا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ حالتِ استغراقی حضور  
 پر بہت زیادہ طاری رہتی تھی زمانہ کمال سے قریباً ایک سال پہلے کا واقعہ ہے۔ بعد مغرب  
 میر سے وادے حضور سے عرض کیا کہ حضور نوشاہ میاں صاحب اور شاہ محل حسین عرف حین  
 میاں صاحب جو شاہجہاں پور میں آسودہ ہیں ان کو عرس شریف میں حاضر ہونے کی بہت  
 بڑی تمنا ہے۔ اگر حضور تحریر فرمائیں تو وہ حاضر ہوں حضور نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر دوبارہ جب حضور نے آنکھ کھولی تو میرے والد سے فرمایا ہاں احمد سعید خاں کیا کہتے تھے والد نے پھر ان حضرات کی تمنا پیش کی۔ ہنوز کچھ جواب میں ارشاد نہیں ہوا تھا کہ استغفرانی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر حقوڑی دیر کے بعد والد سے دریافت فرمایا اور والد نے پھر وہی عرض کیا۔ مگر کوئی جواب پھر بھی نہ ملا۔ مجبوراً میرے والد اپنی جائے قیام پر چلے آئے جب صبح کو حضور کے سلام کے واسطے حاضر ہوئے۔ حضور حجرے میں تشریف فرما تھے۔ والد کا ابھی ایک پاؤ حجرے کے اندر اور ایک باہر تھا فرمایا کون احمد سعید خاں آؤ۔ کل تم کیا کہتے تھے اتفاق سے والد کو وہ گزارش یاد نہیں رہی جواب دینے میں گو نہ توقف ہوا تب حضور نے خود فرمایا وہی جمن میاں اور نوشہ میاں تم سے کیا کہتے تھے والد نے عرض کیا میں ہر گیارہویں شریف میں جینہ شریف جاتا ہوں اور پھر وہی مذکورہ قصہ کو دوہرایا حضور نے زبان گوہر بار سے فرمایا کہ گیارہویں شریف میں جاتے ہو بہت اچھا کرتے ہو نوشہ میاں اچھے ہیں اور جمن میاں بہت اچھے ہیں ان کی خدمت کیا کرو ان کی خدمت کرنے سے تمہیں فائدہ ہوئے گا بلاسنے کے متعلق یہ جواب ہے کہ بڑے حضرت صاحب قبیلہ کا عرس ہے جس کو حضرت صاحب قبیلہ عقیدہ ہو وہ خود آئے اور جب کوئی آئے گا تو وہ حضرت صاحب کا ہمان ہوگا اس کی خدمت گزاری ہم پر فرض ہوگی اور جب ہم ان کو بلائیں تو حضرت صاحب کے سلسلہ میں جو داخل ہیں ان کو کیوں نہ بلائیں اور تم کو کیوں نہ بلائیں اور یہ بھائی محمد صدیق جو کھڑے ہیں ان کو کیوں نہ بلائیں۔ محمد صدیق اگرچہ حجام ہے اس کے ساتھ ہی حضور نے فرمایا کہ محمد صدیق بھائی تمہارا نام بہت پیارا ہے تم کھڑے کیوں ہو تم یاں آکر بیٹھو اور ہاتھ پیر کر محمد صدیق کو اپنے برابر بیٹھا لیا اور بار بار یہ فرماتے رہے کہ محمد صدیق تمہارا نام بہت پیارا ہے۔ اور برابر گریہ جاری تھا۔

ف۔ اگرچہ وہ سب تعلیم ان حضرات میں مندرج ہیں جو اس حکایت کے عنوان میں

مذہب کی گئی ہیں۔ مگر چوں کہ غاں صاحب ممدوح کا اعتقاد بھی اُن بزرگوں سے مستحق تھا اس لئے حضرت میں جوشِ غیرت ہو گیا اور بے اختیارانہ میاں محمد صدیق کا ہاتھ پکڑ کر آپ سے تصویر فقیرانہ فطی امد و دوسرے فقر کی فقیہ کی کھنچوا دی گئی اور نہایت تہذیب سے بلا دانہ دینے کی وجہ بتلا دی گئی۔ گو نفس بلا و اقبال اعتراض نہیں ہی مگر اگر وہ کسی لایح سے دیا جادے تو بے شک براب ہے اور مخرب توکل ہے۔ آپ تو بے صورتی کی صورت تھے۔ آپ سے صورتی تحریکات کیسے سرزد ہوتیں۔ آپ کے توکل کا وہ آشیانہ تھا جہاں بڑے بڑے شہبازانِ توکل کے پر جلتے تھے۔ علاوہ اس کے اس معاملہ میں تعزذ آستانہ عالیہ منافطیہ کا بلا و اطلب کر نے والوں کی عزت سے مقابلہ بھی باتوں باتوں میں پیدا ہو گیا تھا پھر آپ بے اختیار کیوں نہ ہوتے۔

## کیف کا راسخی اندر سماع مع ذواق سیرین سماع اور عاشق مزاج ہوتا آپ کا

بعض کوتاہ بین یہ خیال کرتے ہیں کہ حضور کو کیفیت نہیں ہوتے تھے حالانکہ میں نے چشمِ خود دیکھا ہے کہ حضور کو بہت زور کی کیفیت ہوتی تھی کیفیت کے حال میں گھنٹوں حضور کو گریہ طاری رہتا تھا اور اُسی حالتِ کیفیت میں اپنی چادر عمامہ جو کچھ پاس ہوتا تھا حضور قوال کو دیدیتے تھے۔ خاندانِ عالیہ حقیقہ میں صرف ہمارے حضرت صاحب کی ایک ذات ایسی ملے گی کہ جو قوالی کے اندر کبھی اُٹھ کر کھڑی نہیں ہوتی اور نہ کبھی ہاتھ حضور کا اٹھا صرف چشمِ مبارک کے اشارہ سے جس کو عب العقار اور حضور کے غلام بھی خوب سمجھتے تھے۔ جس شعر پر آپ کو کیفیت ہوتا گھنٹوں تکرار کی جاتی تھی۔ میرے خیال میں بحالتِ کیفیت



نہ کھڑا ہونا یا خلاف معمول ہاتھ نہ اٹھانا تھا ہر اُس کا یہ سبب تھا کہ بڑے حافظ صاحب قیام نے حضور کو عالی ظرف اپنی زبان مبارک سے فرما دیا تھا۔ پس جب اُس پاک اور مقدس ذات نے جس کو عالی ظرف فرمایا تھا اُس کا جگہ سے اٹھنا امر محال تھا۔ اکثر حضور شیخ پرٹھتے تھے اور بہت گریہ ہوتا تھا۔ دُسا ہو کاسے نے جس کو یارو۔ دوسرا شعرداع کا بہت پرٹھتے اور اُس پر گریہ فرماتے تھے۔ ترشیتے لوٹتے ہم کو چہ قال میں رہتے ہیں۔ اور یہ غزل بھی بہت پسند تھی۔

بتان ماہ و شش اُڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں

ف۔ سرکار کی کیفیت کو کیف باہوش یا بے اختیار کہتے ہیں۔ اگر کوئی آپ کو بے کیف یا بے حال سمجھے یا کہے یا یقین کرے اُس نے آپ کی تنقیص کی کیوں کہ آخر زمانہ سالک کا رُود اور اطمینان متعلق طلب دلیل نقصان ہے اور اُس سے آپ کی ذات بے لطف تھی۔ لہذا آپ کو بے حال سمجھنے والا بے شک لقب کوتاہ بین کا مستحق ہے۔ آخر زمانہ میں جب لوگ کھڑے ہو کر رقص کرنے میں ریا کرنے لگے تو آپ کی شیخی کو عدم استادگی کا الہام کیا گیا اُس کی آپ نے پابندی کی جس کی وسعت آپ کو عطا کی گئی۔ خدا نخواستہ آپ کھڑے ہو کر رقص کرنے کے مخالف نہیں تھے کیونکہ آپ کے پیران پر اس کے قائل رہ چکے ہیں۔ لہذا اس گمان سے باز آنا چاہئے ورنہ وہ بدگمانی ہو جائے گی کیونکہ آپ ہرگز ہرگز کبھی تجلیل مشائخین کے مرتکب نہیں ہوئے ہیں۔ البتہ ریا کے ساتھ اُٹھتے اور کھڑے ہونے سے ضرور آپ نے روکا ہے اور وہ بہت بجا ہے۔ خوب واضح رہے کہ صاحبِ حال پر مین حال میں تکلیفِ شریعت باقی نہیں رہتی ہے۔ ۲۴ صفر المظفر ۱۲۸۷ھ

مولانا تاجہ قوط محمد اسلم صاحب قیلہ فانی فی اللہ تھے اس لئے مطلع

علی العریب تھے اور باوجود حب و نیکے تارکِ صبر و نہایت فرماتے تھے

جس زمانہ میں مابین ہمارے دادا صاحب و فانی صاحبہ مقدمہ چل رہا تھا اُس کی تفصیل

لاحال ہے۔ تندرید ہے کہ الہ آباد تک نوبت پہنچ گئی تھی اُس مقدمہ کی پیروی دادا صاحب کے طرف سے میرے والد صاحب کرتے تھے۔ دادوں میں تار آیا کہ مقدمہ نمبر پر آگیا۔ دادا صاحب نے والد کو حکم دیا کہ تم جاؤ مگر جاتے وقت خیر آباد شریف ہوتے جانا ہدایت اللہ اور حافظ محمد یعقوب خاں مرحوم ساکن خورجہ میرے والد کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ راستہ علی گڑھ سے تھا اور علی گڑھ سے روانہ ہو کر ہاتھرس میں دوسری ریل پر سوار ہونا پڑتا تھا۔ جس وقت والد علی گڑھ اسٹیشن پر سوار ہوئے اور ریل چھوٹے پر پھٹی اُس وقت حاجی کنور عبد الغفور خاں صاحب نے ایک بند لٹافہ والد کو دیکر فرمایا کہ یہ لٹافہ مولوی غلام مجتبیٰ صاحب ذیل کو دیدنیا۔ والد نے وہ لٹافہ جیب میں رکھ لیا۔ ہاتھرس پہنچ کر دوسری گاڑی پر سوار ہو کر کانپور روانہ ہوئے۔ تین چار شیش گز رنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس محل میں مثل مقدمہ اور روپیہ تھادہ بڑی الماں کے گاڑی پر چھوٹ گیا۔ کاسکینج پہنچ کر والد نے ایک تار ٹونڈے اور ایک کانپور کو دیدنیا اور خیر آباد شریف چلے آئے۔ جیب میں کچھ روپے تھے وہ راستہ میں صرف ہوئے جو مجھے یاد ہے کہ والد صاحب فرماتے تھے جس وقت ہم خیر آباد پہنچے ہمارے پاس صرف چار روپے باقی تھے والد نے خیال کیا کہ حضرت صاحب قبلہ سے خرچ لے کر الہ آباد چلے جائیں گے۔ چوں کہ زیادہ قیام کرنے کا وقت نہ تھا دوسری ریل سے واپسی کے واسطے تیار ہوئے۔ جب سلام کرنے کے واسطے حضور میں گئے تو خیال ہوا کہ حضور سے خرچ کے واسطے کچھ روپیہ مانگ لوں۔ منور طلب خرچ کی درخواست نہیں کی تھی حضور نے خود ارشاد فرمایا کہ احمد سعید خاں تمہارا بکس چلا گیا اللہ چاہے گا طے لایگا۔ یہ سن کر والد کو بہت تشویش ہوئی کہ حضور سے کس نے اطلاع کر دی مگر حضور کے الفاظ نے کافی تسکین دیدی کہ جس ضرورت طے لایگا بعد اس کے حضور نے والد سے فرمایا کہ قوال تم کو بہت تنگ کریں گے۔ تم کسی کو یہاں نہ دنیا اور اتنا تمہیں تو تمہارے پاس ہی کہ تم الہ آباد پہنچ جاؤ۔ یہ سننے کے بعد والد کو طلب خرچ کی جرأت نہ ہوئی یا ہرا کر حافظ یعقوب خاں سے کہا کہ تم بھی عجیب آدمی ہو۔ حضرت صاحب



سے یکسر کا حال تم نے کیوں کہہ دیا انھوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے تمیں عرض کیا اس کے بعد والد نے ہدایت اللہ سے بھی کہا اُس نے بھی قسم کھا کر کہا کہ میں نے حضور سے کچھ نہیں عرض کیا۔ اب یہ خیال پیدا ہوا کہ حضور نے یہ کیا ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس خرچ ہی حالانکہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ پھاٹک سے نکل کر والد صاحب حافظ یعقوب سے یہ کہنے لگے کہ الہ آباد کیسے پہونچیں گے۔ حافظ یعقوب نے کہا کہ حضور نے فرمایا ہی کہ تمہارے پاس خرچ سب لے آئے پاس ضرور خرچ ہوگا۔ حافظ یعقوب خاں صاحب کا یہ کہنا گوتمہ والد کو ناگوار ہوا اور کہا کہ میں نے تم سے چھپا کر کہیں روپیہ رکھا ہے۔ دو روپے یہاں خرچ ہو گئے اور دو بقی ہیں تم اچھٹ دیکھو حافظ یعقوب نے کہا کہ جیبوں میں دیکھئے۔ والد صاحب نے کسی قدر تشرش روئی کے ساتھ جیبوں میں ہاتھ ڈالا اور کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے صرف وہ خط ہی جو کنوڑ عبدالغفور خاں صاحب نے علامہ محبتی صاحب وکیل کو دیا تھا چوں کہ اُس اتفاق میں غیر معمولی وزن تھا حافظ یعقوب خاں نے لے کر اُس کو کھولا اُس میں دو اشرفیاں تھیں جس کا نرخ اُس زمانہ میں فی اشرفی چھپے تھا چنانچہ الہ آباد تک کے واسطے بہت کافی انتظام ہو گیا۔ اسی کی طرف حضرت نے اشارہ فرمایا تھا اور گرم شدہ بکس جس کی وجہ سے بہت سخت تشویش تھی سب الارشاد حضور کا پنور میں مل گیا۔ کیا یہ واقعہ مذکورہ بھی سننے کے بعد یقین کرتا غلط ہوگا کہ شاہرہ حقیقی کی ذات میں فنا ہونے کے بعد کوئی پردہ نہیں رہتا۔ اور یہی اولیاء اللہ کی شان ہے۔

ف۔ اس قسم کے واقعات ہیں جنہوں نے حضراتِ دادوں کو سرکارِ اسلامی کا والد و شہدائے بار کھا ہے ورنہ بالعموم رؤسا کے عقائد کا طور ایسا نہیں ہوتا ہے جیسا کہ حضراتِ دادوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔

## بدھ کا سفر سرکارِ اسلامی کو پسند نہیں تھا

بدھ کے دن حضور سفر نہیں فرماتے تھے اور جو لوگ حضرت صاحب کے یہاں مہمان



ہوتے تھے اُن کو بھی بدھ کے دن اجازتِ سفر نہیں دی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ میں بدھ کے دن اجازت کے واسطے حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ تم بدھ کو سفر نہ کیا کرو۔  
 فت۔ آپ کا نہ محبت تھے وہاں کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے ممکن ہے کہ ایک دن فریڈرک کے لئے زیادہ زور دیا جاتا ہو کیوں کہ بدھ کے بعد پیشینہ متفقہ طور پر سفر کے لئے بہت اچھا ہے یا کوئی اور وجہ خاص آپ کو عدم سفر کی تحقیق ہوئی ہو۔ بہر حال بدھ کے رد کا اسے جمہور کا سفر نصیب ہوتا ہی جو سنوں ہے۔ ۲۵ صفحہ المظفر ۵۵

## علیکرہ میں تصرفِ علمی چھیون چہرے کے کیڑوں کا آدھ گھنٹہ عائب رہ کر موجود ہو جانا

ایک مرتبہ علی گڑھ میں حضور کا قیام تھا اور پرسات کا موسم تھا شب کے وقت عرض کیا گیا کہ یہاں کیڑے پریشان کریں گے اجازت ہو تو اندر دسترخوان بچھایا جائے، آپ نے فرمایا کہ باہر کھانا کھائیں گے۔ کیڑے کہاں ہیں نہیں آئیں گے مجبوراً دسترخوان باہر خپا گیا اور ہاتھ دھوئے گئے شمع رکھی گئی اور کم و بیش آدھ گھنٹہ میں کھانے سے فراغت ہوئی مگر ایک کیڑا شمع کے قریب نظر نہ آیا جب دسترخوان بڑھا دیا گیا تو کیڑوں نے ہاتھ دھونا مشکل کر دیا آخر کار روشنی بھادی گئی۔

## خلافت کی بحث اور خباب حاجی غلام محمد صاحب سلمی حاضری سلیمانی مذللہ العالی کی رائے در باب خلفاء مکرر اسلمی

مجھ سے نیز دوسرے صاحبوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ حضرت صاحب کا صحیح خلیفہ کون تھا۔  
دوسرے صاحبوں نے حصہ کے حالات لکھتے وقت اس کی توضیح سے گریز کیا ہے۔ مگر مجھ کو جہاں  
ذاتی علم ہے اور دیگر ذرائع سے اس کی صحیح حقیقت معلوم ہوئی ہے مجھ کو اس کے لکھنے میں بالکل پس  
پیش نہیں ہے اور نہ میں ایک واقعہ تحقیقی پر پردہ ڈالوں گا۔ ہمارے حضرت صاحب قیام کے صحیح  
خلیفہ سید عارف محمد حسن میاں صاحب ہیں اور بفضلہ تعالیٰ تا ایں دم زندہ و سلامت ہیں۔  
مگر کیفیات خاص کے پردہ میں اپنے آپ کو اس طرح چھپا رکھ ہی کر سوائے ارباب بصیرت کے دوسروں  
کو ان کا پتہ چلنا غیر ممکن ہے۔ طالب حق اگر ان سے کچھ نفع اٹھانا چاہا ہے تو بہت مصیبتیں اٹھانے  
کے بعد ضرور اس کو فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جن کو تمام جگہ دیوانہ بتایا جاتا ہے اور واللہ مجھ سے  
خود کہتا ہے نام لکھنا فضول ہے۔ سید محمد حسن میاں صاحب ایسے ہیں کہ جس کو چاہیں زندہ کر دیں  
اور جس کو چاہیں مردہ کر دیں۔ اور ایسی چند مثالیں ہماری آنکھ کے سامنے ہو چکی ہیں۔ خدا  
معاذین کو نیک توفیق عطا کرے آمین۔

دوسرے خلیفہ مولانا مولوی محمد علی صاحب دہلوی تھے۔ جن کا دھماکا صبح چوتھے  
 میں ہوا اور اسی روز میں پر آشودہ و مصروف خواب میں اگر ان کے حالات لکھ جائیں تو ایک  
 نرس نے مریض کو جھکے ہوئے موصوف کی تصدیق صداقت کے واسطے دو شخصوں کو پیش کرنا ہوا  
 جس کے بیان پر مجھے نہ سنا لیکن کامل ہے اور عموماً ہر شخص کو ماننا پڑے گا۔ اولاً جناب حافظ  
 صاحب بن حسین صاحب سجادہ نشین مال۔ دوسرے عبد الغفار قوال جس پر ہمارے حضور کا خاص  
 کرم تھا۔ جن کے ساتھ حضرت مولانا کو اجازت دے کر سینے سے لگایا تھا اور اس تقریب کے  
 وقت حضور کو بہت زیادہ گرمی طاری تھا۔

ف۔ یہ نداوند نعمت، حق موقوف عاصی دین محمد کے پیر و مرشد بلکہ مسلمان کشندہ میں ان  
 لی اعلیٰ خلافت ازل اور ابدی ہی کہیں موجودگی سرکار اعلیٰ آپ پر مشغول کار ایسے سلسلہ  
 رسد اور جس طرح سلیمان فی وفاقہ دو نون و ہارے ساتھ ساتھ یہ چلے گئے اسی طرح اعلیٰ اور  
 عاصی دھماکوں کے ساتھ ساتھ یہ کہ پاسوں کو سیراب کیا ہے۔ ایک عالم اس کا شاہد ہے  
 بلکہ جنس قبیلے ایسے بھی ہیں جن میں میوی اگر کنیز اعلیٰ ہیں تو میاں صدی غلام ہیں اور دونوں  
 فقرہ فائز المرام ہیں۔ احقر مولف کی تحقیق میں آپ کی ذات وہی بابرکات شخصیت ہی جو عالم پاک  
 موجودہ سینہ مقدس حضرت بڑے صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ میں قبل اپنے ہونے کے موجود  
 تھی اور آپ ہی کی سر فراز کرنے کے لئے جو دو فرد و یگانہ برتہ سرکار اعلیٰ نے قبائے خلافت  
 ابنی عنیت کے بستہ رکھے لئے زیب بدن کی تھی۔ صاحب مناقب حافظہ کا بطور نقل واقعہ تفویض  
 غایت و فہم کا یہ فقرہ آپ ہی ہر من کل الوجہ منطبق ہوتا ہے جو فرمودہ سرکار حافظہ ہی اور  
 تسلیم کردہ سرکار اعلیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ دست چنیں کہے بدست شاما خواہد ساند کہ یہ کیش  
 نجات ما و شاکرود۔ توجہ۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کا ہاتھ تمھارے ہاتھوں پر چن چکا  
 کہ اس کی برکت سے ہماری اور تمھاری نجات ہو جاوے گی۔



کسی دل جلے عاشق بارگاہِ صدی نے اصل نسخہ مناقب حافیہ کے حاشیہ پر اپنا قلم  
سے بے تابیاتہ بجا و عبارت ہدایہ بیت تحریر کر کے خوب اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے  
جس سے مجھے کیونکر بحرف اتفاق ہے کہ:

رہے تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست

در غیۂ ہنوز صدمت عندلیب ہست

مانند تو در حسن و ملامت بشرے نیست

خواہم کہ رسم برد پر پاک تو زہر سو

خاک دید و بار تو ہر روز و نیم

ہمراہ سگاہ رفتن لفظ نادہی

آپ کا اور سرکار والا سلمیہ کا تعلق عشقہ اندلیہ تھا جو مافوق التسطیر و تحریر ہے کہ ایسے

لکے و اور تعلقات اور واسطوں کی بابت بموجب حدیث شریف سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا جلال الدین رومی رضی اللہ عنہ یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

گفت پیغمبر کہ ہست از استم

مرزاں نور سبب جان شاں

کو بود ہم گوہر و ہم ہستم

کہ من ایشاں را ہی بنیم عیاں

بے صحیحین و احادیث و روایات

بلکہ اندر شرب آب حیات

ایا یہی تفسیر قرآنہ مندرجہ مناقب حافیہ تو اس میں نجات سے غرض کمال کا مفوضہ ہے

نہ کہ نجات معروفہ - عیسا عشق طالب صادق کو مطلوب صادق ہوتا ہی قریب قریب و پیا

ہی عشق حضرت مطلوب خاص کو بھی طالب مخصوص و ذی استعداد سے ہوتا ہی - یہ فقر

شاہد ہیں کہ سرکار حافیہ سرکار سلمیہ دونوں ہدایت خلق کے لئے مامورین اللہ تبارک و تعالیٰ ہیں - اور

خلیفہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہیں - یہی ان اللہ اور ہمارے سرکار مولانا کی خلافت بھی اسی صیغہ کی ہے - بارک اللہ

مناقب سلیمہ بیان کر دے میاں محمد عبدالغفار صاحب خلیف الرشید میاں عبدالستار صاحب  
مرحوم قوال رکن نیر آباد شریف جن پر سرکارِ اسلامی کا بڑا اکرام تھا اوداعلیٰ ستوا سے ازدیاد  
نرمی و بہت اُن کے قدم چھوٹنے کے متمنی رہا کرتے تھے۔

میاں عبدالغفار کے قرب کے اندازہ کرنے کی عاتقہ حکایتِ متساوی  
کے چھوڑ دینے کی ایسا ایسا استعمالی پر وہ حقیقیہ کی کو نہ مہارت

ایک مرتبہ میں حضور میں حاضر ہوا تو بستر بچھا ہوا تھا میں نے ادباً بستر کا کو نہ لوٹ کر بیٹھا پانچا  
تو ارشاد ہوا کہ کیا تم میرے بستر کو نجس سمجھتے ہو۔ لہذا پھر کو نہ بچھنے مثل سابق کر دیا گیا اور اُس پر  
بس بیٹھ گیا۔ یہ سارا اعمال شریفیہ کے انداز کا حال ہے۔

ف۔ یہ طور قوالوں کو بے غرت خیال کرنے اور اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرنے  
کے خلاف ہے جس کا بالعموم رواج ہے حالانکہ انھیں کے سماع سے ذوق لیا جاتا ہے  
اور وہ ایسے غازی سمجھے جاتے ہیں کہ نقد و جنس سے بے لیتے ہیں۔ اور بالعموم حضراتِ فقرا  
کے بتوں وغیرہ کے ساتھ جو خصوصیات برائی جاتی ہیں اُس کی نفی کی گئی ہے۔

حکایت متعلق ذوق و شوق سماع و عطاء رسانی متربحی الخ فاق

موجہ حرکت زائدہ یعنی کھڑے ہو کر اڑھانا

اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا کہ ہاں وہ بڑھو کہ ہندو نے تمہیں مکی مدنی کہتے ہیں۔

چنانچہ جب اس شعر پر پوسچے کہ:

ایک تم ہو کہ ہے اللہ تمہارا مشتاق ایک موسیٰ ہیں کہ دیت ادنیٰ کہتے ہیں  
تو کہیف ہوا اور بہت اظہارِ مسرت فرمایا اور رستانی میری طرف پھینکی گئی۔ میں نے خیال کیا کہ

شاید سردی کی وجہ سے یہ کرم ہو رہا ہے ادباً میں نے اس کو لپٹا تو سرکار نے اٹھ کر اُسے اڑھا دیا اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس رضائی کو تھارے گھر لائے بھی جاوے تو نہ دینا۔

ف۔ انعم مولف کو اس موقعہ نعمت سرکھی میں شائق تخلص حضرت بڑے حافظ صاحب کا ہونا بھی یاد آیا ہے۔ بجائے اٹھ کر یعنی کھڑے ہو کر رضائی اڑھانے کے حکم سرکھی سے بھی کام لیا جاسکتا تھا مگر اٹھ کر اڑھانا بے اختیار ذوق سماع واقعہ ہوا ہے۔ لہذا اکیلے کے سماع میں اٹھنا مستحق ہے۔ رضائی اڑھانے کے فعل سے وہ اٹھنا مستحق کیا گیا ہے حکایت متعلق اس کے کہ صوفی کی کسی چیز کو جو شخص نظر السید سے دیکھے تو وہ چیز اُسی کو دیدہ جاتی ہے یا مجلس صوفیاء میں جو چیز اُس کے لئے پیش ہوتی ہے اُس کو صوفی حضار مجلس کے متعلق سمجھتا ہے اور انھیں کو عطا فرماتا ہے ایک مرتبہ دعا نگر کے محل کرائے جو عمدہ تزیین کے تھے جیسے ہی بیٹا طائفہ پیش کیا ویسے ہی مجھ سے فرمایا کہ تم نے لو میں نے پہننے سے اولاً انکار کیا بعد اصرار کی وجہ سے پہنا بعد ازاں ایک انگرکھا وزیر اشرف صاحب حیدر آبادی کی استمداد پر میں نے اُن کو دیدیا اور دوسرا اپنے بھائی محبوب قوال کو دیدیا۔

ف کیا یہ عقل نہیں ہو سکتا تھا کہ دونوں میں کا ایک دیدیا جاتا اور ایک رکھ لیا جاتا۔ یا نہ پہن کر پرانا قوال سمجھ کر دیا جاتا۔ مگر ایسا عذر نہیں کیا جاتا کیوں کہ آئیہ پاک کہ تَنَاوَالِیَ رَحَقِی مُتَّفِقُوۡا فَاَیُّہِیۡوُنَ کی بحیثیت تعمیل نہ ہوتی۔ یہ سخی وانا لوگ کہاں چلے گئے اب تو صوفیت بے عزت ہوئی جاتی ہے۔



## سرکارِ اہلِ کلمہ ہونے والی چیز کی احتیاط کا پہلے سے حکم دینا۔ اور برجستہ جہاں حسبِ حال پر خوش ہوتا

صاحبِ انِ خاں صاحب کی تختہ کا دادوں میں جلسہ تھا۔ چنانچہ حضور بہا سر دادوں کا ہوا  
رستہ یہ ایک مقام چھوڑ کر جو دادوں سے ۶ میل ہو۔ وہاں حضور نے فرمایا کہ عبد الغفار کو بلاؤ  
میں اور مولوی ہادی علی خاں صاحب اور خدوم میں صاحب ایک رتھ پر سٹے۔ میری چٹری  
پر حضور نے یہ فرمایا کہ اپنا سیبا بے سنبھال لے۔ میں نے ہر بار جواب دیا کہ اسباب سنبھالا ہوا  
ہے قندہ روانہ ہو گیا۔ خرکار دادوں پہنچے۔ اسباب اترنا شروع ہوا جس تپکڑے میں اسباب  
سب کا تھا اتر کر میرا بیگ۔ مہ کل کپڑوں جوڑوں وغیرہ کے توب تھا جس میں بہت عمدہ  
عمدہ جوڑے ساتھ لے گیا تھا۔ کیونکہ بڑے آدمی کے یہاں گئے سٹے وہاں ہر روز سٹے جوڑے  
کے بدلنے کا خیال تھا۔ چنانچہ بہت تلاش کی گئی وہ بیگ نہ ملا۔ حضور نے یہ خبر پا کر بلا بھیجا اور فرمایا  
کہ دس بار بار لکھا جاتا تھا مگر تم نے اسباب نہیں سنبھالا۔ خیر خدا مالک ہے پریشان نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ  
اس سے زیادہ عطا فرما سکتا ہے اور بعد فرمایا کہ ہمارے کچھ نہیں پتا۔ تو میں نے عرض کیا کہ آپ کے  
پس ہے کیا۔ سوائے ایک لائٹی اور روغن کے۔ اس کی بار بار گرا رہی تھی اور  
میں وہی کہتا تھا تو میرے برجستہ جملہ کی تکرار پر حضرت خوش ہوتے تھے۔

تو چیز خضر شیخ کی نذر کر دی جائے اُس کے طرز استعمال

سے نذر کنندہ کو کوئی تعلق نہ رکھنا چاہئے

ہامد مرزا صاحب دریا بادی ضلع بارہ بنکی میرپور بھٹائی تھے اُن کی آنکھیں جانی رہی تھیں وہ بہن کریم ہوئے تھے اور عرصہ دراز تک مقیم رہے۔ عید کے موقع پر گرم مرزائی مٹنے کے تصور کے لئے سلوار پیش کی وہ مجھے مرحمت ہو گئی میں اُس کو اپنے گھر لے گیا۔ بعد ازاں صاحب نے یہ فرمائش کی کہ حضرت نے مرزائی پہن چکی ہیں اور تم کو دیدی لے لو واپس کرو۔ میں نے واپس کر دی۔ یہ تجربہ حضرت تک پہنچی تو آپ بہت خوش ہوئے و فرمایا کہ انھوں نے کیوں ننگوالی وہ چیز نذر کر چکے وہ میرے لئے تھیں جس کو چاہا دیا۔ عرصہ تک یہ بات خوشی و بہرہ میں اوروں تک گئی کہ جب چیز جس کی ملک ہو جائے اُس کو اختیار ہے کہ اس پر سہم کرے۔ اُس میں کسی کوئی رنج نہ ہوتا ہے۔ آخر کار مرزا صاحب اپنی معاودت روشنی چشم میں کامیاب ہوئے۔

ف۔ بیعتہ اکرام بجانب میاں عبدالغفار میں اسی طرح بہتوں کی پرتال ہوتی گئی۔ عدم معاودت روشنی چشم قابل اعتراض رہا کیوں کہ مرزا صاحب اپنی چیز دے کر واپس لیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو روشنی چشم دے کر واپس لے لی۔ اللہ تعالیٰ اسی سوارادبیوں سے بچاؤ۔  
۱۷ صفر المظفر ۱۳۴۵ھ

فتح پور ضلع بارہ بنکی میں توجہ سرکار سہلی سے بارش ہونا

اور اُس کی دعا و استدعا کی نئی ترکیب

فتح پور ضلع بارہ بنکی میں آپ رونق افروز تھے اُس نواح میں بارش نہ ہونے کی بڑی شکایت تھی وہاں کے حضرات نے آکر آپ سے استدعا کی مولوی نظری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے بھی اُن لوگوں کی تائید کی حضور نے وضو کے لئے میرض من علی صاحب سے پانی منگوا دیا اور وضو کے قبل ایک تزل پڑھنے کی قریش فرمائی اُس تزل پر انتخاب کو ذوق شروع ہوا اور آسمان پر آگیا۔ اور وضو ہوتا گیا بارش ہوتی گئی۔

ف۔ چشتیوں کی سماء باعث نزول رحمت ہے چنانچہ سماء سنا آپ نے شروع کیا جوں جوں ذوق ہوتا گیا اب جمع ہوتا گیا۔ یہاں تک تو کتابی ترکیب ہوئی جب نزول میں میر ملکی آپ نے اپنے اعضاءے حمیہ پر مقرب وضو پانی ڈھال شروع کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ بارش بھی شروع ہو گئی۔ یہی ترکیب تھی جو سرکار اعلیٰ کے دل کی کتاب میں لکھی تھی۔ آہ انسان کمال کا جسم مقدس خلاصہ اجسام عالم ہے اور بالخصوص حضرت نقیب دیا ہند کا جسم مقدس جیسے جا کہ خلاصہ اجسام عالم پر تجلیاں بارش پانی ڈھال جانے لگا۔ آسمان سے جسامت نہیں پڑاں فواح کے پانی گرنے لگا یعنی بارش ہونے لگی۔ اگر آپ غسل فرمانا شروع فرماتے تو اسی وقت تمام ہندوستان میں بارش ہونے لگتی ۵

ترازیہ شمشاد ہی در اقلیم دل آرائی      بایں خیالی و زیبائی بدین شوقی رعنائی

۲۴ سفر المظفر ۲۵ھ

صہ تقسیم کا ذوالاقتدر الشیوخ عالم حضرت مولانا شاہ محمد اکرم رحمہ اللہ

صبح کی نماز کے بعد ساڑھے سات بجے تک وظیفہ پڑھتے تھے اور تسبیح رضائی کے اندر ہی رہتے تھے۔ حجرے شریف کے اندر یہ شغل ہوتا تھا۔ اس کے بعد ظہر تک انیوالوں سے ملنے کے قبل ظہر قبول ہوتا تھا۔ ظہر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھی جاتی تھی۔ نشت کبھی حجرے میں کبھی مسجد ہی میں پڑھی جاتی تھیں۔ بعد ظہر ختم خواجگان نشت پڑھا جاتا تھا جس میں سلسلہ کے لوگ ہوتے تھے اُس کے بعد کلام مجید اور دلائل کا ورد ہوتا تھا۔ بعد نمازوں سے بھی ملتے تھے اور حجرے میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ بعد ازاں عصر کی نماز بھی باجماعت



ہوتی تھی۔ بعد عصر فاتحہ خوانی مزار شریف پر ہوتی تھی۔ اور چھپریا پھاہک میں نشست ہوتی تھی اس کے بعد مغرب کی نماز مسجد میں بیعت پڑھی باقی تھی نماز بعد نماز اذان پڑھی باقی تھی بعد دیگر نوافل کے۔ اس کے بعد بیڑوں میں حجرہ میں اور گریور میں باہر نشست ہوتی تھی۔ عشاء کی نماز دیر کو ہو کر حجرہ یا صحن میں سماع کُنا جاتا تھا۔ بعد کھانا کھایا جاتا تھا۔ میں بھی ساتھ ہی کھانا کھاتا تھا۔ بعد فراغت طعام مجھ سے ارشاد ہوتا تھا کہ تم سو رہو۔ میں الٹریٹ رہتا تھا۔ آنکھ کھلنے پر میں آپ کو مشغول بجانب مزار شریف مراقب دوزانو پایا کرتا تھا رات دن میں کثرت اوقات مجھ سے سماع کی فرمائش ان الفاظ سے ہوا کرتی تھی کہ ہاں کچھ پڑھو۔ کچھ بولیں۔ جب تک اس پر حل کے سامنے رہے۔

امام جماعت اکثر خادم میاں صاحب ہوا کرتے تھے مگر بالعموم قرأت مختصر سورتوں کی ہوا کرتی تھی۔ صبح کی نماز میں البتہ مطول قرأت ہوتی تھی۔ جب کوئی نہیں ہوتا تھا حضرت خود امامت فرماتے تھے۔

ف۔ اذیل میں عین ابن الوقتی اوقات اور دراد اور وظائف نے آپ کا ساتھ دیا تھا اور اب جب کہ آپ صوفی ابوالوقت تھے آپ اوقات اوراد و وظائف کا ساتھ دیتے تھے اور بلحاظ شیخی مریدین معتقدین کی تعلیم کے لئے پابندی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے تھے ورنہ ما شاء اللہ ہر کلم آپ کا وظیفہ تھا اور ہر نخل مراقبہ اور ہر وقت مشاہدہ۔

**لقائے اہل حق و وقت لانا خواجہ عبدالصمد صاحب سسوانی کا ہمیشہ متغیر ہو جانا**

ایک مرتبہ مولانا عبدالصمد صاحب سسوانی چار بجے کی گاڑی سے حاضر ہوئے۔ پھاہک میں جیسے ہی لگا ہیں چار ہوئیں مولانا متغیر ہوئے۔ بدن میں رعشہ پڑ گیا اور بالکل حالت بدل گئی۔ جوتا اتار دیا گیا۔ چھٹری پھینک دی گئی کہ یہی حال ہر دفعہ کے لقاء میں ہوتا تھا تو حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب۔ جب یہاں آؤت ہیں بالکل سبب اختیار

وہاں تک کہ میں نے عرض کیا کہ آپ کو اچھا ہے۔

جواب - بغور سنا جائیگا۔ اسی - مولانا کو متغیر کردینا تھا مگر یہ قیود تھے۔  
 میں ایک چیز اپنے آپ کو دو جگہ دیکھ کر قہر ہو جاتی تھی۔ ایک تعین ٹوٹنے پر آمادگی نہ ہونے  
 دیتا تھا۔ یہ حسبِ مساو قہ کی ریت پر اور حسبِ مساو کے زور اور ہوسنے کی کافی دلیل ہو  
 جیت تھی تو تہید ہو جاتا تھا سکون و خوش آواری کرتا تھا۔ بہتیت و جلال شہی اسی  
 دوسرا نام ہی۔ طوت و بیروت سرکار تھی اپنے خواص کو اپنے ماتحت واقعیت آگاہ رکھتے  
 تھے۔ سن اسلمی غیب روئے مولانا کو ماست افزا نہایت لگتا ہی۔ اور، ہتھاپا سوانی  
 آفتاب خیر آبادی سے لیں۔ شاکر

یہ تہذیب سس بنیاد پرست تھی۔

صدق طلب الہین و قدین کو مروت شہاد کے بجائے گئے

نئی فکریں و تہذیب پاکیزہ

مولانا عبد القدر صاحب سوانی رحمہ اللہ عیدہ مسجد کے دروازہ کے زینہ کے نیل میں  
 دروازہ روک کر بیٹھے جس میں محدث کی یہ نیت معلوم ہوتی ہے کہ حسبِ حضرت داخل مسجد ہوں  
 حضرت کا قدم مولانا پر پڑتا اور اس جیت کی مثال بن جاتا ہے

اُفتادہ بر خاک رت خدام کہ تہذیب بر سر  
 بنیاد مسجد پرست تہذیب کے  
 مولانا صاحب، یہی ہوسنے ہیں مست بکاد۔ در سنے کاٹ کر دوسری چنبست داخل  
 مسجد ہو گئے۔

ف - سرکار مولانا نے اپنے سادات گنجیہ موجودہ سنیہ پاک پر سید السادات نظر

بہارِ اولاد کے قدم رکھوانے کی کوشش کی خود بظاہر قدم رکھا گیا یا نہیں مگر بدرجہ  
مست شریف نہ آلا۔ حالِ دنیاات مطلب براری ہو گئی۔ اگر ایسی مثالیں  
بنا سکیں کوشش نہیں کی گئی ہے تو جو وقت سماع بیت مندرجہ بالا پر ہوگا اُس کی سچی  
تو یہ خود ضرور ہوگی کہ کجاں تک اُس میں صداقت ہے۔ ۲۷ صفر المنظر ۱۳۴۴ھ

پیرانِ عظام کا عورتِ محرم کے سامنے آنے سے اجتنابِ رجالت  
مجبوری سامنے آنے پر انوکھا پردہ

بعض اوقات جب زنان خانہ میں اسرار کی عورت یا دوسری غیر عورتیں خواہ وہ مُریہ  
ہی کہوں نہیں دوسرے گھروں سے آتی تھیں تو سفرت گھر میں جانے سے گریز فرماتے تھے  
تو یہ بعض اوقات گھر میں جاٹے کہ لئے جو مضر ہوتا تھا تو یہ جواب ملت تھا کہ گھر میں  
سیسے یا فلں وہاں غیر عورت آئی ہو یہ ذرا اٹھ کر پردہ ہوسے تو اندر جاؤں۔ تب میں کہتا تھا  
کہ آپ سے پردہ نہیں ہوا اندر بیٹھے آپ کی دسب زیارت کرتی ہیں پھر پردہ کیا تو آپ فرما  
تے کہ ”اُن کو پردہ نہیں ہی تو ہم کو تو ہی۔“ اور اسی پردہ داری کی پابندی اور رعایت اُس  
وقت آپ فرماتے تھے جب یا عموم عورات زیارت کرتی تھیں یا بے پردہ سامنے آتی تھیں  
”نہ۔۔۔ زنان کچا ملیر اور موشیات و ساجات کو ان معایت سے شنیٹا کھا جائے  
دراہ خدا کرہ زنان اند۔۔۔ آں رہ زنان ہیں زمانہ

مرحبوبیت اور محبت کے لئے پردہ داری ضروری و لازمی اور لازمی ہے۔ سرکار  
ساست مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی زیر پردہ عظیم اس عالم میں تشریف  
فرماتے ہیں اور بہت گرس پردہ میں اب بھی موجود ہیں اگرچہ باوجود تحققِ محبوبیت حضرت  
رب العزت و سرکارِ رسالت و راستگی حسن و جمالِ باطنی و ظاہری حضراتِ ادبیار کے لئے  
بموجبِ بہت متذکرہ آئندہ پردہ داری قریب قریب محال ہی کہ



پری روتاب سنوری ندارد چو در بندی سرازد وزن بر آرد

نہ پردہ دار و فرض مین ہی رہے کی۔ کیوں کہ جسے حسن گر کی سرکار چاہی ہے اس سے  
تاریہ کرے عجب سے کہ وہ کسی غیر سے اپنی آنکھ کو آلودہ کرے اور اس کو نہایت برا لگے اسحاق

بہار کیسہ شمس اور

نور پر آنکھ نہ ڈلے کبھی شیدا تیرا سب سے بیگانہ تو لے دست شناسا

اگر یہ پردہ نہ معلوم ہو تو اس کو مچھوری کے موقعوں پر استعمال کرنے کے لئے سیکھ لیتا  
ہے اور زیب تک ملکہ نہ حامل ہو با محج و تازی اپنے آپ کو تعلقات عورتانہ دور  
رکھنا چاہیے گو وہ تعلقات پری و مرید ہی کے کیوں نہ ہوں اور توحید پاک کو خطوط و رفتن  
کا ذریعہ نہ بنانا چاہیے۔ ورنہ عداوت و نفرت احکام شریعی کے سخت استلزام کا  
انہی ہے۔ یہ پردہ نہایت مزولت نظر بر قدم یا نظر چوڑائی یا غایت مشغولی بے صورتی یا ناش  
عورتوں کے بدلتے کی رکھنے سے حامل ہو سکتا ہے۔ مگر کون سنا ہے فغان درویش۔  
یہ کل تو بے سمجھے بوجھے قول کہ ”عشق مجازی سے حقیقی حامل ہوتا ہے“ کی بیگانہ مرآرائی  
ہے اور اسی کی کورانہ تقلید سے مشرب مصفا صوفیوں کی رسوائی کی جا رہی ہے اور اس  
بمذاتی کو اچھا فی یقین دلایا جا رہا ہے۔ سرکار اسلمی اور ان کے مخصوصین اس پردہ داری کے  
نہ خدا عامل۔ اگر عامل نہ ہوتے تو کبھی یہ ارشاد نہ ہوتا کہ (اُن کو پردہ نہیں ہے تو ہم کو تو) عورت  
کی تخلیق ہی اس حدیث شریف کی وجہ سے قابل غور و فکر و نفرت ہوئی جاتی ہے کہ  
(اگر عورتیں نہ ہوتیں تو خدا کی اچھی عبادت ہوتی)۔ اس لئے احقر مولف کے نزدیک  
اگر عام نسا کے ساتھ تجلی نہائی حاصل ہو تب بھی اجتناب اولے پر اور سالک کے لئے  
تواناٹ و ذکر و دنوں سے پردہ لازمی ہے۔

نقاب پوشی و رویشان کی بھی کثر ہی وجہ ہوتی ہے۔ زیادہ تر اس کے لئے غیوت  
ضروری تسلطی جاتی ہے۔ عرصہ مدید تاک محض تعلیم کے لئے نشست غار مرا شریف اس کی گواہ ہے

خود مشغلہ و الفاظ خلوت، درانجمن اس کے شاہد ہیں کہ انجمن میں بھی خلوت ہی مقصود رہتی ہے اور جس طرح مردوں کو عورتوں سے پردہ مفید ہی سی طرح عورتوں کو مردوں سے بھی پردہ فائدہ مند ہے۔ ملائم ہو تحقیق حضرت بتول بی بی سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا  
۲۰۰ عفر المظفر ۱۳۲۵ھ

انفوس باطنی نعمتوں کا نواہ خستہ نظامیہ فخریہ سیما نیہ منافطیہ سلمیہ کی تقریب منجانب  
مکثر و ارقہ حاجت آرا سلمیہ جانب صاحبزادہ قابل اعتبار مودودیتہ انسان کامل و کل  
انسان کامل و کل بنے کاقدنی اتفاقیہ خفیہ سلمیہ۔ یا خلیقہ مجاز مکرر سلمیہ عروج دیگر  
خلیقہ اندکریہ حیاتیہ کے مراسم فوق تکلم لسانی کا خلوت میں ادا کیا جانا۔ یا ذات پر  
حضرت ذات کا کھل جانا۔ یا وہ خلوتی برتاؤ جس کے اظہار میں تحریر تقریر اظہار بخیر کرتی ہے۔

مولانا عبد القادر صاحب بغرض شرکت عرس شریف منعقدہ ذیقعدہ شریف ۱۳۱۹ھ ہجری  
حاضر ہوئے تھے۔ بعد فراغت عرس میں مولانا کو رخصت کرانے حجرہ میں لے گیا (بعد مغرب)  
میں نے کہا کہ مولوی صاحب تشریف لائے ہیں سلام کے لئے کیوں کہ وہ اب واپس جاؤں گے  
چنانچہ حضرت لیٹے ہوئے تھے اٹھ بیٹھے اور حضرت مولانا کو بلایا اور چھاتی سے لگایا اور دینا  
چسپیدگی کے ساتھ اور نہایت گرم یہ دیکھا کہ ساتھ سینہ سے سینہ لگایا اس کے بعد مولانا نے  
سات سجدے کئے۔ اور اس وعدہ کے ساتھ ہی رخصتی ہوئی کہ پھر ماہ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ کے  
عرس فاتحہ سلیمانی میں شرکت کی جاوے۔ چنانچہ حضرت مولانا نے صفر کے عرس مذکور میں بھی  
شرکت کی تھی۔ یہ بیان میاں عبد الغفار صاحب کا ہے۔

ف۔ یہ کمال سرفرازی و سرملبدی و عزت افزائی حضرت مرشدی مولانا و سیدنا

مولانا خواجہ سائیں علیہ السلام صاحب سہسواںی قم پھیچہ دی رتہ اندر نیہ کی تعریف تھی کہ یہ  
 ہاں سے بہت پیسے سے خلیفہ دینی زمرہ کا رہا اسلئے اسے کوئی عمل سے تعریف ہو سکتے  
 اس کے ور کیا کہ ہو سکتا ہی جو سرخی و عنوان حکایت مذاہن اشارہ کیا جا چکا ہے۔ خوب  
 بہار سے تعریف کریں جب الغفر صاحب شاہد نکلا۔ ممکن ہی کہ اور کوئی صاحب تعریف  
 سے تعریف کے شہد ہوں۔ اس سے کہ ابتدا رحمت مولانا موصوف بہتر مفسر سنی  
 و دینی ساری جہات حضرت مولانا سنی و شیعین صاحب قبلہ سہسواںی تہ اندر علیہ السلام  
 تھے۔ بعد از ان فراغت تکمیل علم و سفر و سیاحت سب و عمر تعمیر و ترقی دربار رسالت کے  
 بنو جو۔ دل واپس ہند آکر خواب دیکھ کر اس کی تعریف تعمیر و ترقی دربار رسالت کے  
 تعمیر و ترقی کے سبب سے کہ مفسرین ذکر آئندہ موصوف کے دوسرے سنا  
 وگا۔ البتہ امین امت خاص ہوا ضروری ہے اس کے سبب تعریف سے تکمیل کی گئی ہے  
 اس کا برتری و درجہ و درجہ کی برتری ہندوستان کے بہت بڑی و بڑی ہیں۔  
 ہے کہ ایک تہیں بلکہ سات سات چار سات کے تکرار میں کیا ہو گیا ہے کہ  
 یہ سرچہ ہر مدت و محنت کے ساتھ معیت رخصت و اعلا میں میرا اشارہ رہا۔ اس میں کہ اس  
 مولف اس وقت و سر نہیں تھا ورنہ اس حدیث حضرت مولانا جامی کو سجدوں کے ساتھ ہوتا  
 بلند پڑھتا جانا کہ

زہت جمال و قید جہاں برم کوئے تو کعبہ دل      ذن سحرنا ایک مسجد و ان معین لیک لہو  
 تاکہ حضرت مولانا کے نام ماضی و مستقبل کے سجدوں کا اخص سجدوں میں مندرج ہونے کا  
 اظہار ہو جاتا۔ ان سجدوں کو جب سجدہ حضرت مرزا سردار بیگ صاحب قیامت سے ٹھہرا  
 جاوے اور قوت و ماضی صرف کی جاوے تب طالب مولویت عاہری سے مکمل مت ہی  
 اور سجدہ عبادت اور سجدہ غلطی کا فرق معلوم ہو سکتا ہے  
 یہ سجدے نہایت تنگ مرقعہ پر بہاں گنجائش سجدہ نہیں ہی کیونکہ ساجد و سجدہ میں گنجائش



واقع ہو گئی تھی اس لئے ادا کئے گئے ہیں کہ اس خانوادہ کے طایبانِ صادق بوقتِ سرفرازی ابدالِ باد تک اس کے پابند رہیں تاکہ وہ ہم انانیت میں گرفتار نہ ہونے پائے اور ہمیشہ حضرت شیخ کی غایتِ افضلیت و عظم رہے۔ کیوں کہ یہ قوتِ معاشرت کا نہایت بلند مقام ہی یہاں آداب سے آراستہ رہنما تھے سرکارِ مولانا ہی کا کام ہے۔

ف۔ اب رہا حاضری سفر المظفر <sup>۱۳۲۲ھ</sup> کا وعدہ لیا جانا اس کی وجہ سے یہ تھی کہ حضرت مولانا کو وصلِ اہلی کی صاف صاف خبر دیدی جاوے۔ یعنی یہ بتلا دیا جاوے کہ ماہِ ذیقعدہ <sup>۱۳۲۲ھ</sup> میں سفرِ آخری کا ارادہ ہے جس کے ماہِ صفر سے صرف نو دس ماہ باقی رہتے تھے اور یہ بھی مصلحت تھی کہ کچھ اس خفیہ تقریب کا اعلان بھی ہو جاوے اور مولانا کی ایسی نعمتوں سے سرفراز کرنے کے بعد اس کی عصین کا بھی نظارہ کر لیا جائے اور چوں کہ اس سرفرازی کے بعد پھر ظاہری حاضری کی احتیاج باقی نہیں رہی تھی اس لئے حاتمى وعدہ لینے کی ضرورت ہوئی تھی جس کو حضرت مولانا نے پورا بھی کیا اور فیضانِ مزید سے نہال ہوئے جس کا ذکر اپنے موقع پر ہو گا۔

## اپنے آبائی پیشہ کی بابت سرکارِ سلمیٰ کا اشارہ

حضرت صاحبِ قبلہ کے سامنے پاک پیشوں کا ذکر آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے خاندان میں سات سو برس سے یہی پیشہ چلا آتا ہے کہ یہ اشارہ بابت کاروبارِ ہدایت و رشد کے تھا

ف۔ اور اں جناب چوں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد سے ہیں اور حضرت غوث الثقلین کو گزرے ہوئے سات سو برس گزرے ہیں اس لئے آپ نے تعینِ سات سو سال فرمایا۔

مناقب اہلیہ عطیہ جناب سیدنا مولانا حضرت مولوی مصباح الحسن صاحب  
قبایہ مدظلہ العالی ص ۱۰۰ آیت ۱۰۰ حافیہ مدظلہ مو قوعہ پھونڈو شریف مجاز و  
خلف خلیفہ و رہبر بار صمدیہ  
(یادداشت)

آیت ۱۰۰ میں خطبات حضور قبلہ عالم سرکار مولانا لکھے جاویں گے۔  
اُس سے معذور ذات پاک حضرت والا منزلت قدر قدرت جناب مولانا وسیہ ناخواہ حانظ عبد  
ماہرب قبلہ نقوی مودودی سہسوانی پھونڈوی محبوب و مجاز و خلیفہ سرکار اہلی رحمۃ اللہ علیہ  
ہوگی۔ جن کا احقر مولف دین محمد نام لیا ہے۔

## ذکر پاک اہلی کے مخصوصہ آداب

جن کی رعایت مناقب اہلیہ کے ساتھ بہت ضروری اور لازمی ہے۔ بالخصوص یدین سلسلہ کے  
مولوی مصباح الحسن صاحب صاحب سجادہ مدظلہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حکیم مومن سید صاحب  
بریلوی کانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضور سرکار مولانا کے مرید و مخصوص احباب میں تھے اور  
بالآخر قبائے حب مرشدی ہو کر تارک وطن مالوف ہوئے اور پھونڈو ہی میں مدفون ہوئے۔  
ہمارے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور تمام بزرگان عظام کے ذکر فرماتے ہیں مگر حضرت  
صاحب کا ذکر نہیں فرمایا جاتا۔

حضرت صاحب کے ذکر سے مقصود ذکر پاک سرکار اہلی تھا۔

تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے خوف سلب ایمان کی وجہ سے میں ذکر نہیں کرتا ہوں  
کیوں کہ حضرت کی روش اور معاملات تم لوگوں کی عقل و فہم سے بالا ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی بات  
تمہاری سمجھ میں نہ آوے اور تمہیں اُس میں شک پیدا ہو جس سے فوراً ایمان سلب ہو جائے گا

ہر گھلے رائگ و یوے دیگر است

ف۔ ایک وہ ذات مقدسہ تھی جو ہر وقت بظاہر و باطن ذکر حضرت شیخ میں مشغول رہتے تھے اور ایک یہ ذات مقدسہ تھی کہ اپنے باطن کو ظاہر ہونے ہی نہیں دیتی تھی اور عدم اظہار کے دلائل غیر قوی نہیں تھے۔ ناحق جناب حکیم صاحب مرحوم نے سوال کیا کہ تالیف ملفوظ ہذا میں احقر مولف کو پس و پیش و مشکوٰۃ ہونے لگا کہ حضور پروردگار کو جس ذکر پاک کو زبان پر لاتا مشکل تھا وہ ذکر بطور کتاب معرض تسلیم میں لایا جا رہا ہے اور اس کی تفسیر کا اقدام ہو رہا ہے خدا کے تعالیٰ احقر مولف پر رحم کرے اور اس تالیف الیف کو مشکوک المزاج لوگوں کے ملا تھ اور نہ سب سے بچا دے۔ احقر مولف نے اس کی تالیف صرف اس نیت خاص سے کی ہے اور کرتا رہا ہے تاکہ ذکر پاک اسلامیہ صمدیہ اس عالم میں باقی رہ جاوے۔ اور میں عزت ساوات بڑھانے میں اپنی عمر کھپاؤں۔

بہتایت انفار سرکارِ اسلمی میں زیادہ بتلائی جاتی ہے مگر اسی انخاس سے جو خفی بنا اس کے چھپاؤ کی تو کوئی انتہا نہیں معلوم ہوتی ہے کہ زبان پر نام نکالتے ہیں لایا جاتا تھا حالانکہ باطن میں وہی وہ رہتا تھا۔ بقول شخصہ کہ:

زور سے نام نہیں لیتے کہ سن لے نہ کوئی      چپکے چپکے ترا ہم ذکر کیا کرتے ہیں

یا بموجب کنا چہ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کہ:

حرف صوت و گفت را بر ہم زخم      تاکہ بے این ہر سہ با تو دم زخم

حکیم صاحب قبلہ مرحوم و مغفور کو یہ سمجھ لینا چاہئے تھا کہ جن جن بزرگان دین کا ذکر سرکار مولانا فرماتے تھے وہ ذکرِ اسلمی ہی ہوتا تھا دوسرے اسماء سے محض اس کا استعارہ کیا جاتا تھا بسک حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کہ

خوشتر آں باشد کہ میر و لبر آں      گفتہ آید در حدیث دیگر آں

مگر مشکل تو یہ ہے کہ اگر حضرت حکیم صاحب زیادہ دگر بھڑک پڑتے تو کیا عجب تھا کہ یہ



مزید جواب دیا جاتا کہ میری زبان قبل ذکر اطمینان نہیں ہے۔ خوب ہوا کہ میں تک ممانہ رہ گیا۔  
 احقر مولف ان کلمات طیبات کو پڑھ کر ایمان لانا ہی کہیے ترک نہ کرے۔ سلیہ سے کثرت ادب کا  
 ہے۔ اپنے آپ میں وہ تراکت بھی پہنچی تھی کہ ان کا محض اسم پاک لینے کے لئے وہ علمارت  
 درکار ہو جو اس بیت سے ہویدا ہی کہ ۱

ہزار بار بشویم دہن ز مشک گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال ہے ادنیٰ ست

غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبد پاک، سلیہ صمدیہ سلطنت اسم ہوا باطن کا آخری  
 صرافت کا وقت تھا کہ سوائے خفا درخفا کے اور کوئی کام ہی نہیں تھا.....

مگر چونکہ سلطنت و حکومت اسماء باری تعالیٰ بدلا کرتی ہے اس لئے اب معلوم ہوتا ہے کہ شاید  
 سلطنت ہوائی ہر کا دور پھر شروع ہو گیا ہے یا ہوئے والا ہے۔ تب تو موقوف تیار کرنا یا جاری  
 ہے۔ سرکار مولانا کا جواب باصواب بخیر ایک درویش و شوق مزاج سے منطبق ہوتا ہے  
 جن سے معارف باری تعالیٰ بیان کرنے کی فرمائش کی گئی تھی۔ تو انھوں نے باری مضمون لکھا  
 فرمایا تھا کہ میرا پیرا خدا بڑی شان والا ایسا نہیں ہے کہ میں اس کا ذکر برسرِ مجسمہ ایسے لوگوں  
 سے کروں۔ یہی بات ہے کہ کلمہ الناس علی قدر عقولہم کے سچے میں دھماکر حضرت سراج  
 کی استعداد کے موافق بہت فصیح جواب دیا گیا ہے واقعی سچ سے جو سچائی سرزد ہو اس میں  
 تشکیک موجب سلب ایمان ہے۔ فی الاصل ذکر کی مانعت ان معارف میں نہیں کی گئی ہے  
 بلکہ یہ عارفانہ نفس ذکر میں خشوع و خضوع اور حضور کی ہدایت ہی اور جو وقار ذکر پاک  
 حاطیہ سلیہ سرکار مولانا کے دل میں تھا اس کا یہ اظہار اور آداب ذکر تلباسے کا احسان  
 بصورت اسکا کیا گیا ہے۔ نہ ہے تجر علی حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

## آداب شیخی سرکار الہی یا مستغولی محفل سماع منجی سرکار مولانا ادا کرتے تھے

مولوی مصلح الحسن صاحب قبلہ راوی ہیں کہ سال وصال سرکار اسماعیلی سے ایک سال پیشتر میں حضور کے ہمراہ اپنے پہلے خیر آباد شریف بڑے حضرت کے عرس میں حاضر ہوا تھا میں نے بحکم خود دیکھا کہ سرکار الہی کی موجودگی محفل سماع کی حالت میں حضور محفل میں نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ شامیرانہ کی چوب پکڑ کر برابر کھڑے رہتے تھے جب تہذیب دینے کے واسطے حاضر ہوتے تھے تو سرکار اسماعیلی ایک ہاتھ سے روپیہ لیتے تھے اور دوسرے ہاتھ سے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیتے تھے اور حضور چند منٹ کے بیٹھنے کے بعد آہستہ آہستہ بیٹھ کر پھر اپنی اسی ہیئت پر آجھائے تھے۔ میں نے ہر محفل میں فریب قریب ہی کیفیت دیکھی ہے۔

فت۔ اگر ذرا بھی خواہش حضور کو حضرت شیخ کے حضور میں اظہار شیخی یا پیرزادگی کی ہوتی تو بعد بٹھال لینے کے پھر اٹھ کر وہی سابقہ ہیئت قائم نہ کر لیا کرتے بلکہ یہ ادب واقعیت رکھتا تھا اور اس کو خاص مناسبت سرکار اسماعیلی آپ سے برقرار رہتی۔

عاشقان راشد مدرس حسن دوست درس تدوین سبق شال وئے اوست

یہ ادب پڑھنے پڑھانے سے نہیں آتا ہے اس کو فطرتی لاج کہتے ہیں۔ اس ادب خالی آپ مودب ہی نہیں تھے بلکہ اس ادب کے آپ مالک و صاحب تھے۔ کیوں کہ آپ اس ادب کو ایک ذات پاک میں بجنہ منتقل کیا تھا جس کا مشاہدہ احقر مولف نے کیا ہے۔

## تفصیل ادا کی جو بالعموم خیر آباد شریف کا علمی اور حضورین کا سلام واپس کرنا

مولوی مصلح الحسن صاحب قبلہ راوی ہیں کہ زمانہ قیام خیر آباد شریف میں ایک روز ظہر کی نماز کے واسطے سرکار اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ شریف سے برآمد ہوئے اور مسجد کی جانب رخ فرمایا۔ ہمارے حضور مسجد کے دھن والے اخیر در میں بیٹھے ہوئے تھے۔

نگاہ پڑتے ہی کھڑے ہوئے۔ جب حضرت سرکارِ اہل بیت مسجد کی سیڑھیاں طے فرما کر زمین  
سجہ میں قدم شریف رکھا۔ ساتھ ہی ہمارے حضور نے اپنے مقام پر زمین کو چوم لیا تو میں نے  
دیکھ کر معجزہ کا رازِ اہل بیت بھی اپنے مقام پر زمین کو چوم لیا۔

ف۔ یعنی اندر مسجد میں باہم محکم سیڑھوں نے ایک دوسرے کی تعظیم کی لی تو بیرونِ مسجد  
تعظیم و تکریم کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔

تعظیم اللہ اللہ اس سنم کی جھکی پڑتی ہیں مہرا میں سدم کی  
۳۰ صفر المظفر یا یکم ربیع الاول ۱۲۷۵ھ

## پیروں کو اپنے گھر بلا نا کوئی دل لگی نہیں ہے

بسیار سفر باید تا نچہ شود حسامے

مولوی مصباح الحسن صاحب قبلہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میری جناب والدہ صاحبہ اور  
چھوٹی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے ہمارے حضور قبلہ عالم سے عرض کیا کہ حضرت قبلہ عالم شیخ الشیوخ  
عالم یعنی جناب حضرت خواجہ حافظ محمد اسلم صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں ملائے تاکہ  
ہم سب بھی زیارت سے مشرف ہو جاویں تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ حضرت کی تشریف آوری  
تو آسان ہے مگر تا وقتیکہ میں حضرت صاحب کے قیام کاہ کارست بھر طواف کرنے کے لئے  
نہا رہوں حضرت کو تکلیف دینے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

ف۔ یعنی حضرت شیخ کو اپنے گھر بلائے کی حالت میں حضرت شیخ کے چند روزہ قیام  
کی توقیر و تعظیم وقتی اور ہمیشہ کے لئے قریب قریب ناممکن ہے۔ بعد اس خلاصہ کے اور اس  
حالت خاص کے مستثنیٰ کرنے کی جو بعض اہل دنیا برکت حاصل کرنے کے لئے درویشوں اور  
پیرانِ عظام کو اپنے گھر بلائے ہیں یا نئے مکانوں کو محلِ ذکر سے انواستے ہیں یا اپنے  
نقرہ بول کو شرکتِ بزرگوں سے معزز کرتے ہیں یا اس کے زاید مصارف کو تحتِ اقتدار



تشریف آوری کا لین کر کے جواز مصارف کا یا طناً جواز حاصل کرتے ہیں۔ اس قدر مولف عرض کرتا ہے جو اس خاص معاملہ کا خود بخیر یہ کاری اور اسی میں گرفتار ہے کہ اگر ناواؤہ حافطیہ کے پیروں کو بسیفہ طلب صادق بلو اگر آداب جلسے قیام وغیرہ جیسا کہ سرکار مولانا نے فرمایا۔ نہ کئے جاویں گے تو بہت نقصان ہوگا۔ مجھے مولانا مصباح احسن صاحب سے سخت شکایت اس روایت کے نہ بتانے کی ہوتی اگر میرے جنون طلب رونق افروزی نان پارہ حضور قبلہ عام کے وقت مدوح صغیر السین نہ ہوتے جس کی وجہ خاص یہ ہے کہ حافطی پیران عظام سلیمان جاہ ہیں۔ ان کی پادشاہوں سے زیادہ ادب نہ ہوں گے تو خدائی مواخذہ سے مٹھ بھڑ ہو جائے گی۔ جس کی اصل یہ ہو کہ یہ لامکانی حضرات ہیں مکانوں میں ان کی سموائی نہیں ہوتی ہے۔ جب یہ حضرات کسی طالب صادق کے گھر جائیں گے تو صدق طلب طالب کی وجہ سے اپنی باطنی وسعت بھی ساتھ لے جائیں گے اور وہ اُس مکان میں نہ سماوے گی جہاں یہ ٹھیرائے جائیں گے پس وہ مکان عدم وسعت کی وجہ سے پھٹے گا ٹوٹے گا اور خراب ہوگا۔ اوقاف کی عمارتیں اور مزارات وقف ہونے کی وجہ سے ان کے متحمل رہتے ہیں کہ یہ بات ملکیت والی عمارتوں کو نہیں حاصل ہوتی ہے۔ آیہ پاک ان املوک اذا دخلوا قرية افسدوها اس کی شاہد ہے۔

واقعی اگر سرکار اسلمی پھچو نہ تشریف میں تشریف لاتے تو سرکار مولانا کو اپنے ماضی نیا گنا کے استعمال کو بدلتا پڑتا اور اس کی پوجا کرنا پڑتی۔ تو پھر حضور اور ان کے متعلقہ لوگوں اور بچوں اور عورتوں کا قیام کہاں ہوتا کہ یہ وقت آپ کو باوجود اس کے پیش آنی کہ آپ کی مسجد اور خانقاہ اور گھر بار سب وقف تھا۔ کیا یہ دیکھ نہیں لیا گیا کہ سرکار اسلمی نے بڑے حضرت کے مزار میں اپنے دفن کئے جانے کی صاف و صریح ممانعت فرمائی اور اس کی تعمیل ہوئی۔

جواب جو حضرات پھوپھی اماں اور پیرانی اماں صاحبہ رحمۃ اللہ علیہما کو دیا گیا وہ سچا تھا مگر انہیں کی سموائی اور استعداد کے موافق تھا عجیب نہیں ہے کہ پھوپھی صاحبہ نے جو ولیہ اور کمالہ

اور رابعہ تھیں اس تہاب پاک کے باطن الباطن کو بھی سمجھ لیا جو جس کا خفیف اشارہ اس  
میت میں ہی کہہ

بہت ایک سے جوتی جو دوست سے نہیں بنتی      بجتے کس دل میں رکھو گے اُسے کس دل میں رکھی ہو  
اور اگر کوئی اس آئندہ خفیف سے مافوق ہو تو اُس کے میں قربان۔

سلسلہ معارف میں یہ بڑا بے ڈھب مسالہ تھیں تو اُس کا قبل موجد کامل ہونے کے یہ نہ ہی  
کہ دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے۔

یا مکن باہلیا ناں دوستی      یا بن کن فنا نہ قدرت پائے پل  
۳۰۔ فرما کہ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

اسلمی قیام درسی مزرع شریف نے آبا کی قیادت میں پیر پادشہ شریف کو کیا شرف کی

مولوی مصباح حسن صاحب راوی ہیں کہ حضرت مولانا خدایا حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
پانی پتی جو مولوی خالی صاحب کے صاحبزادے اور حضور کے معظم احباب اولاد مریدوں میں تھے  
جنھوں نے قیامت تک کے لئے دروازہ آستانہ حضرت محبوب الہی پر بستر بچایا ہو وہ ایک  
مرتبہ جامع سبھی پھونڈ شریف میں بعد عصر سبغات عشر ٹھہرا کر ٹپچہ رہے تھے چنانچہ مدوح کو  
حضور قبلہ عالم نے اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ ورد کو ٹل کر نہیں پڑنا چاہئے بلکہ نیر آباد شریف  
کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرو اس کے بعد ورد پڑھا کرو۔

ف۔ باعتبار سمت کے آبادی پھونڈ شریف سے خیر آباد بالکل مخالف سمت کعبہ قبلہ  
سے۔ مگر اس مرید صادق سے ہمت سمجھ نہ چھپانے کا بڑا احسان کیا گیا۔ شعی  
مغرب سے اٹھ کے تم سوئے مشرق جو آ رہو      مردوں کو دفن پھرتے کبھی قبلہ رو کریں  
دین محمدی منہ

# مختصین کی حبیبیاری سے اندازہ عظمت و اہتمام و قارذات پاک یا عَمَلِ گار کیا جاسکتا ہے

مولوی مصباح الحسن صاحب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار مولانا کے کتب خانہ کی کتابوں کو دیکھ کر دیکھ کر جاری تھی اور خود تصور بھی نفس نہیں کتابوں کے سکھانے میں تھکتے تھے۔ کلیات مولانا جہاں رحمۃ اللہ علیہ نظر پڑی اُسے اُٹھ لیا، اور اپنے مقام پر پست بلیف لاکر ملا خط فرمانا شروع فرمایا اور حافظ محمد اسماعیل صاحب محمود آبادی کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ یہ غزل اس میں سے یاد کر لو کہ۔

اے غمتِ تنگم شادمانی یا وصل تو عینِ کامرانی ہا

غزل مدح میں ہے یاد کرنی کیوں کہ مرید و شاگرد ہی تھے۔ گواہوں نے بوجہ وصال حضورؐ بعدہ اپنی تکمیل مولانا وصی احمد صاحب پٹی بھٹی رحمۃ اللہ اور مولانا حمید رضا خاں صاحب بریل رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہے اور حضرت بریلوی سے خلافت بھی پائی ہے مگر ذوقِ سماع اُن کا پرانا سرکار مولانا کی صحبت والا ہے۔ غرض کہ خوش اچانی سے غزل سنائے میں جیب وہ، اس شعر پر پہنچے کہ

بقعہ خیر ماست گوشہ دیر لیس فی الکائنات ثانی ہا

تو ارشاد ہوا کہ اس شعر کو یوں پڑھا کر کہ

بقعہ خیر ماست خیر آباد لیس فی الکائنات ثانی ہا

کہ اس غزل کا دور مہینوں جاری رہا۔ بالخصوص تبدیل شدہ شعر کی تکرار کر رہے کہ ریکارڈوں میں کرائی جاتی تھی اور لطفِ حاصل کیا جاتا تھا۔

ف۔ یاد دہری تو نہیں ہوتی تھی مگر بالکلیا یہ بات کی کوئی انتہا بھی نہ تھی۔ خدا نخواستہ



یہ تہذیب و تہذیب میں کوئی اصلاح نہیں ہے بلکہ مصنف صاحب کے ذوق سے اپنا شوق  
 سنبھال کر، ہر غفلت مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے گوشہ دیر میں جا کر متبوں میں یار کی تہذیب کی لذت  
 لی اور اس کی شبیہ اثنیت کو دفع فرمایا اور سرکار مولانا نے جائے بود و باش یا جسم  
 بکے حضرت شیخ سے لذت لی، نہ اس کا اتنی معدوم بلایا اتن کو دوسرے مجاز کی حاجت  
 نہیں رہی اور اپنے آپ کو گوشہ دیر سے بے حاجت دکھلایا۔

ما عزیزاں را تماشائے حین درکار نیست و انغماسے سینہ را کم تر از گلزار نیست  
 یہی وجہ تھی کہ بعد وصال سرکار اسلمی کو آپ نے بلد سے بلد و سال فرمایا اور گوشہ  
 دیر عالم میں قیام نہیں فرمایا۔ اس سے تو کس نہ بھائے۔

حرفات اہلیہ کے آداب قریب کافی سے اندازہ ہیئت و حیرت  
 و عرب و شہنشاہی سرکار اہلیہ سکتا ہے علوم کا تا وہ بہت قابل اعتبار نہیں ہے  
 اگرچہ عوام اپنے مقام پر تھرایا ہی کرتے تھے کہ یہ رعیت و ادب بھی آثار  
 ولایت متفرقہ و صادقہ سے ہی

مولوی مصباح الحسن صاحب راوی ہیں کہ جس سال ہمراہ حضور کے پہلی پہل میں حاضر  
 و رہا گھر بار بقعہ خیر آباد شریف ہوا ہوں تو اسد عا سے حاضری پیش کرنے پر یہ شرط  
 لی گئی تھی کہ تجھے اس شرط پرے چلیں گے کہ جس وقت تک حاضری آستانہ شریف رہے نہ  
 ہمارا جو تانا اٹھانا نہ عظیم کو کھڑے ہوتا، نہ کوئی امتیازی فعل کرتا چنانچہ ہی عمل آرد مجبوراً اگر بنا پر  
 جب جب حاضری ہوتی ایسا ہی کیا گیا اور خود احقر مولف بہ تصدیق اس روایت کے راوی ہی کہ  
 مجھے جب جب بحیث حضور حضور کے طفیل میں حاضری کی نوبت آئی تو مجھے تا زمانہ قیام  
 دیار یا سرکار مولانا یا رخاہ معلوم ہوتی رہے اور پیری و مریدی چھوٹے رہے جب  
 اسٹیشن خیر آباد پر پہنچے تو رشتہ غلامی کے پیر یا عود کر آئی۔ بعض اوقات بزمانہ قیام

آستانہ بصیرت کے تکلفی بعض حرکات سے باکی بھی مجھ سے سرزد ہو جاتی تھیں۔ جن کا وقوع بیرون دیار مقدس ہرگز ممکن الوقوع نہیں تھا۔

فتا۔ یہ آداب آپ کی طبیعت ثنائیہ بن گئی تھی۔ تکلفی نہیں تھی۔ اشد اشد کیا شیخ فردو بجز دیکھنے میں آپ کی حاضری بجز دانہ لڑکے بالوں سے نکل کر ہوتی تھی کہ مولانا مصباح صاحب کو بھی بجا آوری آداب لہرانہ سے منع کر دیا جاتا تھا۔ زبے ساعت حاضری طالب صادق پیش مطلوب تصور و محبوب مرغوب۔ اگر ان معنوں کو خوف میں لے لیتے تو قیامت کی خمر کا دنیا ہی میں نمونہ ملتا ہے کہ یا پ بیٹے سے مستغنی ہو جاتا ہے اور کسی کو کسی کی شکر نہیں رہتی اہل یہ ہے کہ پر پرستی بڑی شکل چیز ہے۔

سرکارِ اسلمی کی بے مثل فنائی الشیخ ہونے کی دلیل۔ کہ بجا بیہی دلیل  
آپ کے فنائی رسول اللہ اور فنائی فی اللہ ہونے کی ہی اور یہی ہمہ تھا بجا باللہ  
کہ یہ سنو کہ ہی اس بیت مشنوی کا کہ

اول توئی خود را بچود را وے تو کو دو کو فاختہ شو سوے او  
مولوی مصباح احسن صاحب راوی ہیں کہ میں نے اپنے حضور سے سنا کہ کبھی سرکار  
اسلمی کسی شے کو اپنی طرف نسبت نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ جھاڑ و تاک کو فرماتے تھے کہ یہ  
(حضرت صاحب کی ہے)

فتا۔ استعمال اضافت پاس شریعت تھا ورنہ فی الاصل آپ کو کل کثرت اشیا تھی و تعدد  
اسماء ایک ہی مکتوف ہوتا تھا۔ جس مضاف الیہ کی سمواتی مخاطبین قبول کر سکتے تھے وہ  
اشارہ کیا جاتا تھا۔ اپنے آپ کو حضرت صاحب یا کسی اور لقب سے لوگوں کی کم سمجھی سے  
نہیں فرماتے تھے۔ مگر آپ کے حضرات خواص کے لئے صرف یہی تکلم کافی ہو جاتا تھا۔ چونکہ  
چونکہ یا کو دک سر و کار مفتا و ہم تہ بال کو دکال یا بد کشاد

اور ہر وقت اور ہر شے کی بابت ملک خلیفہ اللہ کا اظہار اس لئے خاص طور پر کیا جاتا تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح مالِ مجتہدہ کے بھرت خلیفہ اللہ لے جانے کی تکلیف نہ کرنا پڑے

جہاں دین پر پیش اوہند ملک الملک دوست ملک اور دہند

تعلق سرکارِ اسلامی قدر دانوں کو عالم سے بے تعلق کر دینے کے لئے کافی تھا۔ اور ارادتِ اسلامی مشائخین عالم کی ارادت مستغنی کر دیتی تھی اور نسبت آپ کی نسبت سب متوجہ غالب جاتی تھی گویا اپنے وقت میں نسبت فخری سلیمانی کی لاج تھے

مولوی مصباح الحسن صاحب راوی ہیں کہ ہمارے حضور نے ایک مرتبہ سرکارِ اسلامی کی قوتِ نسبتیہ و جاوید و ذورِ نظری کے متعلق ارشاد فرمایا کہ تم حضرت صاحب کی قوتوں اور نگرانی مریدوں اور نگہبانی علاموں کا حال اس سے جان سکتے ہو کہ میں مولانا سنی و حسین صاحب کے توسط سے گیارہ سال کی عمر میں مرید ہوا بعد خود مدوح دینی مولانا سنی و حسین صاحب قبلہؒ نے مجھے بغرض تعلیم مولانا فضل رسول صلب بدایونی اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کاہنگامہ رشد و ہدایت و تعلیم و علم شیخی پیری و مریدی بڑے زبردست پیمانہ پر جاری تھا لیکن باوجود کم عمری سوائے اخذِ تعلیم کسی دوسری نسبت کے حاصل کرنے کا مجھے وہم تک نہ پیدا ہوا۔

ف۔ اس موقع پر سرکارِ مولانا نے سیاحتِ عربستان وغیرہ کا ذکر نہیں فرمایا۔ کیونکہ وہ سفر آپ کا پوشیدہ اہم چھپ کر ہوا تھا تاکہ کوئی کم سے کم حاجی البحرین شریفین نہ سکے یا یہ خیال کہ دورِ احادیث آپ کا دیا عرب شریف میں۔ یا آپ نے مسجدِ پاک نبوی میں تراویح سنائی ہو



اور اسی کی ہرکت سے کرامت ختم قرآن ڈھائی گھنٹہ والی ہاتھ آئی ہی۔ یا آپ کی وہی سے سفارش  
سرکارِ اسلمی میں آئی ہے۔ اور حیب و یارِ عرب و عجم میں جو متبع اولیاء و مشائخین، کوئی مثلیت سرکارِ  
اسلمی آپ کو نظر نہیں آئی اور کسی پرہل نہیں بھیجے تو مہند و سانی مشغ زما نہ کیا آپ کو اپنی طرف  
راغب کر سکتے تھے۔ اصلیت یہ ہے کہ آپ خود حافظ تھے اس لئے اللہ آپ کا حافظ ہو گیا تھا  
یکم ربیع الاول ۱۲۵۵ھ

سرکارِ اسلمی کا اپنے اخوانِ لطیف کو اپنے آپ کو تحتِ نمدت میں لہجہ کر اپنے  
ما فوقیت کے مراتب سے آگاہ کرنا اور آئندہ کے لئے خبردار کر دینا  
ہر کر اسرارِ غیب آموختہ ہر ہا کر وند دہانش و دختہ

مولوی اختصار حسین صاحب تبصرہ سرکارِ مولانا بچوالہ روایت شیخ کا صاحب پچھونہ دی جو  
قلام خاص سرکارِ مولانا کے ہیں رویدے مولانا مصلح الحسن صاحب رومی ہیں کہ عرسِ خیر آباد  
شرف میں جناب مولانا سخاوت حسین صاحب قبلہ سہوائی اور حضور سرکارِ مولانا دونوں صاحبان  
حاضر تھے اتفاق سے کھانا جو آیا اس میں محض دایچہ تھا مگر اُس میں بوٹی وغیرہ نہ تھی اس شاہد  
کے بعد مولانا سخاوت حسین صاحب قبلہ نے فرمایا (حضرت کے ضعیف ہو جانے سے) یہ  
بے انتہا میاں ہیں کہ منتظمین اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ پیالہ میں بوٹی آئی یا نہیں۔ چنانچہ دوسرے  
وقت جو کھانا آیا تو اُس کی یہ شان تھی کہ دسترخوان میں بوٹیاں خود سرکارِ اسلمی کی لعل میں تھیں  
اور سالن میاں علیہ ستار قوال کے سر پر تھا جس میں ایک دگچی مٹھی بوٹیوں کی غلخہ رکھی تھی  
سرکارِ اسلمی نے خود دسترخوان بچھا کر کھانا نکال شروع فرمایا اور مولانا سخاوت حسین صاحب قبلہ  
کھانے پر مجبور ہوئے۔ کھانا شروع کیا گیا اور خود سرکارِ اسلمی نے بوٹیاں بین بین کر مولانا  
سخاوت حسین صاحب کے سامنے پیش کرنی شروع کیں اور یہ فرمانے لگے کہ میرے بوڑھے  
ہو جانے سے یہ بے انتہائی ہو گئی ہے کہ لوگ اس کا خیال نہیں کرتے کہ کس مہمان کو کیا

جدا رہے اور کسی پیالہ میں بوتیاں بھی نہ پائیں۔

ف۔ نہ اب ایسے پیر مہوں گے نہ ایسے اخلاق کے ساتھ اپنے پر بھائیوں کو اپنے مقام  
نہ نہ انتہا سے اس مجاہدیت کے ساتھ کوئی اطلاع دینے کی مصیبت گوارا کرے گا۔ مگر ہمارے  
دارمورناسے ضرور بالکل اس معاملہ سے ملحدہ رہ کر بڑی عظیم الشان عبرت حاصل کی ہوگی۔  
ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

## دربار سرکارِ سلیمین شہنوی شریف کا عملی درس

یعنی انتہائی اظہارِ انکسار و سکر و زبانیہ شیخی و کمال و سجادگی کی انجام دہی سوا بصورت  
نایت کمال یعنی عبدیت محضہ ممکن ہی نہیں ہے اور مہمانوں عرس شریف کی مہمان نوازی  
مہمانوں کی خدمت میں رہ کر مولانا سے اس خدمت کا پسند کیا جانا صرف ایک دفعہ  
مولوی مصباح الحسن صاحب راوی ہیں کہ ذرگاہ حافیہ بقعہ خیر آباد تعمیر کردہ سرکارِ سلیمین  
سے اس کی مسجد اور مزار شریف کے درمیان ایک عقیق تالی ہے بالعموم جس پر بیٹھ کر وضو کیا جاتا  
ہے۔ اور تمام مہمانان عرس شریف بوقت حاضری و مشغولی محافل سماع وغیرہ اُسی میں جھوسکتے  
اور ناک صاف کرتے اور آرائش ڈالتے ہیں۔ لہذا درحالیہ عرس شریف کا جمع ہزاروں کی تعداد  
کا ہوتا ہے گندگی تالی کا جو اندازہ ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے جس کو سرکار بہ نفس نفیس بعد تم  
عرس شریف ہر سال بلا شرکت غیرے اپنے پاک ہاتھوں سے خود دھوئے اور صاف کرتے  
تھے کہ اس دھوئے اور پاک کرنے کا مصداق مولانا کی یہ بیت ہے کہ

از حدث شستم خدا یا دوست را از حوادث تو بشو آں دوست را

یعنی الہی میں جن بندوں کے نجاسات ظاہری کو دھور ہا ہوں تو اُن کی قلبی اندرونی

نجاستوں کو دھو دے

اور بہت مخصوص کی وجہ سے اس کا ر خاص کے ہاتھ بٹانے کی جرأت بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں کہ فی الاصل کلیتہً نجاست سے پاک کرنا یا ظاہری عمل کو باطن کی جانتیہ متعلق اور معتقد ہی کرنا خاص پاکوں ہی کے لئے مخصوص ہے۔ یہ معاملہ بالکل اُس واقعہ متعلقہ شہنوی شریف سے منطبق ہوتا ہے جو ایک دفعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کافر ہمان ہوا تھا اور زیادہ کھانا کھا جانے کی وجہ سے اُس نے حجرہ شریف میں پائخانہ پھرا تھا۔ تو اُس کو خود حضور پر نور نے بلا شرکت غیر اپنے مبارک ہاتھوں سے دھویا تھا اور جوں جوں سرکارِ دوعالم دھوتے گئے تھے توں توں اُس کافر کا قلب صاف ہوتا گیا تھا۔ آخر کار اُس نے مدینہ طیبہ واپس ہو کر اس منظر کو چشم خود دیکھ کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ صرف فرقہ فقی قدر ہے کہ اُس معاملہ میں تخصیص تھی اور اس میں تعمیم تھی۔ اور وہ ہمان کافر تھا اور یہ مسلمانوں کے فضلہ جات تھے۔ چنانچہ زمانہ قرب وصال سرکارِ اہلبیت کے سالوں عرس شریف کے ایک سال سرکارِ مولانا نے اس خدمت کی انجام دہی کا شرف پایا اور تالی مذکور کو اپنے ہاتھوں سے دھویا صاف کیا۔ جس کو بعد معائنہ حضرت شیخ الشیوخ عالم حضرت قبلہ عالم جناب خواجہ شاہ حاکم محمد سلم رضی اللہ عنہ نے پسند فرما کر ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب نے بالکل ہماری طرح تالی صاف کی اور دھوئی ہے۔

ف۔ سرکارِ مولانا نے سالوں اس کا ر خاص کی انجام دہی کی آرزو کی ہوگی تب ایک دفعہ مدوح فائزہ الامام ہوئے کیونکہ سرکارِ مولانا نے فرشتا معلوم کر لیا ہوگا کہ جس خانوادہ میں قرب الہی برہمنوں بندگان الہی کے غلیظ اٹھانے سے یا خدمت کرنے سے عطا ہوا ہے وہاں سے کامیابی انہیں برتاؤوں سے ممکن ہے اور عجیب نہیں ہے کہ اس منظر سرکارِ اہلبیت کو ہر سال دیکھ دیکھ کر حضرت مولانا چپے چپے یہ وظیفہ اُس کی دریافت کے لئے پڑھتے رہے ہوں

ما بشو کم این حدث را تو بمسل  
کار دست ست این نمطے کار دل  
ما برائے خدمت تو سید نسیم  
چون تو خدمت می کنی پس ما چہ ایم



غور اور فکر کرنے سے معلوم ہوا کہ بے شک وہیں ثنوی شریف مولانا روم رضی اللہ  
عندہ بار سیدہانی اور سرکارِ نافعی میں بے مثل ہوتا تھا۔ مگر درسِ عمل یا ثنوی سرکارِ سلیمہ  
ہی پر تم ہوا جس سے لوگ کم آگاہ تھے۔ جن لوگوں کا ذہن تھوگ انسانِ کامل کے ہاتھوں  
کا کیا ان کی نجاسات باطنیہ دھوئے میں حق تعالیٰ انسانِ کامل کے طہر فعل کی لہجہ  
نہ مادے کا۔ ضرور فرماوے گا۔ پس اس کو کہاں نوازی کہنہ پائے۔ اگرچہ درگاہوں  
میں ایسی نجاستوں اور فضیلت جات کا ڈالنا برا ہے۔ مگر اس سے برے فعل کا کیا بادل کیا  
جانتا تھا اور مہانوں کو گھر بیٹھے ان کی صفائی قلب کا فیض دیا جاتا تھا۔ گو وہ گاہیں بعد اعراس  
دھوئی و رصاف کی بانی ہیں مگر میں صاحبِ سجادہ کو خاص یا شرکتِ غیرے یہ کام انجام  
دیتے اگر دیکھا گیا ہو تو تبت یا جاوے۔

نہایت مختصر جامع محامد سرکارِ سلیمہ کا مولانا نے اپنے روزنامہ میں  
اُس وقت تحریر فرمائے جب اپنے معاملات کو تحریر یا تقریر میں لاسکتے تھے  
کیونکہ بعد روزنامہ نویسی مدوح نے فراوی تھی جس کی نقل مندرجہ ذیل عظیم مولوی مصباح الحسن  
صاحبِ سجادہ سے

جس کو اس وقت ۴۵-۴۶ سال ہوئے ہیں اور اس وقت وہ حالِ کمرِ سلیمہ ۴۷ سال

ہوئے تھے  
۴۷ سالہ یومِ چہار شنبہ

امروز کہ یومِ معلوم و ماہِ مذکور کہ سنہ موصوف است۔ داروغہ پرست  
ترجمہ۔ آج کہ یومِ معلوم یعنی (چہار شنبہ) اور ماہِ مذکور یعنی (ذوالحجہ) اور سنہ موصوف یعنی ۱۲۹۱ھ  
فیض طلب خاں آئے و از فقیر ملاقات کردہ داروغہ موصوف در سلسلہ چہار شنبہ  
ہی۔ پرست کے داروغہ فیض طلب خاں آئے اور فقیر سے ملاقی ہوئے داروغہ صاحبِ موصوف

سیدانہ معیت از حضرت صاحب زادہ خواجہ اللہ بخش صاحب آبسوی  
 سلسلہ ہندوستانیہ میں حضرت صاحب زادے خواجہ اللہ بخش صاحب آبسوی ہمیشہ رکھے اللہ  
 دامت برکاتہم نمودہ۔ فقیر ہم دریر سلسلہ متبرکہ از حضرت مولانا  
 برکت علی صاحب زادے ہرگز سے یہاں فقیر بھی اسی سلسلہ باریکات میں سفر  
 قلم میں کسم خیر آبادی متبع اللہ افسلین بطول بقا سہ ارادت می دار  
 مراد بمانہ کسم صاحب ہند خیر آبادی نامہ دے اور غنی رنگ طویل بقا سے سدا بنی گواہی  
 حضرت ایشاں دریں زمانہ آیت من آیات اللہ ہستہ چنانچہ مجاہدہ در  
 ارادت رکھتے ہیں آپ اس زمانہ میں آیتہ ہیں آیات الہی سے اور ایسی مجاہدہ و ربانیت آپ سے فری  
 فرمودہ کہ در اولیات مسبقین مسوم شدہ است لاکن انشاء در مجاہدہ اس قدر  
 جب جب کہ ادینت سابقین کی بابت گناہ ہے۔ میں مجاہدہ کو اس قدر چھپ کر فرماتے ہیں کہ چھپ کر  
 می فرمایند کہ بندگان حضرت شیخ متحیر اند عمر مبارک حضرت ایشاں قریب نصرت  
 آپ کی شفیق کے متحیر ہیں۔ عمر مبارک حضرت کی قریب ساٹھ سال کے ہے۔ نکات نہیں  
 سال است نکاح نہ نمودن شاید کہ سنت حضرت محبوب الہی۔ رحمۃ اللہ علیہ  
 کیا ہے۔ نہایت کہ سنت حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے  
 اختیار فرمودہ۔ اگرچہ فقیر نہیں ندارد غالباً یہ سی و دو سال رسیدہ سنت  
 اختیار فرمائی ہے۔ اگرچہ میں زیدہ و نبی عمر نہیں رکھتا ہوں یعنی خدا ۲۲ سال  
 لاکر بہت سیار کردہ مگر چنانچہ شیخ در نظر نہ آمدہ و نہیں درخش در بکے  
 پہنچے ہے۔ مگر میں نے بہت بیت کی بوسنام یہاں شیخ میں نے نہیں دیکھا اور انہوں نے درخش کسی اور میں  
 ندیدہ حضرت ایشاں جامع شریعت و طریقت اند فقیر توصیف خدام  
 بانی عمی۔ آپ شریعت اور طریقت دونوں کے جامع ہیں۔ فقیر سے آپ کی بارگاہ کے علاوہ  
 بارگاہ حضرت ایشاں نمی تو ال کردہ۔ صرف ہمیں قدر می گو بہ کہ  
 کی تعریف ۱۰۰ نہیں ہو سکتی ہے۔ صرف اس قدر کہتے ہوں کہ اس صدی میں کہ شمس ہی حضرت خدا کی نشانی ہیں









اور سرکارِ حاضری تھا بعینہ وہی اور ویسی ہی نسبت مخصوصہ باہن سرکارِ اسلمی و سرکارِ اسلمی  
 نسبت ہی بود، نہت خواجہ احمد شیش صاحب کی طرف اشارہ ہی در آن کی عمر اپدی کے لئے  
 در آن کی نوعیت کی نسبت و نام پر کہ نہت الہیہ کو نسبت نہیں ہی۔ نہت عمر اپدی  
 کو نہت الہیہ جو کہ نہت مولانا کے بعد تھوڑے کر کے اسلمی کا تہذیبیہ ہونے کی مانگی تھی  
 اس لئے کہ یہ قولہ یہ ہے کہ سرکارِ مولانا و سرکارِ اسلمی یہ تہذیبیت پائی کی اس کے  
 دیوہست سرکاروں کا تہذیبیہ تہذیبیہ اور مولانا کے تہذیبیہ تہذیبیہ کی بھرت  
 باقی رہی۔

نہت۔ یہ سرکارِ مولانا کے نام شہاب کے زمانہ کی تحریر ہی اس سے سرکارِ اسلمی سے  
 سب سے شیشی کا اظہار ہی اور وسط درجہ کے تعلقات باہن سرکارِ اسلمیہ سرکارِ مولانا معلوم  
 ہونے میں۔ اس سے اندازہ انتہائی تعلقات کا بھی کیا جاسکتا ہی تو بالآخر فیوضات باطنی  
 کی وجہ سے مافوق التحریر یہ تقریر ہو گئی ہوگی۔ کیونکہ فیوضات باطنی نے لئے یہ ان الفاظ  
 ہمیشہ تنگ مانا گیا ہی جس کی تائید حضرت مولانا دوم فرماتے ہیں۔

لفظ در معنی ہمیشہ نارسانا زہن پیہ گفت قد کل الناس

تاہم آئندہ ان کی ضبط تحریر میں لاسنے کی کوشش کی جاوے گی اور یہاں تاک وہ  
 مقید بافتاب ہو سکیں گے کچھ باہن گے مگر اس میں یہ ملحوظ خاطر رکھ ضروری ہی کہ سرکارِ  
 اسلمی نہایت انفا شعار تھے۔

کھراں۔ آئندہ سن تیات لشد کے یہ معارف بھی ہیں کہ اسم لشد صورتاً اشارہ کے لئے  
 سے اور سننی اس کی ذات بہت ہے ملاحظہ برقی شکل سرکارِ اسلمی کو شکل لفظ لشد کے  
 بنایا گیا ہے اور باہن پاک کو حضرت مسیح میں ظاہر کیا گیا ہی اور اسی سے سرکارِ اسلمی کو قطب الوقت  
 بھی جبلا یا گیا ہے مگر واہ سے انفا

گفت الفی ہوا لشد شیخ دیں بحر معنی ہاست رب العالمین



کرمولنا کا قریب دو ماہ صفر ۱۳۲۰ء میں بایک مرتبہ  
 شریف اور فیوضہ صاحبہ سے نہال ہوا جس وقت شریف لوہاہ کی  
 کے پاس رہ گئے تھے۔

حاضر بنی عشر و عشر

یہ سب باتیں یہاں مذکور ہیں کہ بعد از شریف کے درجہ شریف  
 بہت ناظر صاحب قمر بنی اللہ تعالیٰ سے تھے۔ شریف صاحب نے شریف صاحب کو  
 بعد ختم عرس شریف اہانت واپس نہیں دیا۔ شریف صاحب نے خود  
 جانت ہوئی تھی کہ شریف صاحب کو شریف صاحب سے  
 لے جانے والے تھے جس کا ذکر میں نے پہلے کیا ہے۔ شریف صاحب نے  
 ہو کر شریف آباد شریف ہوئے۔ وہاں شریف صاحب نے شریف صاحب سے  
 ہوئے بعد فراغت وقت شریف۔ شریف کو کہہ دیا کہ شریف صاحب سے  
 کچھ کلمات میں بیان مقدس حضرت امام علی سے لے کر شریف صاحب کی  
 نے کہاں اتنی طاقت حرف بکھرتی ہے بلکہ شریف صاحب کی تالیف میں  
 کہ وہ خطایات مخصوص ہیں۔

کلمات طلیات سرکارِ اہل بیت سرکارِ مولانا

مصدر ۱۰ صفر الطفر ۱۳۲۰ء

۱۔ مولوی صاحب کا کوئی وقت بیکار نہیں جاتا۔ (۲) مولوی صاحب کی خوبی  
 بیان میں نہیں آسکتی۔ (۳) مولوی صاحب اسی ہیں (۴) مولوی صاحب آپ کے رہنے

ہر قدر آپ میں غنیمت جانتے ہیں۔

یہ دوا شستہ ترشتہ سرکہ مولانا تحت کلمات طیبات ممدوحہ یا لامورخہ و انصرہ

اندر لکھا ہے۔ یہ دوا شستہ ترشتہ سرکہ مولانا تحت کلمات طیبات ممدوحہ یا لامورخہ و انصرہ

تحت۔ ترشتہ اور سرکہ۔ دوا شستہ ترشتہ سرکہ مولانا تحت کلمات طیبات ممدوحہ یا لامورخہ و انصرہ

دوا شستہ ترشتہ سرکہ مولانا تحت کلمات طیبات ممدوحہ یا لامورخہ و انصرہ

سے۔ دوا شستہ ترشتہ سرکہ مولانا تحت کلمات طیبات ممدوحہ یا لامورخہ و انصرہ

صوفیہ کے کرام کے نزدیک اس نام میں صرف وقت ہی قیمتی ہے اور اس کا بیکا یہی ہے

نہ صرف کرے والے صوفی ہے۔ اسی کی مراد ملت حاصل ہوئے کسے پاس انفس و دوتوف

تبعی کی سیہ فی درویشوں میں پوری دھوم دھماکا ہے۔ ہوشیاری سرکار مولانا کو سرکار

اسلم باہن مذہب دین تحت رابطہ ہے۔ تاشوں کے حال جان لینے میں تصرف و رکاری

اور یہ خود اپنا آپ سے اہلار ہے۔ ہوشیاری یا محویت دائمی کی نصیحت کی تائید کے حوالہ کے

تحت حدیث طیبہ یہی کہ

انفس لا تکتفی الی نسی فی طرفۃ عین و اقل من خلاص

نفس۔ نہ دین کے پیشہ زدن یا اس سے ہم ہر گز نہ گئے ہی اپنے آپ سے سب قدر چھوڑ

عزت عیادت کا اٹھ۔ دوا سرکہ مولانا کو صاحب باطن بندہ ہر کیوں کہ نہ ان کا دل

کے کچھ بولوں جان عام میں نہیں دیتا۔ بقاء میں نہ کوئی اب کرتا ہی تو وہ فانی ہی کیوں کہ

ساحب باطن ہی کی صفات جو یہ تعلق یا حقیقت یہ سب کچھ ہیں اس لئے کہ میدان انفس

ظہار باطن کے لئے تنگ نہ گئی۔ ورنہ ہر سبب صفات اور غلبہ یا ان کا کلمہ میں کئی ہیں

اور یہ فقرہ غائب کا دل اور غنیمت شیخ کی نہایت پسندی پر بھی دل سے اذیت

سے کہ غایت پسندی حضرت شیخ کی غایت نہایتی ہے پس سرکار مولانا کی خلافت سرکار۔ اس کو

کہ شبہ ہو رہا ہے۔

جن ذات ستارہ سے اشد شیعہ کوئی سب مردوں پر مرید راسخ مرتبہ حق یقین  
 یقین رہا ہے وہی حالت طلب کی وہ لوٹ آتی ہیں کہوں کہ شیخ کی ذات یا کائنات  
 ہے۔ لہذا سرکار مولانا نے مرتبہ یقین ہاں اشد اشد آیتیں آیت اشد انسان کا ہاں رہا  
 تھی کو یقین کیا وہ تقریباً دو اکڑتے ہیں اہل رخصت کیا وہ اس کو احتیاطاً اسٹروٹ  
 میں سر رہی قرہ دیا جس کی آل ۳۵۰ ۳۴ پر دینے کتاب ہر لی لی اف کو وہ وہ حق  
 سرکار مولانا کی طرف سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے  
 باقی تھی وہ سب سب کے بعد رہا پہلی کی ذرا فحش ہے یہاں سے اس کی جو یہ  
 اور یگانگیت اور کیا ہے اس کی ذرا فحش ہے یہاں سے اس کی جو یہ  
 میں بنجانب سرکار شیخ اہل رخصت نہیں کیا گیا کیوں کہ انہوں نے خود ہی بنا رہا ہے اشد  
 عجزیت فرماتے ہیں جو وہ بنا سن کے بیات میں نہ آسکتا ہے یہ کیا گیا۔ اس فصاحت  
 بدعت کے قربان۔ یہ معاملات اس کو بھی ثابت کر رہے ہیں کہ مرید مرتبہ حق یقین اپنے پر  
 کو ولی یقین کر لے تو بے شک وہ وہی ہو جاتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ مرید جس مرتبہ پر پہنچے وہاں  
 ہوتا ہے تو وہ اسی مرتبہ پر پہنچے اپنے شیخ کوئی یقین کرتا ہے تب اس مرتبہ کا صاحب ہوتا ہے  
 کہ اس صاحب سے تنقیص رسالت کرتے وہی قوم بڑے گھائے میں ہی خدا ان کو ہدایت کرے  
 تیسرا فقرہ یہ ہے کہ مولوی صاحب الیقین ہی یقین لا یقون میں لائق اس کے مختصر عارف یہ سمجھ میں  
 آتے ہیں ہر طبقہ کی یہ وقت کا بدلا گیا ہے یہ خاص ہے کہ طبقہ مشائخ غلام صرف فیوض  
 باطنی سلام کی اشاعت کا ذمہ دار ہے۔ لہذا اس گروہ کے حضرات شیخان اپنے متوسلین  
 مریدین میں سے اسی کو لائق کہیں گے جس کو فیض باطنی پہنچا کر اس سے امداد کا اللہ  
 دراجرا سلسلہ کی کارروائی کو تیز و ملاخط نہ لیں گے یا اس سے اشد یہی فیض رہائی کی  
 قوی امید کریں گے لہذا یہ فقرہ خود ولایت کرتا ہے کہ سرکار اسلمیہ نے ایسے لوگ اپنے  
 متعلقین میں انتخاب فرمائے تھے یہی حضرات بنانا یا نلیفہ کھاتے ہیں اس لئے یہ فقرہ



ذکورہ سرکار مولانا کو حضرات متجنہ میں افضل دکھلا رہا ہے اور دو چار کا انتخاب سرکار فروری ۱۹۰۲ء  
اسلیہ کی جانب سے ضروری بھی تھا کیوں کہ نہ آپ عریض میں ایسے مستحکم ہوئے تھے کہ اپنی  
شرعیات آپ سے چھٹ جاتا اور نہ آپ کی شریعت اور طریقت کی تکمیل خدا نخواستہ ناقص  
تھی اور نہ آپ محض شرعی راہ نجات والے شیخ تھے پھر آپ سے شیخ سادہ کیوں نہ ہوتی۔  
در حالیکہ سرکار افسانہ کے کہی خلیفہ و بجا رہتے تھے اور سرکار پہلہ ہند کی خود فراموشی کسی تمت دہی  
اوستہ ورا اس لئے مریدان سرکار مولانا کہی کسی دعوے راجع خلافت اسلیہ کو باطل نہ کہیں گے  
مگر یہ ضرور ہے کہ وہ کسی مجاہد یا خلیفہ سرکار اسلمی کو سرکار مولانا پر ترجیح نہ دیں گے کیوں کہ اگر  
فقہ مقدس کو جو انسان کامل و اکمل کی زیات مقدس سے صادر ہو ہی جس کی شان یہ ہے کہ  
گفتہ اوگفتہ اللہ بود گھر چہ از مخلوق عبد اللہ بود

اور پھیلاؤ دیا جاوے تو اس موجود زمانہ میں جب یہ کلام پاک صادر ہوا تھا یہ  
یقین کیا جاسکتا تھا کہ تمام ہندوستان میں جس کی سرکار اسلیہ قطب تھی بعد سرکار اسلیہ کی شیخی کے  
سرکار مولانا کی شیخی تھی۔ اور سرکار مولانا سے افضل کوئی شیخ اس وقت کم سے کم ہندوستان  
میں نہ تھا۔ سرکار مولانا نے اپنے حضرت شیخ یعنی سرکار اسلیہ کو شیخان عرب و عجم پر یقین کامل  
ترجیح دی اور اس کا عمل بھی کیا اور اس کو اپنی روتناچہ میں خود لکھا یا ان سے لکھوایا گیا بعد  
وہی تفوق و افضلیت راستی کی وجہ سے سرکار مولانا کی طرف لوٹ پڑی اور اپنے حضرت شیخ کو  
بے مثل یقین کر کے خود بے مثل ہو گئی اور سرکار مولانا کی یقین کی ہوئی اپنے شیخ کی افضلیت میں  
بوجہ اس کے کہ وہ تکمیل مولانا کے اظہار سے پہلے کی ہے کچھ کلام ہو سکتا تھا مگر سرکار مولانا کی افضلیت  
تو قطعی ہو گئی کیوں کہ وہ حضرت انسان کامل و اکمل کی زبان فیض ترجمان سے بعین کمال صادر  
ہوتی ہے۔ اور بحینہ ہی الفاظ سرکار مولانا کی قائم مقامی حضرت شیخ کی بھی دلیل ہیں۔

احقر توفیق کی بے تابانہ رباعی

چارہ بے چارگان عبد الصمد جانِ بجان و جانِ جان عبد الصمد

از حق نے اعلیٰ و ہسم محمد تم علی افتخار انیس ویاں عبد الصمد

۵ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ

فقرو چارہ یعنی مولوی ساسا آپ کے سب کو جس قدر آپ ہیں غنیمت یا ست ہیں کی تفسیر  
 یہ ہے کہ سرکارِ اقطیہؒ اپنے قیام و مقام سرکارِ اسلامیہ اقصیٰ و مسیح و اختلف کو اپنے پاس ہی  
 عیشہ رکھتے مگر وہ سرکارِ اقصیہ کو اپنے جانشین کو مشیتِ اسی کی موافقت کی وجہ سے عیشہ  
 رکھتے ہیں اس کا فتنہ ان فقرات سے پتہ سے اسی بحالی مذمت حضرت شیخ کی دیر سے جو مولانا کی  
 صورتی سے جانی سے قال ہوتی تھی سرکارِ مولانا کے زمانہ قیام کو غنیمت کہ اگلی ہی اور خیریت  
 نہ انی وصال شریف سرکارِ اقصیہؒ ہی ان فقرات میں پھری ہوئی ہی ورنہ مولانا بار بار حاضر ہی  
 دے سکتے تھے۔ بلکہ خیر آباد ہی اس جہاں جاسکتے تھے۔ مگر اس جہاں قتل کو گوارا کرنے سے کیا  
 ن مدہ تھا اور حالیکہ سرکارِ مولانا کو بھی بعد وصال اعلیٰ تھوڑے ہی دن اس عالم میں ٹھہرا تھا  
 ہی رہے سرزمینِ بھچھونا۔ ضلع اٹاوہ جہاں مولانا آسودہ ہیں اس کا دل کیوں توڑا جاتا۔  
 اور اگر یہ سب سے مقام رہا کس مولانا یہ عالم قرار دیا جہاں سے کیونکہ خیر آباد کا نام داخل کلمات  
 نہیں ہی تو اس کے غنیمت جاننے میں دیکھتے ہیں اور یہ کہ جب تک مولانا میں گئے چون کہ  
 وہ فیض یاب کی گئی ہیں اس لئے لوگوں کو فیض پہنچے گا کہ وہ فیوضات بکثرت عافیہ اعلیہ  
 ہوں گے۔ دوسرے اسی غنیمت جاننے کے الفاظ سرکارِ مولانا کا جلد سے جلد خود  
 انتقال و وصال فرمایا، بھی کلمات ہیں جس کی تصدیق راہِ داری منجانب حق تعالیٰ خبر دیدی گئی  
 آہ غنیمت جاننے والے کی تفسیر بھی پوشیدہ ہی۔ اس کی بساطت بڑی حیرت ناک ہی۔ نہ ہے  
 شان کلمات طیبات انسان کامل۔ یہ شک ان حضرات کی زبان مقدس کے ذریعہ سے  
 حق تکمیل ہوتا ہے۔

اب رہی نجات سرکارِ مولانا اس میں ریح نجات گری۔ اور اس کے ساتھ انشاء اللہ لانے میں بھی ضمت گری

۶ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ

آں را کہ پداوند پداوند پداوند  
واں را کہ نداوند نداوند نداوند

## عطا کے نسبت خسرو یہ وغیرہ

مولوی صاحب اسلمی اوی ہیں کہ خطابات مذکورہ سابق کے عہد کے بعد۔  
بہسارہ حاضری صغیر مظفر شاہ <sup>۱۳۲۰</sup> دوسرا کرم سرکار اسلمی جو اس کے دوسرے روز سرکار مولانا  
پر ہوا وہ یہ ہے کہ حضور بھی مسجد میں تھے اور سرکار اسلمی بھی رونق افروز مسجد تھے۔ ایک  
صاحب نے یہ بیت پڑھی کہ

خدا رکھے سلاست جن کو اُن کو موت کی آئے تڑپتے لٹتے ہم کو چہ قال میں رہتے ہیں  
سرکار اسلمی کو ان مصرعوں پر ذوق ہوا اور پڑھنے والے صاحب پہلے گئے تو مولانا  
کی طرف انعطاف تو یہ ہوا اور ارشاد ہوا کہ مولوی صاحب کیا شعر تھا تو سرکار مولانا نے اپنی  
تمام معلومات علم موسیقی کو ہم پہنچا کر عین مسجد میں تمنا بیت خوش بگنی سے اُن مصرعوں کو گانا بگنو  
کر دیا اور سرکار اسلمی کی کیف میں ترقی شروع ہوئی۔ دیر تک یہ سلسلہ قیام رہا۔ اُس کے بعد  
سرکار مولانا کو مندرجہ ذیل ارشادات سے نوازا گیا سرفراز کیا گیا۔ انعام دیا گیا کہ وہ کلمات  
طبیات یہ ہیں۔

## کلمات طبیب کا اسلمی بہ خاطر سرکار مولانا۔ محققانہ تقلید

کتاب میں جو یہ حکایت لکھی ہے وہ بے بیغہ منقولات ہے۔ یہ ایک لوح دل کے حروف دوسری لوح دل  
پر چھاپا دینے کی بات ہے

مولوی صاحب ایک بار حضرت تونسہ شریف میں حاضر تھے۔ غریب نواز نے ارشاد

۱۔ یعنی پڑے حافظ صاحب قبلہ ۲۔ یعنی سرکار سلیمانی



ذیابہ شہر ہوئی کچھ گھر کا و۔ حضرت سے عرض کیا :-

میں نے یہاں کی باتوں پر اگر نو دھن کا پکا ہی بہشت اک بانغ ہی و دنیہ بھی اک شرعی دھڑکا  
نہ نہ ہوں پر حضرت غریب نواز کو کیفیت ہوا ۔

فت ۱۰ حق تعالیٰ کے نزدیک اس موقع خاص اور ان کلمات طلیات کا واقعی تبصرہ واقع  
سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ سرکار مولانا کو منجانب بندگان سرکار ذوی الاقتدار  
نہایت خاص خسروی میں شہید کر کے کل نسبتوں کی عطا کا اہلکار دیا گیا ۔ واہ کیا اچھا اور مبارک  
مغربانہ مظہر شہید تھا کہ توشہ شریف خیر آباد شریف پھوپھو ند شریف سہسوان  
سکونایک میں بدو کیا ۔ بقول مولانا روم دینی اللہ سند کہ

شمس الحق تبریزی از بسا کدر آمیزی تبریز خیر اسماں شد تا باد چنیں باوا

سبحان اللہ یہ خود حضرت سرکار مولانا سے سرکار اسلمی کو گانا سنا کر اچھا مختتم نتیجہ حاصل کیا  
ہے واقعی سماع سے بہت کشور ہوتا ہے اور اگر واقعی ایسا نہیں ہے تو کیسا  
دویش بلا وجہ خود بھی گایا کرتی ہیں اور عین مجلس سماع میں اپنی خود داری بشری کے خلاف  
قہاروں کے ساتھ گاتے لگتے ہیں جس میں بہت سرسری نفع زبان کو خود لوگ ریاکار سمجھتے جاتے  
ہیں ان کے اعمال صالحہ کی صلاحیت درویشوں کی طرف منتقل ہوا کرتی ہے ۔

بعد الشیخ آباد شریف کار ملانہ کی غایت اساتذہ کرام کی روح

چوتھوں کو بوقت وصال خوش کرنے کے لیے سب سے پہلے شہادت پائی گئی تھی

مولوی مصباح اعظم صاحب راوی ہیں کہ خیر آباد شریف سے سفر کی سفری کے بعد  
سب واپسی ہوئی تو تازہ ماہ وصال شریف یعنی ۹ ماہ تک حضور کا وہ دھماکا وہاں سے اوقات گزرتے  
کے ذریعہ قریب ہمہ وقت جاری رہا کہ نوافل میں حافظ محمد اسماعیل صاحب کو مقصد ہی بنا کر مسلسل کلام مجید  
سے یہ سب صاحب قہر کا خطاب عظیم تہہ یہاں ہے ۔

پڑھا جاتا تھا۔ اور جب رات کا زیادہ وقت گزر جاتا تھا اور حافظ اسماعیل صاحب نیند ست  
 نہ زیادہ پریشان ہونے لگتے تھے تو حضور اندر تشریف لے جا کر نوافل میں قرآن خوانی خلافت  
 معمول فرماتے تھے اور پنجوقتہ نماز کی سنتوں میں بھی اسی طرح طویل قرات ہوتی تھی جس سے  
 محسوس ہوتا تھا کہ حق و حقیقت کلام مجید کے علاوہ غلو جاری ہیں اور اسی طرح فرائض میں  
 علاوہ مسلسل قرات ہوتی تھی اور یہ دور شبانہ روزتہ پر اب جاری رہتا تھا حتیٰ کہ کتب بینی وغیرہ  
 بھی ترک کر دی گئی تھی معزز احباب سرکار مولانا اس دور خلافت معمول کی گندہ دریافت کر  
 میں تحریر تھے مگر اخفاء و شکاری ہا یہ تھی کہ بالتفصیل نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کیوں ہو رہا ہے تاہم غا  
 مشغولی متصور کو بہت معظم بتلا رہی تھی۔ عدم اظہار کا تصرف جاری تھا کہ معاملہ دفعہ تنفیہ سے علانیہ  
 میں نہ آئے۔ تحریک استفسار میں جواب کو یہی تصرف مانع تھا۔ مگر یہ سال شریف اسلامیہ اسی دور  
 کی متصل قریب قریب مل کر واقع ہوا۔ سرکار مولانا کی اس میں حاضری ہوئی کچھ کچھ یقین ہو کہ یہ  
 محض تحفہ سازی تھی اور بعد واپسی خیر آباد شریف اس دور خاص کے بالکل منہ ہو جانے سے بالکل  
 یقین دلا دیا کہ یہ سرکار اسلامیہ میں بوقت آخر پیش کرنے کے لئے تحائف رخصتی تیار کئے جا رہے تھے۔  
 ف۔ تحائف علانیہ اور تحائف خفیہ میں بڑا فرق ہے اور بالخصوص اخفاء و شکاریہ کا رد  
 کے لئے تحفہ سازی اور اس کی چپکے سے چھپا کر پیشی بہت ضروری اور قابل قدر ہے۔

## اہل بیت کے لئے اوقات خاص اور خلوت میں استعانت سماع

جناب مولوی مصباح الحسن صاحب رادی ہیں کہ مدوح سے میاں عبد الغفار صاحب قوال  
 نے بیان کیا کہ سرکار اسلامیہ کے پندرہ ماہ آخر عرصہ دو تین سال تک یہ عادت تشریف رہی کہ عبد الغفار سے  
 بعد نماز تہجد یہ رباعی بخوشدستی بطور سماع بلا امترا میر سماعت فرمایا کرتے تھے۔ رباعی

بار دگر پیر ما حسنہ قہ بہ تبار داد      نقد نو د سالہ را بر د بختار داد  
 کو زہ زئے پر مکر د راہ قلندر گرفت      قیمت یک جرعمے جیتہ ہو دستار داد

ف۔ یہاں سرکار اسمیہ کا اصول تمام قلندری کی ضرورت پر جو سب سے آخری درجہ  
سارک ہے جس میں جمیع فیودست آزادی ہوتی ہے۔ اس مرتبہ میں اگر کچھ وجود تقیدات  
ہیں ان کو کما جاوے تو وہ شخص کتمان کے لئے ہوگا۔ زیادہ صراحت و تفصیل بوجہ تنکی میدان  
قال ناممکن ہے

### لطیفہ

سہون بندہ در دور مغنم کے وقت حضرت قبیلہ و جہانی کی عمر شریف بھی نوے سال  
ست متجوزہ ہو چکی تھی۔ (میں کہوں گا سنے وہ یا نہ سنے)

## ماہ ربیع الاول ہفتات میں سال کے بعدفاتِ اسلمی کے تسطیر واقعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(مناقب)

مولانا محمد ہادی علی خان صاحب سیتا پورہ خشتی قادری نظامی فخری سلیمانی حافظی  
واسلمی مدظلہ العالی راوی ہیں کہ آخر سال جب ماہ ذیقعدہ شروع ہوا آپ اٹھنے سے بھی مہذو  
ہو گئے تھے اور باتیں ایسی فرماتے تھے جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اب وقت وصال کا قریب  
آگیا ہے۔ چنانچہ یہ بھی ذیقعدہ ہی کا معاملہ ہے کہ آپ نے اپنی بھتیجی سے فرمایا کہ حضرت صاحب  
قبیلہ فرماتے ہیں کہ اب چلے آؤ اُنھوں نے عرض کیا کہ چامیاں ابھی تو ہم آپ کو نہ چھوڑیں گے  
آپ نے فرمایا دیکھو سامنے آپ بیٹھے ہیں اور بلا رہے ہیں اُنھوں نے عرض کیا کہ آپ کو بھی  
درگاہ شریف میں رکھیں۔ فرمایا تیس سے ادبی ہے۔ یہ چمن جو کنوئیں کے برابر ہے وہاں رکھ دینا



احمد سعید خاں صاحب مرحوم عرس میں حاضر ہوئے اور خانقاہ کے حجرہ میں آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد کیا اب وقت جمع ہونے کا آگیا۔ خاں صاحب مرحوم وہاں سے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ اس وقت میں خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا وقت اجتماع کا قریب آیا اس سے مجھ کو تردد ہوا۔ میں نے خاں صاحب سے کہا کہ اس مہینہ میں آپ ایسی باتیں فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی مہینہ میں آپ کا وصال ہوگا۔ یہاں تک کہ سولہ تاریخ ذیقعدہ کی آئی۔ شب کو پہلی محفل کا انتظام ہوا۔ میاں سید محمد سعید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تم حضرت کو لاؤ تو آسکتے ہیں۔ بغیر ان کے محفل خالی رہے گی۔ کچھ لطف نہ ہوگا میں حاضر ہوا۔

آپ عشاء پڑھ چکے تھے میں نے عرض کیا آج سترہویں شب ہی حضرت کے عرس کی محفل ہوگی آپ تشریف لے چلیں۔ فرمایا کہ بہت اچھی شب ہے ہم ضرور جییں گے۔ اور اُٹھنے کا قصد کیا۔ تین چار مرتبہ ہاتھ ٹیک کر زور کیا۔ مگر کھڑے نہ ہو سکے آخر میں اتنا اُٹھے کہ قریب پنک تھا اُس پر بیٹھ گئے۔ میں نے عرض کیا حضرت آپ سے چلانے جاوے گا۔ وزیر جو آپ کی خدمت کرتا ہے یہ آپ کو اٹھا کر محفل میں پہونچا دے گا فرمایا ہاں یہ ضرور مجھ کو پہونچا دے گا۔ چنانچہ میں نے وزیر سے کہا کہ گود میں اٹھا کر محفل میں پہونچاؤ وہ گود میں اٹھا کر محفل میں لے آیا اور ٹھادیا میں نے وزیر سے کہا کہ میں کھڑے رہنا شاید آپ کو سستی معلوم ہو تو فوراً اٹھائے چلنا اور میں آپ کے قریب ہی بیٹھ گیا سنا ہونے لگا

فوڑی دیر اپنے سے شاہچرخہ سب فرمایا کہ استغنیٰ کی ضرورت ہی میں اٹھ کھڑا ہوا اور وزیر  
 سے کہا کہ گونہ میں اٹھنا وہ آپ کو پھر آپ کے مقام پر لے گیا۔ اُس نے آپ سے کہا  
 کہ اس چرخہ کو پھر پھل میں بنیاد دینا۔ میں نے جب آپ استغنیٰ کی چوکی پر گئے تب وزیر سے  
 کہا کہ یہ پھل کا ذکر بھی نہ کرنا۔ بعد فراغت پتنگ پر لٹا دینا چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اتنی حرکت  
 کرنے سے آپ کو یہ تکلیف ہوئی کہ پھل رات کو کھجور کو بلا بھیجا۔ میں حاضر ہوا فرمایا کہ آنت اُتر آئی ہے  
 میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ سولہ تاریخ سے ذیقعد کی آپ نے چائے تک بھی نہیں پی۔  
 سولہ تاریخ قریب دوپہر کھانا سب کو تقسیم کر کے میں ایک بیانی میں پھوڑا سا شوربہ اور  
 اس میں ذریعہ روٹی مل کر آپ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا کہ حضرت سب کو کھانا تقسیم ہو گیا  
 میں شوق نہ رہا ہوں است آپ بھی پی لیں فرمایا رات کو پلا دینا اس وقت نہیں میں نے  
 عرض کیا حضرت رات کو کچھ کھانے پیئے نہیں اس وقت پی لیں۔ پیاد میرے ہاتھ سے لے لیا۔  
 کچھ پیایا نہیں بعد اس کے پیالہ کچھ کو عنایت کیا کہ تو پی لے۔ ستر حویں تاریخ میں خالی شوربا لگیا  
 اور عرض کیا آپ پی لیں۔ فرمایا تمہیں پیو خود کچھ نہیں پیا۔ ستر حویں گزر گئی۔ شام دین تاریخ  
 عرس کے دن کچھ نہیں کھایا یا پلا آپ سے ہے۔ ایک حالت سے بائیں طرف پتنگ پر  
 بٹا لکیر رکھا تھا اُس پر آپ کے دونوں پر تھے اور خود داہنی طرف ایک حالت سے کروٹ  
 لیٹے تھے۔ اگر کوئی ہاتھ یا پیر یا سنے کا ارادہ کرتا تھا تو آپ فوراً روک دیتے تھے۔ بدن  
 چھوئے نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ یہی حال آپ کا ۱۹ تاریخ بھی رہا۔ رات کو آپ نے وزیر سے  
 فرمایا کہ عرس ہو گیا۔ سب کام عرس کے ہو گئے۔ اُس نے عرض کیا ہاں سب کام ہو گئے یہ  
 سن لیا فوراً آپ کو نئی راگیا بنجار میں آپ بالکل بے ہوش ہو جاتے تھے۔ چنانچہ یہ ہی ہوا۔  
 یہاں تک کہ میں تاریخ تمام دن سی حالت میں رہے۔ میں نے مولوی محمد حسین صاحب  
 الہ آبادی کو وہ بھی عرس میں آئے تھے اور وہ حکیم بھی تھے اُن کو بلا کر دکھایا انھوں نے فیض  
 بھی دیر تک دیکھی اور میں عرق کاؤزیاں اور بید مشک ملا ہوا چوپے سے آپ کو پلا رہا تھا انھوں

نے فرمایا کہ آپ انارٹی اس میں شریک کر لیجئے۔۔۔ وہ ایک بوٹلی میں بیدار نہ باندھ کر اس  
 میں ڈال دو، اور اس کا استعمال کرو۔ چنانچہ جب وہ باہر نکلے تو فرمایا کہ نبض نہایت  
 نیچے ہے۔ مگر ان حضرات کی نبض کا اعتبار نہیں۔ بہ آخر تک صبح چلے گی مگر حالت نازک ہے  
 یہ کہہ کر اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔ اس شب میں آپ میلاد شریف کرتے تھے حسب معمول  
 لوگ بھی جمع ہوئے تھے۔ میں نے حضرت مولود محمد حسین صاحب کو اطلاع دی کہ یہاں  
 سے بہت نہیں سکتا آپ اگر میلاد شریف پڑھ دیں انھوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ جب سے  
 میں حضرت کو دیکھ کر آیا ہوں میرا قلب مضطرب ہے میں کیا پڑھوں میں نے پھر ان سے عرض کر دیا  
 یہ محفل آپ ہی کی مقرر کی ہوئی ہے یہ ضرور مونا چاہئے آپ ضرور تکلیف کریں اور کچھ فرما دیں چنانچہ  
 وہ شریف لائے بھی میں اور میلاد شریف پڑھ دیا۔ بعد فراغت حجرہ میں آپ کے دیکھنے کو آئے  
 اس وقت بخارا ترک کیا تھا انھوں نے نبض دیکھی اور کہا اب تو بخارا نہیں ہے اور ارادہ کیا چلنے  
 کا اس وقت آپ نے مجھ سے کلام کیا اور یہ فرمایا کہ میاں مولوی صاحب تشریف لائے گئے  
 تمہارے پاں بھی اُن کو نہ کھلایا۔ مولوی صاحب نے اس وقت فرمایا کہ یہ آپ کے اخلاق ہیں  
 کہ خود اس حالت میں ہیں اور آئے والوں کا یہ خیال ہے۔ میں نے عرض کیا مولوی صاحب سے  
 کہ آپ کو ذیہ کی بہت تمکایت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک بوتل بیج دو ایک دوا بنا کر بھیر دو  
 جو دافعہ قہض ہے۔ چنانچہ انھوں نے دوا بھیری۔ وہ آپ کو پلا دی گئی اس سے اجابت  
 ہو گئی اور ہوش و حواس صوب درست رہے۔ رات بھر میں حاضر رہا اور بہت ضروری  
 باتیں پوچھا رہا میاں سید خادم حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں سخت علیل تھے۔  
 عرصہ سے معلوم ایسا ہوتا تھا کہ شاید مرنے میں ہی سبقت کریں۔ مگر مرضی الہی وہ بھی اس دن  
 خاتما شریف میں چار پانی پر لیٹے رہے۔ اور مجھ سے فرمایا کہ میرے واسطے بھی تم پوچھ لو  
 چنانچہ میں نے شب میں آپ سے عرض کیا کہ حضرت خادم میاں صاحب آپ کے برادر زاد  
 ہیں۔ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے شرعی وارث بھی ہیں۔ فرمایا ہاں۔



میں نے عرض کیا جو کچھ آپ کا مقصد ہے وہ پلٹ کر ستم ہے۔ فرمایا ہاں۔ نے اس ستم میں  
 میں نے عرض کیا کہ آپ کے بچے جو دشمنی کے بھی وہی ستم میں فرمایا ہاں میں نے عرض کیا جو دشمنی سے سلسلہ  
 بدی نہیں ہوتا۔ فرمایا ہاں تو یہ کہہ لیں تاکہ سلسلہ تمام ہے چہرے میں نے عرض کیا کہ بہت لوگ سلسلہ میں داخل ہونے کی  
 تیار ہیں۔ فرمایا جو داخل سلسلہ ہونا چاہیں ان سے تو یہ کر لی جائے چنانچہ صحیح ہو گئی اس وقت آپ کچھ  
 حرکت نہ کر سکتے تھے۔ صحیح کو یہ بہت بُرا ہوا۔ نہ کہ شریف آدمیوں سے جھگڑا ہوئی تھی۔ اندر  
 حجر میں بالکل اندھیرا تھا۔ اس وجہ سے تمام دن حیرت مند رہا۔ لوگ آتے جاتے رہتے رہتے  
 کہ دوپہر کا وقت قریب آیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ آج کو تو دن میں نے عرض کیا کہ  
 آج جمعہ ہے۔ فرمایا وقت کیا ہے۔ عرض کیا دوپہر قریب ہے۔ فرمایا مجھ کو جمعہ پڑھاؤ دیکھو وہ  
 آپ حرکت نہ کر سکتے تھے میں نے لوگوں سے کہا کہ آپ کوئی یہاں جمعہ پڑھاؤ کہہ کرے اور خود  
 اٹھ کر باہر نکلے۔ یا اور لوگوں سے کہا کہ آپ میں جا کر غسل کر کے تیار ہوتا ہوں۔ سب اُس  
 جمعہ کی تیاری رکھیں نہ والے آفتاب ہی پر میں جمعہ پڑھوں گا اور یہی کیا کہ اولیٰ وقت کا جمعہ  
 پڑھی۔ یہ باتیں خدمت میں نہ ہوئے۔ اس وقت سے آپ نے کلام گزرا بھی جیسوڑ دیا تھا  
 فقط سانس چل رہی تھی اور اللہ ہو کی آواز سانس لینے سے پیدا ہوئی تھی وہ ایسا وقت آیا تھا  
 کہ جو حاضر ہو جاتا تھا وہ بے اختیار رو دیتا تھا۔ یہاں تک کہ کہ لڑکے بھی جواتے تھے وہ بھی روئے  
 لگتے تھے۔ یہ امر خیر آباد میں مشہور ہوا۔ بہت سے لوگ جو آپ کے خدائے شہر میں تھے وہ  
 یہ سن کر آئے ان کو بھی اثر اس کا ہوا اور بہت کثرت سے لوگ داخل سلسلہ ہونا چاہتے تھے  
 آپ کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے ان سے تو یہ کرنا جانی تھی۔ بہت سی عورتیں بھی بیعت کے واسطے آکر  
 ہونیں آپ کے۔ سب مبارک میں کپڑا دیر پا جاتا تھا۔ وہی کپڑا عورتیں پکڑ لیتی تھیں اور  
 تو یہ کر لیتی تھیں یہاں تک کہ شام کا وقت آ گیا۔ میں آپ کے سر ہانے بیٹھا تھا میں نے لوگوں  
 سے پوچھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ شام ہو گئی ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں مغرب کی اذان ہو گئی ہے گھر اگر  
 اٹھا مسجد میں گیا۔ تو مولوی عبدالصمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز مغرب پڑھا رہے تھے

تمام حج سجد لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایک رکعت ہو چکی تھی میں نماز میں شامل ہو گیا۔ مولوی عبد القدوس جب بعد عرس حضرت شیخ الاسلام کو قتل کی رات کو اسٹیشن پر گئے۔ سب لوگ ساتھ ساتھ گئے اور ان سے کہا میرا پر نہیں اٹھا سوار ہونے کو۔ پھر تیرا باد پٹا آتے تھے۔ یہ کہہ کر آپ کا کہ ان کو دولت شراکت حاصل ہو گئی۔ ان عرض میں مغرب کی فرائض و سنت پڑھ کر فوراً حجرہ شریف میں حاضر ہوا اور سر ہانے آپ کے بیٹھ گیا۔ اس وقت بھی ایک آدمی نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر توبہ کی جب اس نے ہاتھ اٹھایا آپ نے زور سے داندھ دیا کہا اور احوال کے ساتھ آپ واصل بحق ہو گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جو لوگ بیعت کو حاضر تھے وہ افسوس کر رہے تھے کہ اب کیا کریں۔ میں نے کہا جو تھوڑے ہو چکا اور رضائی آپ کو اڑھادی اور باہر نکل آیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ آج حضرت شیخ الاسلام نے اپنی قوت ظاہر کر دی کہ ہم نے اسی کو عید دی تھی جو آفتاب تھا مگر عمر بھر حجاب میں چھپا رہا۔ آخر قوت وہ حجاب اٹھ گیا اور ظہر ہو گیا کہ یہ آفتاب عالم تاب تھا۔ لوگوں کو نظر نہ آتا تھا۔ مگر جو لوگ اہل نظر تھے وہ آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے۔

الغرض بعد وصال شریف کے گھر سے مسوراتوں نے کہا بھیا کہ حضرت کو مکان میں بھیج دو۔ حضرت شیخ الاسلام بھی رات کو مکان میں رہے تھے تاکہ یہ آخر خدمت آپ کی ہم لوگ کر لیں۔ میں نے یہ کہا کہ ہم کو اندر پہنچانے میں کچھ عذر نہیں ہے۔ جیسا طریقہ عورتوں کا ہے کہ بے صبری کرتی ہیں روتی ہیں یہ باتیں نہ کی جائیں۔ سب نے اقرار کیا کہ کوئی امر خلاف شرع نہ کیا جاوے گا۔ چنانچہ آپ کا پانگ شریف اٹھا کر گھر میں پہنچا دیا۔ تمام رات گھر میں رہے۔ صبح کو ارادہ غسل دینے کا ہوا مگر اس خیال سے کہ ریل لکھنؤ سے دوپہر کو آتی ہے اور تار فرنگی محل میں بھی دیدیا گیا ہے۔ فرنگی محل سے بھی لوگ آجاویں اور سروری وغیرہ سے بھی لوگ آجاویں۔ سب شریک ہو جاویں اسی خیال سے دیر کی گئی اور نویکے دن کے ٹھکانیکا قصد ہو گیا (اور وہی انجام بھی پایا)

یعنی ڈیرے بس جہاں حضرت شیخ الاسلام کو غسل دیا گیا تھا وہیں محد کھودی اور اسی تخت پر جو وہیں بچھا رہتا تھا آپ کو لٹا دیا اور رشتہ مبارک جو اوڑھے ہوئے تھے اوپر سے اتار دی۔  
 میرے نے دیکھا کہ آپ کے ہونٹ ہل رہے ہیں جس طرح پیستے میں ہلتے تھے اور اتنی حرکت ہونٹوں  
 میں تھی کہ آپ کی ریش مبارک بھی ہل رہی تھی۔ مولوی عبد القہر صاحب سرہانے آپ کے کھڑے  
 سے میں نے اُن سے اشارہ کیا وہ قریب آپ کے جھلک گئے اور منہ اٹھا کر مجھ سے اشارہ  
 کیا کہ ہاں خنیش ہو رہی ہے۔ میاں خادم حسین صاحب اگر یہ طیل تھے آپ میری دہنی طرف بیٹھے  
 تھے آپ نے بھی لب مبارک کی خنیش دیکھی اور مجھ سے فرمایا ہاں میں نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا کہ  
 اشارہ کیا کہ کچھ کہئے نہیں انہوں نے سکوت کیا۔ حضرت رقی شد عنہ نے بھی اس کے بعد سکوت  
 کر لیا۔ یہ فعل آپ نے ہم لوگوں کے اطمینان قلب دیدینے کو کیا تھا کہ ہم لوگوں کی طرح نہیں  
 ہیں۔ و نعمی حضرات اولیاء اللہ شہداء سے بنی مرتبہ میں بڑھے ہوئے ہیں اور اُن سے قوی تر  
 حیات کے ساتھ موجود ہیں۔ الغرض غسل دیا گیا بعد غسل جو پانی آنکھوں میں رہ گیا تھا وہ میں نے  
 ہونٹوں سے چوس لیا پھر تو جو لوگ وہاں موجود تھے سب نے جبیم مبارک کا پانی چوس لیا  
 اُسی پلنگ پر جس پر حضرت شیخ الاسلام کو اٹھایا تھا وہ پلنگ بھی وہیں رکھا رہتا تھا اُسی  
 پر آپ کو بھی کفن پتیا یا منہ کھلا رکھا اور زمانے مکان کی ڈپور بھی پرے آئے۔ عورتوں کو  
 خواہش ہوئی کہ آخر زیارت کر لیں۔ ہم سب باہر نکل آئے پردہ ہو گیا۔ عورتوں نے  
 زیارت کر لی اور اندر چلی گئیں۔ دروازہ کھلوا یا گیا۔ حاضرین نے بھی زیارت کر لی بعدہ  
 کفن سے منہ ڈھانک دیا گیا اور مدینہ طیبہ کی پوشش جو حضرت شیخ الاسلام کے مراد پر عرس  
 میں ڈالی جاتی ہے وہ آپ پر ڈال دی گئی۔ درجنہ تیار کر کے باہر نکالا۔ شاہ علی حسین صاحب  
 چھو بہ شریف کے پرزادہ بھی عرس میں آئے تھے وہ بھی کھڑے ہوئے تھے اُنھوں نے  
 ذالین سے فرمایا کہ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی یہ غزل پڑھو کہ

سر و سید ابی بکر امی روی      سخت بے رحمی کہ بے مامی روی



لے تماشگاہِ عالم روئے تو تو کجی بہر تماشای روی

دیدہ سعدی دول ہمراہ تست تمانہ پسنداری کہ تماشای روی

گھر کے قیادوں نے بلامرأیہ اس غزل کو شروع کیا اُس وقت ایسی حالت لوگوں پر طاری تھی کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ درگاہ کے پھاٹک کے باہر لوگوں کی یہ حالت تھی کہ گرنے لگے۔ قوال بھی روتے تھے اور بیہوش ہو رہے تھے۔ گرے پڑتے تھے میں نے رداک دیا کہ جل نہیں سکتے ہیں۔ لوگ بڑے مخدوم صاحب قبیلہ کے مزار تک کیسے جائیں۔ بدقت جنازہ مبارک بڑے مخدوم صاحب قبیلہ کے مزار تک پہنچا۔ اور وہاں سے نکل کر حضرت چوہدری مخدوم صاحب قبیلہ کے آستانہ کی جانب چلے اُس وقت ریل لکھنؤ کے آگے تھی حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب موحیدہ غفرات قرنگی محل کے آکر شریک ہو گئے۔ اور بہت لوگ ریل سے اتر کر شریک ہوئے۔ جنازہ شریف کو حضرت چوہدری مخدوم صاحب کے آستانہ کے مکان پر لائے۔ حضرت خادم میاں صاحب قبلہ مرحوم چلنے سے معذور تھے وہ پھاٹک میں بیٹھے رہے۔ پھاٹک کے اندر شریک ہوئے۔ مزار شریف کے صحن میں نماز پڑھی گئی۔ بعد نماز قبر شریف تیار تھی۔ وہاں آپ کو لے آئے مولانا عبدالوہاب صاحب خود قبر میں اترے آپ کو قبر شریف میں اتارا۔ بعض لوگوں نے خواہش کی کہ آپ کا منہ کھولا جائے ہم بھی زیارت کریں مولوی عبدالوہاب صاحب نے فرمایا کہ لب کفن میں منہ چھپا دینے کے پھر کھولنے کا حکم نہیں ہے یوں ہی زیارت کر لو۔ جب مٹی دیدی گئی اُس کے بعد جو لوگ حاضر تھے آپ کی تعریف کر کے لگے مولوی محمد بن صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس وقت فرمایا نسبت قلب کی نواسۃ ہی جانتا ہے۔ میں نے بہت سے درویشوں کو دیکھا ہے ان کی نشست و برخاست یا کلام بوسے درویشی ظاہر ہوتی ہے۔ تمام عمر میں میں نے آپ ہی کو دیکھا کہ کسی طرح اظہار و درشا نہ ہوتا تھا اور حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب نے فرمایا دنیا اچھے لوگوں سے خالی ہو گئی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوض برکات سے اس امت

میں اسچھے ہوتے ہیں گے مگر ہم کو جن سے تعلق تھا انھوں نے پرہیز کر لیا۔ یہ ہم کو بانیہ ملا  
 سب ارباب بن لوگ اپنے تھے وہ آپ کے مرتبہ شناس تھے۔ چنانچہ ایک حافظ صاحب بریلی  
 کے بہتے دئے قاری بھی تھے اور تارک بھی تھے وہ بھی حیات میں آپ سے مل گئے تھے اور  
 نے نہایت میں مجھ کو کارڈ لکھا۔ اُس میں یہ جملہ مختصر لکھا کہ افسوس ایسا نہ اسے تعالیٰ کے ارادہ  
 پہ پانچواں دنیا سے پردہ گر گیا۔ آپ اکثر یہ حوالہ فرمادیتے کہ اس برس و کیوں نہ بساں اس کا  
 حال آپ کے وصال کے دن ظاہر ہو گیا۔ وصال کے دن خود شہر میں پیدا ہوئی کہ جو لوگ  
 خیر، دے آپ کے خلاف تھے وہ بھی افسوس کرتے تھے کہ یہ حال سب سے ہم پر ظاہر نہ ہوا  
 دن نہ بیعت کر لیتے۔ مزار مبارک پر کثرت سے لوگ زیارت کو مانتے ہوئے تھے چنانچہ بعد  
 وصال کے بیت جلد مزار مبارک کی بھی تعمیر ہو گئی اور اُس میں فقط آپ کے مریدین ہی کا روضہ  
 تھا۔ اور کسی کا ایک جہناک نہیں لگا۔ احمد سعید شاہ صاحب رئیس دادوں نے ایک ہزار روپے  
 دیا یہ بھی آپ کے مرید تھے اور مجھ سے فرمایا کہ ہمارے بھائی وغیرہ سب رئیس ہیں  
 کاموں کے واسطے ہم سے بھی روپیہ لیتے ہیں۔ ہم بھی اس کی تعمیر کے واسطے بن سکتے ہیں  
 لیں گے مگر میں دادوں گیا تو فاق صاحب مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ زندگی میں آپ لسی  
 سے کچھ نہ لیتے تھے۔ آپ کے مزار شریف میں بھی مریدوں ہی کا روپیہ لگنا چاہئے۔ اس خیال  
 سے میں نے چندہ نہیں کیا۔

بانیہ حاجی غلام محمد شاہ صاحب تعلقہ دار تعلقہ اسلامی چشتی نظامی فخری سلیمانی قنلی

آپ نے ظلم الہی راوی ہیں اور فرماتے ہیں کہ یکم ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ سے حضور اپنے  
 رحلت کے مختلف طریقہ سے اطلاع فرماتے رہے۔ بجز اس کے ایک دن حضور گھر میں شریف  
 رہتے تھے۔ ایک بڑے حضرت صاحب قبلہ کے مزار شریف کی طرف اشارہ فرما کر فرماتے  
 تھے کہ آپ بلاستے ہیں ہم جائیں گے مستورات جو اُس وقت حضور کی خدمت میں حاضر

تین عرض کرنے لگیں کہ آپ یہ کیا فرماتی ہیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم نہیں دیکھتے ہو ہم دیکھتے ہیں مزار شریف سے بڑے حضرت صاحب قبلہ جہانک کر فرما رہے ہیں کہ اب چلے آؤ۔

## حاجی میاں صاحب قبلہ کی دوسری دست

۱۸ ذیقعدہ ۱۳۲۷ء کی صبح کو میں نبی حاضر خیر آباد شریف ہوا اور میرے والد صاحب پہلے سے حضور کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور کو دودھ سخت تھا اور انہماک سے زیادہ کلیفت تھی جو نیکہ رسال کے متعلق مفصل حالات مولوی ہادی علی خاں صاحب کی زبانی لکھے جا چکے ہیں اس واسطے زیادہ وضاحت کی اب ضرورت نہیں ہی واقعہ چوپیری آنکھ کے سامنے گزرا ہے اور ممکن ہے کہ اس کا علم مولوی ہادی علی خاں صاحب کو نہ ہو اس لئے اُس کا لکھنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

یعنی ۱۸ ذیقعدہ کو ظہر کے بعد سلسلہ عالیہ حلقہ میں داخل ہونے کے واسطے بہت زیادہ تعداد میں لوگ آ رہے تھے اور حضور کی حالت استغراقی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ سرشت اوقات نماز پر حضور کو اس قدر ہوش ضرور آجاتا تھا کہ تہا زاد فرما لیتے تھے۔ مولوی ہادی علی خاں صاحب نے میرے والد کے ساتھ آکر میرے سامنے عرض کیا کہ سلسلہ میں داخل ہونے کے واسطے بہت آدمی حاضر ہوئے ہیں۔ خادم میاں صاحب کو اجازت دیدیجئے کہ وہ سلسلہ میں داخل کر لیں اور بڑے حضرت صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیں۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا کہ ہم کہہ دیجئے مگر باہمی اختلاف رہتا ہو جائیں گے۔ پھر غور سے دیر خاموش رہ کر فرمایا کہ ہادی علی خاں تمہیں حضرت صاحب قبلہ کے ہاتھ میں ہاتھ کیوں نہیں پکڑوا دیتے۔

اور پھر خاموش ہو گئے۔ ۱۹ تاریخ ماہ ذیقعدہ کی صبح کو حضور کو سخت دودھ شروع ہوا۔ اور میرے والد حضور کی چار پائی کے سر ہانے کا پایہ پکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور میں والد صاحب کے قریب تر کھڑا ہوا تھا اُس وقت حضور نے آنکھ کھول کر فرمایا کہ اے میرے خاں پھر ارشاد ہو



کہ یہ روح اس قالب میں رہ کر بہت عرصہ تک جو کچھ کرنا چاہتے تھا کرتی رہی اور یہ روح  
غریب، اس قالب سے جدا ہوئے والی ہے، پھر اس روح کو اس قالب سے کچھ تعلق باقی  
نہیں رہتا گا۔ اور یہ روح قیامت تک تم لوگوں کی ہیودی کے واسطے سرگرداں رہے گی  
یہ نمائے رخ کہ مطلع صبح صفاست این  
آئینہ جمال مناسے خداست این

محررہ اضعف عباد اللہ الاحقر العبادہ بن محمد فراغت یافتہ الملہ

سابقہ نچر گاہ شریف پرنسپل ساکنان پادہ نقیمہ حال ہرنچ کما بڑی ہاٹ

(داود)

چشم مست یار من کار خدا کی می کند  
گر شد گشتہ بنیاد و ضلالت می کنی  
کعبہ مقصود محراب خیم ایروے تو  
گاہ رب کہہ گا ہے صورت خوب بنم  
گاہ دریا زار کنعاں رفته یعقوب وار  
گاہ خواجه سنجر کی گاہ ہے سلیمان گشتہ  
در لباس ماہ رویاں مصطفائی می کند  
گر تبکل مرتضیٰ مشکل کشائی می کند  
بر در پاک تو عالم جیہ سانی می کند  
ہر دم از شکل و گریہ سلوہ نمائی می کند  
کہ ہلاک دل بری سلوہ نمائی می کند  
عاقلم گرفتہ غمے حاجت دانی می کند

تبریز حالات وصال دیگر حضرت کے واقعات کے متعلق قبل و قال احقر ملت

کی معلومات سابقہ و حال کا حال مودیکہ اقوال

حضرات اولیاء کا پہلے سے اپنے وصال کے وقت کا خبر کرنا

آستانہ پر تو شروع ماہ ذیقعدہ شریف ۱۳۴۷ھ سے آثار وصال نمایاں ہوئے مگر چھپو نہ  
ضلع اٹارہ کی جامع مسجد میں نو ماہ قبل سے ہمراہ جانے والے تحفہ کی شمع سازی خفیہ عمل میں ہی تھی

معلوم ہوتا ہے کہ سرکارِ مولانا کو ایک سال قبل سات سجدوں والی رشتہ داری سے قطعاً منقطع ہو گیا تھا۔ یا معلوم کر دیتے گئے تھے۔

بوالعجب کا یہ حافظِ اسلم عقل عاجز و گم شدہ دست و دم

آدابِ صادق باشیخِ حاذق یا خلیفہ یا حضرتِ متخلف کا تشریح نمونہ

اس ادبِ سرکارِ اسلمی کے قربان کہ آپ نے اپنے آپ کو مزارِ شریفِ سرکارِ حافظیہ میں دفن کرنے کی ممانعت فرمائی تاکہ بعد اتمقال بھی قیامت تک آدابِ اسلمیہ و حافظیہ کا منظر قائم رہے۔ آپ تھے متاخرین میں بے شک مگر عادات و اطوار بالکل سیوقین متقدمین کے رکھتے تھے۔

بہرحال حضرت ابو الحسن سرقانی رحمہ اللہ نے بھی اپنے آخری وقت میں ایسا ہی نمونہ بنایا ہے کہ پیغمبرِ شریف میں گری کھولنے کی وصیت فرمائی و گویا نے وہ پوچھی تو فرمایا کہ بسٹم کی سزائے جہاں آپ کے حضرت شیخ مولانا بایزید بسطامی مدقون ہیں خرقات کی سہرا میں سے تمیں گز نشیب میں واقع ہے۔ یہ بسیار ادب حضرت شیخ کی ہدایت ہی جس کی ہر صوفی و متصوف کو حاجت ہی

لئے نصوف ہمہ ادب باشد خیر ہے ادبِ حطب باشد

اندرونِ قی کو اس لئے ادب کی ضرورت ہے کہ وہ جس میں فانی ہوتا ہے بالکل وہی ہو جاتا ہے جہاں وہ وہی ہونا ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اظہارِ تفرقہ سے رو نہا ہوتا ہے۔ ترقی کم سے کم بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے پیشگاہِ بندگان حضرت مولانا روم سے یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ

اے میرا اور بے نہایت درگت ہر چہ بے نہایت ہی رسی بے نہایت

مگر ان آداب کو یاد دلائے ادبِ مصنوعی سے کوئی مائلت نہیں ہے۔ گو وہ مجبور وہی کیوں نہ ہو۔

دین محمد علی عنہ

نکر، زن زشس دان چس خون ہو چوں کہ آید در تیار او چوں شود

محافل سراس پر این عظام کی اہل غارت و ران کی شرکت کا اعلان فضیلت و برتری کیلئے

نہری بڑا شت فلت اور خرمقام عبدیت محضہ کے دکھانے کی حکمت

۱۶ ذیقعدہ ۱۲۳۵ھ کی فتح افتتاحی جس شریف سماع میں شرکت کے لئے جوہر کار اسلمی کا  
بت بے نہ صفت ثابت جوابت اور آپ میاں وزیر صاحب کی گود میں آسے گئے ہیں وہ اس  
اہل نہ صفت نہیں بلکہ وہ بیعت تھی جو نہ صفت کے پیرایہ میں لائی گئی۔ ورنہ نہ صفت آپ کے  
قوی تصرف کے مقابل کی کیا تاب لاسکتا تھا کہ وہ مبارک بیعت یہ تھی کہ محافل عرس و شادی  
سلسلہ ہفتوں سے شرکت خواہ مخواہ لازمی ہی۔ اگر ان کی حاضری میں کچھ دولت اور  
وقت بھی ہو تو وہ گوارا کرتا چاہئے۔

کون متصرف ہو کس پر کس لئے بس وہی حق ہی تصرف کے لئے

ورنہ عدم تصرف کا اعلیٰ مقام عبدیت کا منظر واقعہ اپنے طالبین صادقین کو خود غور بن کر دکھانا  
تھا وہ نمایاں کر دیا گیا۔ اور دکھلا دیا گیا کہ ہمارا انتقال مقام اعلیٰ اور ارفع عبدیت پہنچی ہو یا  
ادا ایسی کہ جس پر دل قدامی روش ایسی کہ عالم مبتلا ہے

ابتدائی طالبین کو جو ابھی اس حکایت کو پڑھ کر بھڑکے اس تفسیر و تبصرہ سے دفع کی گئی ہے  
برمانہ پیری یعنی برمانہ آخر سرکار سلیمانی نے پالکی پر بیٹھ کر سفر مار شریف، پسند فرمایا تھا اور  
تونس شریف ہی میں عرس ہوئے لگا تھا۔ وہ صاحب ناز کا اظہار کرتا تھا اور بیت صحیح اور  
بیجا تھا اور وہی سرکار سلیمانی جب سرکار اسلمی میں رونق افروز ہوئے۔ تو اس کا یہ انداز تھا  
جو اوپر مذکور ہوا۔ یہ غور صاحب ناز سے صدور تیار کا ہے۔



سرگروہ یا صاحبِ سجادہ یا مالکِ خانقاہ کا مہمانوں کے بعد کھانا کھانا

حضرت سب کو کھانا تقسیم ہو گیا میں شور یا لارہوں اسے آپ بھی پائیں۔ یہ الفاظ تو  
 ہی شاہ ہیں کہ سرکارِ اعلیٰ علیٰ کل مہمانوں کی تقسیمِ طعام کے کھانا تماموں فرمایا کرتے تھے۔  
 اور وہ بھی شخص اس لئے کہ مطلقاً نہ کھانا منہنی رہے۔ اور پہلے بھی اور آخر میں یہ یاد  
 ظاہر کر دیا گیا کہ ہماری پریشان ہی کہ

گر خودی یک لقمہ آتہ ماکوں نور خاک ریزی بر سرِ نبات نور  
 یا رکھو کھانا نہیں جس سے ہے کام عاشقوں کو کھانا پینا ہے حرام  
 مہمانوں کے ٹھیس میں یعنی انھیں کی وجہ سے کھانا کھانے کے ہی معنی ہیں۔

## رہے مختاری اولیائے کرام

سرکارِ اعلیٰ نے میاں وزیر صاحب خدمتی سے استفسار فرما کر جب یہ معلوم کر لیا کہ  
 سب کام عرس شریف کے ہو گئے تب ہی بخار بھی آگیا اور بے ہوشی بھی آگئی۔ حتیٰ کہ آخر کا  
 میلاد شریف بھی ختم کر کے عرس شریف کے ایام سے ایسا مل کر آپ نے وصال فرمایا کہ علحدہ  
 آپ کا عرس نہیں کرنا پڑا اور دونوں عرس بذریعہ توسیع ایام ایک میں مل کر ہونے لگے۔ کیا  
 اس کی تطیل مل سکتی ہے۔ فنا اور بقا کا کیا بہترین نمونہ ہے۔

محمد علی سے ملے حافظِ اسلم قوی میں دلائل مسلسل و ہم

## تبض کی قوت کے اعتبار سے حضرت کا حال حکما کو نہ معلوم ہونا

تبض کی رفتار کی بنیاد حرکتِ دل ہی اور حرکتِ دل یا ذکرِ حضرت دل ذکرِ حق ہے  
 اور ذکرِ حق ضعف و قوت سے مافوق ہے تو در حالیکہ سرکارِ اعلیٰ کے نعرش مبارک انفعال کے

دوسرے روز ذکر کر کے تو آپ کا حال آپ کی بنسٹ گئی معلوم ہو سکتا تھا مولانا صاحب  
آبادی نے یہ فرمایا تھا۔

موت کی زندگی اور موت بھی کچھ اور ہے۔ ان کا اس عالم میں ہونا اور یہی کچھ طو

تتم سجادہ نشین زرگاہ قلیہ ساجدہ معہ تغیر و تبدل مابعد

وہ بزرگان کی منتقلیت و احوال

اولاً پھیل رشتہ دار اسلمی بنیاب سنت سید خادم حسین میں صاحب قبہ رحمۃ اللہ علیہ  
بلوچ بھی صاحب سجادہ ہوتے مگر جو سنت و رسم سے دفن خدمت سجادگی کو انجام فرما  
وصال فرمایا اور زیر سایہ اسلمی اندھنہ زرگاہ شریف دفن ہوئے۔

تیسرے وصال شریف حضرت مرحوم مخدوم ۵۵ راہ رمضان المبارک ۱۳۳۷ء ہے۔  
تیسرا دنس ماہ آپ نے خدمت سجادگی کو انجام فرمایا۔ اُس کے بعد سجادہ اسلمیہ سے  
آپ کو جذب کر لیا۔

تاریخ وصال (۱۳۳۷ھ) سے برآمد ہوتی ہے۔

مرحوم کے وصال کے بعد بڑے حافظ صاحب قبر رضی اللہ عنہ کے آستانہ  
شریف کے حضرت میاں حافظ سید محمد امتیاز حسین صاحب قبلہ مظلہ اور آستانہ سرکار سلیم  
کے میاں حافظ سید محمد حسن میاں صاحب قبلہ مظلہ العالی صاحب سجادہ قرار پائے کہ ہر دو  
کی دستار نبوی توسط سرکار مولانا ہوتی۔ چنانچہ تا اب دم ہر دو حضرات سلامت موجود  
اور جناب سید ہادی حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بمقام حیدر آباد دکن وصال  
فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

اور جناب حافظ سید تھیل حسین صاحب قبلہ قلیہ اکبر حضرت سید خادم حسین صاحب قبلہ  
رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تاریخ ۲ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ بمقام حیدر آباد دکن وصال فرمایا

و میں دفن ہوئے۔ نادانی تاریخ حقیر ہوا اللہ ہے

۱۳۴۲ھ میں حضرت سید محمد سعید عرف منوں میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا جو نبرسان خاص موجودہ متصل کوٹھی موقوفہ خیر آباد شریف میں دفن ہوئے۔ تاریخ وصال ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۲ھ ہے۔ فقیر حجتی مغفور سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔ اور انی سال ۱۳۴۲ھ ہی میں حضرت میاں اشتیاق حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی وصال شریف ہوا جو حصار درگاہ شریف ہی کے اندر دفن ہوئے۔

تاریخ وصال ۱۳۴۲ھ ہی۔ ان جیلوں سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے کہ دہاقتہ سید دراہل شباب فردوسیایں بسید۔ جناب سید عبدالحی عرف قد میاں صاحب قبلہ مدظلہ موجود ہیں۔ اور حضرت بشیر میاں صاحب قبلہ مدظلہ موجود و مشغول بکار درگاہ ہیں۔

## قصیدہ در مدح حضرات صاحبزادگان پیرا دگانِ حقیقیہ

حافظی پیرا دگان ہیں عجیب	مرضِ دل کے لہو میں سارے طبیب
اسلمی حافظی یہ شہزادے	جو کمر میں بان لیوں ربِ مجیب
چوئے پیر تو خدا مل جائے	ہیں یہ سادات بس شریف و نجیب
ان کی توقیر اسلمی عظمت	فوق تعظیمِ نابی و منیب
دین ان کے دلوں میں گھر کرے	تب تجھے ہم کہیں گے نیک نصیب

## اہلیان خیر آباد کی نادانی کی مخالفت

آخر میں شہر کے لوگ جو اپنی نادانی سے سرکار اسلمی کے خلاف تھے وہ بھی معاملات وصال شریف کا معائنہ کر کے ذلک ہو کر موافق ہو گئے اور بہت اُن میں کے آخر وقت میں



داخل سلسلہ مانتظیر ہو گئے تھے۔ کیونکہ محض ایک جہتی مخالفت تھی وہی خود ہی مخالف تھے  
خود ہی موافق ہوتے سرکار اہل کے دل میں مخالفتوں کا انقباض رکھنے کی کہاں جگہ تھی۔  
جب خدا ہی کے لئے سب دل کا گھر پھر تخائف غیب کا رکھیں کہہ

## سرکار مولانا پر سرکار اہل کا آخری کرم اور اس کی تفصیل

سرکار مولانا قبل سے ماضی عرس آخری متفقہ ماہ ذیقعدہ شریف ۱۳۵۷ھ سے قیام  
محمد اسماعیل صاحب محمود آبادی شاگرد و مرید ہمراہ تھے اور احقر مولف بھی ۱۴ یا ۱۵ ذیقعدہ  
کیو حاتم ہو گیا تھا درمیان میں سید اسرار حسین صاحب سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آکر بعد زیارت  
سرکار اہل و ختم عرس چمکے تھے کہ یہ سید صاحب سرکار مولانا کے چچا زاد بھائی اور  
مرید تھے۔ اسل فقہ سرکار مولانا پر کرم سرکار اہل کا یوں ہی جس کے لکھنے کی صرف اس لئے  
ضرورت ہوئی کہ ب تاک جس قدر مناقب واقعات وصال شریف بیان ہوئے ہیں ان میں یہ  
اشارہ نہیں ہے کہ فیوضات آخری بین وقت وصال دسے کہہ گئے اور کون کون صاحب  
اس سے نہال کئے گئے اور نوازے گئے، اور ان فیوضات کا انعام طویل القدر سرکار اہل  
کی بابتہ تجویز نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ فقہ اس طرح ہے کہ سرکار مولانا حاضر عرس رہے اور  
وفقاً وقت سرکار اہل کی مزاج پر ہی کے لئے حاضری بھی دیتے رہے۔ جب عرس ختم ہو گیا تو  
بتوسط سرکار مولانا زیارت اہل سے احقر مولف اور سید اسرار حسین صاحب سہسوانی کی  
۳۰ ذیقعدہ کو سرفرازی ہوئی بعد اُسی دن کیو بعد عصر درگاہ شریف حیر آباد شریف سے  
بغرض واپسی پھپھوند شریف و ہراچ احقر مولف اور سرکار مولانا کی روانگی ہوئی کہ احقر  
مولف کی ہراچ کو واپسی کی وجہ رخصت کا ختم ہونا تھا اور سرکار مولانا کی ایسے وقت  
تازک کی واپسی جن وجوہ سے خیال ہو سکتی ہے وہ یہ ہیں۔ اول یہ کہ جو تحفہ نو ماہ میں  
سرکار مولانا نے اپنی قیام گاہ پھپھوند میں تیار کیا تھا وہ سرکار اہل میں سفر آخری کے لئے پیش

کر چکے تھے دوسرے یہ کہ سرکار مولانا بدعات اپنے حقہ کا کافی فیض سرکارِ اسلامیہ سے پا چکے تھے اور یہ ریت بھی پڑانی ہی کہ فیض یا ہنگام کے عین بوقت وصال حاضر رہنے کی چند ن ضرورت بھی نہیں ہی بشرطیکہ فیض آخری دیا جانا نہ تجویز کیا جاوے۔ تیسرے یہ کہ ممکن ہے کہ سرکار مولانا نے اس فیض آخری کو اپنے دل میں دیگر مستحقین و ربارِ اسلامیہ کے حق میں انہا کیا ہو۔ یہ حال عرس ہو چکا تھا واپسی کی نیت سے احترام مولف اور سرکار مولانا اسٹیشن خیر آباد پر معہ سیاب کے پہنچ گئے اور اسٹیشن پر نشست ہو گئی۔ دفعتاً احترام مولف کے سامنے سرکار مولانا متغیر ہوئے۔ آبدیدہ ہوئے۔ اور گھبرا کر اٹھ کر کھڑے ہوئے اور بے اختیارانہ بلا لگا افتاد استعارے کے جس کے کہ سرکار مولانا عادی تھے احترام مولف سے فرمایا کہ تم جاؤ تمہاری رخصت ختم ہوتی ہی۔ سوار ہونے کو میرا پیر نہیں اٹھتا۔ مجھ کو حضرت یاد فرماتے ہیں۔ میں درگاہ شریف واپس جاؤں گا۔“ چنانچہ نہایت تیزی کے ساتھ آپ واپس درگاہ ہوئے۔ اس واپسی کی تعمیل میں آپ نے اسباب کی بھی پروا نہیں کی جو بعدہ قلی وغیرہ کر کے درگاہ بھیجا گیا احد میں واپس ہرآنچ ہو گیا مگر اپنے انارٹی ہونے کی وجہ سے بہت متفکر تھا کہ سرکارِ اسلامی کا یاد فرمانے کا حال اسٹیشن پر سرکار مولانا کو کیسے معلوم ہو گیا۔ نہ کوئی خط آیا نہ پیام نہ کسی پیامبر کا آنا معلوم ہوا۔ الٹی یہ کیا معاملہ ہے اور مجھ کو سرکار مولانا کی واپسی درگاہ اور معاملات پیش آمدہ کی بابتہ دل ہی دل میں بڑی ٹوہ رہی۔ آخر کار وصال شریف، سلمی ہوا اُس کی خبر بھلی مجھے ہرآنچ میں دی گئی اور بعدہ تحقیق ہوا کہ اس وقت سرکار مولانا نے اسٹیشن پر مجھ احقر سے فرمایا تھا کہ ”مجھ کو حضرت یاد فرماتے ہیں،“ اُس سے چند سات قبل سرکارِ اسلامیہ کی زبانِ مقدس سے کلمات مقدس مندرجہ ذیل نکلے تھے۔

”مولوی صاحب پھپھوند کے پیر زادے ہیں اس لئے اُن کے چہرے کے سامنے

دم نکلتا باعثِ برکت ہی۔ لہذا اُن کو بلاو۔“

مجھے یہ نہیں معلوم کہ ان کلمات کو کن کن حضرات نے سنا۔ مگر میرا راوی معتبر ہے اب یہ کہ

پھر مولانا نے کیسے ان کلمات کو اسٹیشن پر سن لیا تو اس کا عرف یہ جواب ہے کہ تعلقات درمیانی سرکار اسلامیہ اور سرکار مولانا ٹیلیفون اور ٹیلیگراف سے کم روز نہیں تھے۔ اس کے بعد زبانی و قلمی شاہ صاحب خیر آبادی مقیم نان پارہ سے معلوم ہوا کہ سرکار مولانا آخر تاریخ وصال کو درود فیوضات آخری سے اس طرح سرفراز کئے گئے کہ رعشہ اُن کے تہ جسم میں آگیا اگر تپہ دروازہ جیہ کہ شریفہ تھامہ ایسویں تو گھر پر ہیں۔ اور فیضیاب ہو کر جب سرکار مولانا تہجرے سے باہر نکلے تو یہ ہوش تھے پیر کس رکھتے تھے پڑتا کہیں تھا۔

ندائے جہاں را ہزاراں سپاس کہ گو بہ سپردہ بگوہر شناس

اب یہ کلمات سرکار اسلامیہ کی کیا تفسیر ہوتی جو اوپر مذکور ہوئی تو یہ تو ظاہری ہے کہ اگر سرکار مولانا مودودی پر زاد سے تھے تو خود سرکار اسلامیہ پستینی پر زاد سے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت میں نہیں تھے۔ اب یہ سرکار مولانا کے چہرے کے سامنے پروانہ روح کا باریکت ہونا یہ فعل بازگوں ہیں۔ بات یہ ہے کہ سرکار مولانا بموجب الہام سرفراز کئے جانے والے تھے مگر سرکار اسلامیہ نے جو عارف تامل معرفت تھے ان کلمات طیبات بخفا کے لئے کمال صفت ہستنا کو استعمال فرمایا ہی کہ اس اظہار سے میری یہ غرض یا کھل نہیں ہے کہ میں فیضیابی آخری کا بالکل انحصار سرکار مولانا ہی پر کر دوں بلکہ ہر اہل نے اپنی اہلیت کے موافق فیض آخری کا حصہ پایا ہو گا کیوں کہ سرکار اسلامیہ کے پاک ہاتھوں میں تمام خزانہ فیوضات کی کنجیاں تھیں کئی کیا تھی۔ مگر چون کہ اس کا کچھ ذکر نہیں آیا تھا اس لئے میں نے اس ذکر کو تحریر کر دیا تاکہ نہ معلوم ہو کہ دربار حافظہ میں فیوضات کی کبھی کمی رہی ہے۔

اسلمی ادبے 'اعلاموں کے لئے

بس سلیمانی خزانہ وقف ہے

دین محمد عفی عنہ



لفظ ہو کے ساتھ اسلمی پرواز روح پر فتوح ہوا اور زبان سے

پورا کلمہ (اللہ ہو) برآمد ہوا

یہ کلمہ گوئی آپ کی زیادہ تر معین کی الطینت اسلمی اور تعلیم کے لئے تھی، ورنہ سرکار  
سید کی پاک منزل مافوق الذکر حضرت مذکورہ کے ساتھ تھی۔ اور ممکن ہے کہ حضرت ذات  
قدوسی آپ کا اسم اصلی آپ کی زبان مقدس سے پکڑا دیا ہو۔

مطلقاً ان آواز خود از شب بود گرچہ از خلقوم عبد اللہ بود  
کیوں کہ آپ نے اپنی اس عالم کی زندگی میں مقام مافوق ذکر دیا و بود حاصل فرمایا  
تھا جس کی مصداق یہ بیت ہیں

نیارِ خاطر عشاق مدعا طلبی ست بخلوتیکہ منم یاد دوست بے ادبی ست

وقت غسل شہرِ سمرِ اسمیہ مبارک میں یہ پیش فکر دیکھائی کی وہی مبارک متہ بھی

یہ منظر آپ نے اس لئے دکھلایا کہ یہ یقین کامل ہو جاوے کہ حضرات اولیا بھی مثل  
حضرات انبیاء علیہم السلام کے اپنی اپنی قبروں میں زندہ اور مشغول ذکر رہتے ہیں۔ اور بعد  
وصال ان حضرات کو ایسی قوت عطا ہو جاتی ہے کہ اگر چاہیں تو مردوں کو بھی زندہ کر دکھاؤ  
ہیں کہ اسرافیل وقت اندا اولیا مردہ یا زلیشاں حیا تست و تما

ہرگز نمیرد آں کہ دشمن زندہ شد عشیق

ثبت است بر سیدۂ عالم دوام ہا

دین محمدی عنہ

## سماع بلا مزا میر ہمراہ جنازہ مبارک

یہ قدیم سنت پیران عظام ہی بعض اوقات مزا میر بھی شامل رہے ہیں اور اگر انھیں مزا میر میں کلام ہو تو وہ ہر جگہ مرعی رہتے تھے۔ حال اس سماع کا جو حال معاودہ لکھا گیا ہے مقصود بحث مزا میر نہیں ہے۔

جسٹہ جب اپنے مرنے میں بھی سنتے ہیں سماع حد لگانے میں انھیں مغذور رکھنا چاہئے

## جو لوگ اچھے تھے وہ آپ کے مرتبہ شناس تھے

۱۔ چنانچہ بہیقی زمانہ سرکار مولانا آپ کے مرید و محبوب و مجاز خلیفہ تھے اور مدوح نے مشاہدہ کے ساتھ اُن کو شیخان عرب و عجم پر ترجیح دی۔

۲۔ اور مولانا ہادی علی خاں صاحب سیتا پوری آپ کے مرید خلیفہ مجاز تھے۔

۳۔ مولانا محمد حسن صاحب اہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اخفاء نفس فقیری کا اعتراف کیا۔

۴۔ مولانا عبدالوہاب صاحب فرنگی محل لکھنوی نے آپ کے جنازہ کی مناسبت پڑھائی قبر میں اتارا اور آپ کے انتقال سے اچھے لوگوں سے دنیا خالی ہو جانے کا سرگرم الفاظ میں اعتراف کیا۔

۵۔ حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی نے سماع میں جو فرمایش کی اُس میں آپ کی بڑائی تھی۔ اور حضرت کے انتقال کے ساتھ خود طالب موت ہوئے۔

۶۔ جناب مفتی محمد علی شاہ صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے عاشق زار تھے۔

۷۔ حضرت نوشاہ میاں صاحب جیسٹہ شریف رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو افضل جاننا اور ہمیشہ معترف بزرگی رہے۔

۸۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی کرامت سروری دالی کو تسلیم کیا اور اپنے مرید کو حنفی خیر آباد شریف کی ہدایت فرمائی۔

۹۔ حضرت حاجی وارث علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوہ شریف نے اپنے مریدوں کو آپ کے خلیفہ سرکار مولانا کی صحبت اور اتباع اور سنے کا حکم دیا۔

حضرت مشائخ صاحب محبوب عافلی نے آپ سے مرتبہ مجازت حاصل کیا۔ مولانا سخاوت حسین صاحب قبلہ عاشق عافلی نے آپ کو اپنا پیر یقین کیا وغیرہ وغیرہ اودا حق مولف کے مشاہدے میں اب بھی بعض بڑے بڑے رمیسان و نوابان آپ کی خانقاہ میں درویشانہ حال و حال میں مبتلا اودا ذواق درویشی سے راستہ سرحد رہتے ہیں۔ حالانکہ مولانا اہل دنیا کو درویش بنانا بڑا مشکل کام ہے۔

پھر آپ کے وحید العصر اور قطب ہندوستان ہونے میں کیا شک رہا۔ بے شک آپ کے وقت میں آپ کا کوئی مثل نہیں تھا۔ البتہ آپ کا فقریت سخت اور روش طریقیت آپ کی جو تقدیر اور سبوتین کے انداز پر تھی ضرور زمانہ کے سہل پسند درویشی کے مقابلہ میں ناقابل برداشت معلوم ہوتے تھے اور خلیفہ سازی کی ہنگامہ آرائی نہیں تھی اس لئے عام مخلوق نے آپ کے عرفان میں غلطی کی اور بعض خواص بھی چوکے اور قیاسے حق تعالیٰ میں آپ پوشیدہ رہے جس کی اصل وجہ آپ کی ناپسندی ہنگامہ آرائی مخلوق تھی۔

فعلش پاک کے ہمراہی حضرات صاحبان مکاشفہ نے کتمان سے کام لیا ورنہ یہ بھی تحریر ہو جاتا کہ جنازہ کی معیت میں کن کن بزرگان معظّم کی پاک روہیں ہمراہ تھیں۔ فقط  
اے مثل تو در حسن بشر خوش بشرے نیت  
توہنی کہ تو داری صنما در و گرسے نیت

دین محمدی منہ



# اکثر آپ فرمایا کرتے تھے کہ - اس جبرے تو کس شے سے

یعنی حب خوب سے یا گناہوں اور خوشبو سے

اس سے اس نے انہ کی طرف بھی اشارہ ہی جو عشق الہی میں ٹھن جانے کی وجہ سے  
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرب سے بچنے کے لئے گوشت کی طرح  
آتی تھی مگر لوگوں کا شمار اس کو بہت خوشگوارہ اور خوشبودار نہایت تھا۔

نیز اس خوشبو کی طرف بھی اشارہ جو حضرت نبوب الہی رضی اللہ عنہ کے دربار میں  
آیا کرتی تھی جس سے بادشاہ نادہ اور وزیر رازمتیر ہو جاتے تھے اور بعض وقت وہ بھی مرانا  
لگتا کرتے تھے کہ یہ کس عطر کی خوشبو ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو بھی اس خوشبو سے عشق سے سرفراز کیا تھا مگر حضرات  
بجس اس کا اندازہ کثرت مزاولت سے نہیں کر سکتی تھی جس کا اندازہ بعد وصال شریف نہایت  
ہوا ہوگا۔ اتفاق سے نبی آپ کا وصال شریف ہوا تب واپسی کے لئے وہ خوشبو صلی اور  
اُس نے ہوا میں مل کر صعد کیا تو شہر والوں کو اُس کا احساس ہوا اور وہ چوں کہ روح  
اوقات میں اس لئے لوگ سرکار الہی کی طرف مائل ہو گئے۔ مگر اب کہا علانیہ تھا۔

میں کہ بعد از جنگ یا دایہ بیکہ خودی یا بد مذہب - یعنی جو گھونٹہ یا داؤں جنگ کے  
بعد یاد آوے کہ یہ کیوں نہیں کیا تو اُس گھونٹہ کو اپنے ہی کلمہ پر مارنا چاہئے یا اُس داؤں کو  
اپنے ہی اد پر کرنا چاہئے۔

اسی مناسبت سے یہ مصرعہ آپ کے مزار شریف پر قوال گاتے ہیں اور دانشمند  
ہیں آج بڑے ہیں اور نادان بھی اڑاتے ہیں۔ کہ وہ مصرعے یہ ہیں۔

اگرچہ اس گلشن جہاں میں ہزار گل ہیں بزم گنجیہ مگر خوشبو سے روح پرورد ہر گناہ کو دیکھا  
یہ خوشبو بلسان حال یہ دغظ فرماتی ہوئی خیر آباؤ سے گئی ہوگی کہ

چیت تو حید خدا آموختن ؛  
خوشین را پیش واحد سوختن ؛

## تیسری مزار سرکاری میں سوائے مریدین کے کسی کا کچھ نہ لگنا

جناب احمد معین خان صاحب رئیس دادوں رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اچھا اجتہاد تیار  
مزار شریف میں غیروں سے چندہ نہ لینے کا کیا حالانکہ بنیاد مولانا ہادی علی خاں صاحب  
قبیلہ نجیال عیلت تعمیر مزار چندہ لانے کے لئے پہنچ گئی تھی کہ یہ اجتہاد خود ہی شاہد ہے کہ  
خاں صاحب مدوح کو غیوریت سرکار اسلامیہ سے فیض حاصل تھا۔

خاکسارانِ بہاں را بختارت مستگر زوہدانی کہ دریں گرد سوارے باشد  
حضرت شیخ کے کسی طالب کو خالی نہ سمجھنا چاہئے۔ کیوں کہ اگر خالی سمجھنے کی عادت  
ہو جاوے گی تو کیا عجب ہے کہ خالی سمجھنے والا خالی رہ جائے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکے  
فریفتہ بے تصور کرنا چاہئے۔ تاکہ اُس نیک گمانی سے گمان کفندہ یعنی فیضیاب ہو جائے  
گر کسی کو خدا نے کچھ نہ دیا ہم کو امید کیا ہے ملنے کی

## بڑے حضرت کا قبر سے جھانک کر چھوٹے حضرت کو بلانا

عورتوں میں چونکہ بالکل ماورائے مکتہ جیتی نہیں ہوتا ہی اس لئے سرکارِ اسلامیہ نے حضرات  
اندرونِ خانہ سے سچا سچا حال کہہ ڈالا۔ اگر عورات میں سے کوئی صاحبہ دیکھنے کی طالب  
ہو تو کیا عجب تھا کہ دکھلا بھی دیا جاتا مگر ہر شاید محمد حسن میاں صاحب کی طرح جذب  
گوارا کرنا پڑتا جس پاک ذات کا بعد انتقال دو سال خیر آباد میں دفن ہو کر لکھنؤ میں تھوڑی  
خاں صاحب کی کوٹھی پر جانا ممکن ہے اُس کا اپنے مزار شریف سے اشارہ کرنا کیا محال  
ہے۔ میں حضرت حاجی میاں صاحب قبیلہ کا ممنون ہوں کہ مدوح نے حضرات اندرون خانہ

کی روایت میں سے کوئی اصلاح طبعی نہیں کی جس سے معاملہ میں غلط فہمی واقع ہو جاتی ہو  
اور اعلیٰ مرتبہ حضرات اوپر پردہ پڑ جاتا۔

## اصرار مجازیت

بعض مشائخ کرام اور ادیبائے عظام اپنی تلافیت اور مجازیت کو بالکل ثقیف پر  
محسوس دیتے ہیں۔ وہی شان سرکار اسلامیہ کی بھی ہے اس انفعالیں میں بڑی دور اندیشی سے  
کہ وہی خلیفہ و مجاز۔ خلیفہ و مجاز حق تعالیٰ ہو جاتا ہے اور مزید کوشش حضرت شیخ کو نہیں کرنی  
پڑتی ہے۔ اس معاملہ میں حضرت محبوب الہی رضی اللہ عنہ کا قول مبارک بہت غور کے قابل ہے کہ:

من امیر الامی خواہم وحسب التصیر

لہذا سرکار اسلامی سے اس معاملہ میں عدم اصرار اصرار سے بہتر تھا۔ اہل تکتفیل شاعر





حضرت میں اگر چاند صحابہ میں تاسے کس مرتبہ ممتاز ہیں شہداء سے محمد

کلمات طیبات میں کارِ اہل بیت علیہم السلام جناب احمد سعید رضا رحمۃ اللہ علیہ

یہ روح اس قالب میں رہ کر بہت عرصہ تک جو کچھ کرنا چاہئے تھا کرتی رہی اور یہ روح  
مستقریب اس قالب سے جدا ہونے والی ہے پھر اس روح کو اس قالب سے کچھ تعلق باقی نہیں  
رہے گا اور یہ روح قیامت تک تم لوگوں کی بے ہودگی کے واسطے سرگرداں رہے گی۔

من شدم عریاں زن او از خیال می خرامم تا نہایت الوصال  
ف۔ یہ احمد سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے وصال شریف کی خبر بہت اثر  
ہونچائی گئی تھی اور ان کو کافی اطمینان دلایا گیا ہے کہ ان کی دین و دنیا کی فلاح کی حضرت  
قیامت تک کو شاں رہیں گے۔ لوگوں کے ضمیر و اشارہ میں اولاً مدوح کے خاندان پر  
شمار ہوں گے اس کے بعد مریدان و غلامان دیگر۔ یہ کلمات طیبات گویا ایک نوع کا قفل  
قیام ہے جو بحق خاں صاحب مدوح اور ان کے خاندان والوں کے لکھا گیا ہے۔ اول  
نہ سوت اللطف ہو جانے کی منزل کی یافت کی طرف بھی اس میں اشارہ مندرج ہی  
جس سے تعلق نہ رہنا جسم کا جسمانیت سے نکل جانا ہے یعنی نقل جسمی جاتا رہنا اور  
اُس کا لطیف ہو جانا۔ ایسے ہی کلمات آخر وقت میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ  
نے بھی اپنے اجاب سے ارشاد فرمائے تھے اور بڑے حضرت حافظ صاحب قبلہ کا  
بھی یوقت آخر ہی ارشاد ہوا تھا۔ مَبْهَاتُ اللہ کیسی اعلیٰ درجہ کی آپ کی فنا و  
بقا ہے۔ اور جب آپ نے قیامت تک کے لئے اپنے آپ کو اپنے غلاموں اور  
ان کے متعلقین کا متلا فرما دیا ہے تو غلاموں کا آپ کو بھولنا بڑے ستم کی بات ہے۔  
جسم کی بے واسطگی سے تعظیم قبر شریف میں ڈھیل نہ ہونا چاہئے۔ کیوں کہ جب جسم  
مثل روح کے لطیف ہو جاتا ہے تو اس کی موجودگی ہر جگہ آسان ہو جاتی ہے۔

ہیں بزرگوار این گفتند از گزاف  
بسم پاکان عین جان افتاد نہ مات

## غزل ریح سرکار سلمیٰ

پشت پناہ عالم حافظ محمد سلم  
سے تو اسم نظم حافظ محمد سلم  
سرکار لا سولے ہنگامہ خدائی  
باذات تو سلم حافظ محمد سلم  
در دل رسد و مادم از تو سیام ہم  
من بن نیم ہیام بسم محمد سلم  
بیشیخی تو نازاں عبد القہر نہ تھا  
شیخ الشیوخ عالم حافظ محمد سلم  
دین محمد سلم از خود اعتساب جویم  
بہ قیثین تو زیبا اسم محمد سلم

## تاریخ وصال شریف کے افکار

نقل تاریخ کی جو دروازہ شریف پر کندہ ہے

حافظ محمد سلم پیر رہِ طریقت  
در واصلان معظم در کا ملاں مکرم  
ذیقعدہ بودہ جمعہ سبت و یکم پس از شام  
کا بن آفتاب گشتہ بہناں ز چشم مسلم  
از رطقتش جہا نے دل خستہ و دل افکار  
و نہ ہوا دست دہا پر خون دیدہ پر ہم

تاریخ انتقالش پیداست از دہ مالش  
و اہل حق شد آخر حافظ محمد سلم

ف۔ یعنی جب حق تعالیٰ حضرت کے ہسم گرامی کے ساتھ ملایا جاوے تو تاریخ ہمارے  
پر آمد ہوتی ہے (حق حافظ محمد سلم) بہر حال یہ معظم تاریخ بتلا رہی ہے کہ سرکار سلمیٰ

حق سے واصل ہو گئے۔ کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ اور یہ کہ آپ کی معظم شیخی غایت  
راست بازی اور سچائی سے آراستہ تھی اور آپ منرا اور منصب شیخی تھے۔

## انکارِ جدیدہ

الشیخ مولانا سید عبدالصمد      اور حافظ محمد اسلم صاحب      کہ بے غیور بود  
۱۳۲۰ھ      ۱۳۲۰ھ      ۱۳۲۰ھ

کفایتِ خلوت کرد      وادہ بشاد شاہ سوری پیوست      و آں شاہ باز لاہوری سیما شد  
۱۳۲۰ھ      ۱۳۲۰ھ      ۱۳۲۰ھ

خلوت کفایت کرد      طالب اور غالب گردید      دین محمدی عنہ  
۱۳۲۰ھ      ۱۳۲۰ھ      ۱۳۲۰ھ

برسوں سے سرکارِ اسلمی کو اپنے انتقال و وصالِ تامرہ کی آرزو تھی اور حقیقت  
بھی بمشربِ عشق اسی تاک بھانک میں تھی۔ آخر کار وہی ہوا جو چاہا جاتا تھا کہ اُس رُ  
مرتبہ کو علامانِ اسلمیہ پر کارِ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے افشارِ فرما دیا جس کا  
بین ثبوت یہ ہے کہ مولانا صاحبِ مدوح کے بیتِ مندرجہ منہوی شریف کے مصرعہ  
آخر سے آپ کا سالِ وصال آمد ہوتا ہے۔ جو ذیل میں ہدیہِ ناظرین کیا جاتا ہے کہ  
حرفِ صوت و گفت را برہم زخم  
تا کو بے این ہرست با تو دم زخم

۱۳۲۰ھ

عجب نہیں ہے کہ بعد انتقالِ بعین وصال حضرت اعدیت کا مخاطب باشاراتِ بجانبِ محمد سلیم  
اس حیثیت سے کہ آپ بالکل فنا فی فی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے



یوں ہوا ہو کہ

آن دستِ کز آتشِ کرمِ نمار      یا تو گویم اسے تو اسرارِ جہاں  
یہ دانشِ نرسِ خصوصیتِ ہیں ۔ باللہ حافظ محمد اسلم کے لئے ۔

۱۳۲۰ھ

۔ لصدق تعاقب سرکار مولانا مولف کا بھی تعلق بندگانِ سرکارِ اعلیٰ قدیم معلوم ہوتا ہے  
جس کا یہ جوشِ ہمت جس سے آپ کا سنہ وصال برآمد ہوتا ہے ۔

اسلم حافظِ دلِ دین محمدی

۱۳۲۰ھ

## اختتام

ذکرِ پاکِ سلیہ بجدِ اشدِ حسن و جود ختم کیا جاتا ہے ۔ اب یہ کہ کیا ان افکارِ مندرجہ ملاحظہ  
بنا نے واقعی کمالِ حاطہِ صحت سرکارِ اسلیہ کا کر لیا تو یہ دعویٰ کسی طرح نہیں کیا جاسکتا  
ہے جس کے وجوہ مختصراً ذیل میں دیے گئے جاتے ہیں :

اول یہ کہ حالات جو محض غنایاتِ خضراتِ راویان سے ملے اور دستیاب ہوئے ہیں  
وہ بحالتِ مجموعی و تیز لحاظِ عمر شریف سرکارِ اسلیہ و باعتبار مدتِ شیخی و زمانہٴ رشد و ہدایت  
بست کم ہیں ۔

دوسرے یہ کہ جس قدر دستیاب ہوئے ہیں اُن کا ہر تذکرہ اور ہر حکایت جن حضرات  
راوی سے موصول ہوئی ہے اُس میں اندیشہ و استعدادِ حضرتِ راوی کو یک گونہ مشارکت  
ہے ۔ پس جہاں تک اختلاصِ تکل سکتا ہے اُس کا انحصار مطالعہ کنندہ حضرات کی زیر کی تعقل  
پر منحصر ہے ۔ علیٰ ہذا یہی حالِ تبصرہ و تشریح کا بھی ہی جو منجانبِ اہقرِ مولف ہر تذکرہ و حکایت کے

تحت میں بالعموم بحوث (ف) لکھا گیا ہے۔

تفسیر کے یہ کہ پچیس سال بعد زمانہ وصال شریف کے یہ ملفوظ مرثب و مدون کیا گیا ہے اور قوت حافیہ جہاں تک محفوظ حالات پر حاوی ہو سکتی ہی وہ مخفی نہیں ہے۔ جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خدا نخواستہ ملفوظ ہذا میں کوئی غلط روایت دیج کی گئی ہے یا کوئی بے جا تعلق ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ بلکہ یہ اس خطا و نسیان کا اقبال ہے جس سے بچنا محال ہے۔ ہر حال کسی ملفوظ کے نہ ہونے سے اس کا سونا بدرجہا افضل ہے اور بالخصوص حالات و مناقب حضرات اولیائے کرام اور خاص کر حالات پاک حضرت شیخ جن پر کفر و ایمان ظالیان صادقان کا دار و مدار ہے۔ بموجب ارشاد سرکار مولوی مفتوی کہ

کیست کافر غافل از ایمان شیخ      کیست مردہ بے تیر از جان شیخ

لہذا یہ ملفوظ یہ ضرور تیار کیا گیا ہے کہ سرکار اسلامیہ کے بحال حالات کیا تھے جن کی اقتدا کی جاوے یا جن کا جاننا ہر طالب صادق کو فائدہ بخشنے۔

اور ان اذکار بطورہ سے یہ بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ فقیر حافی سلمیٰ کی کیا نکتہ تھی۔ اور فیوضات مغزی و سلیمانی جب حضرات عظیمین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم میں رونق فرما ہوئے تو وہ کیسے گاڑے پردوں میں مستتر کئے گئے تاکہ کوئی نااہل ان کو ہاتھ نہ لگا سکے اور کسی معتدل اور عمدہ روش باہمہ اور بے ہمہ سے ان کا نباہ کیا گیا۔ گو مقصود و مطلوب فیوضات مسوق الذکر اپنی ذاتی صداقت و عرافت و لطافت کی وجہ سے بھی باوجود سرگرمی رشد و ہدایت ہمیشہ سے بہت محفوظ اور محفوظ تھا مگر اختار بے مثل حضرات عظیمین نے اس کو مزید برآں بے مانند عروایت دی۔ یہی وجہ خاص تھی کہ سرکار اسلمیت کے ساتھ زیادہ جگہ آرائی و راجی نہیں پسند کی گئی تھی۔ اور چونکہ سلوک سرکار اسلمیہ نہایت جھٹاتی تو ربا و جود اپنی آخریت کے ادلیت رکھتا تھا یعنی آپ کی درویشی کا طرز بالکل متقدمین اور مسوقین سے ملا جلا تھا۔ اس لئے پاک نسبت

اسلمیہ یک گونہ اپنے ناقابلِ برداشت اداؤں کے ذریعہ سے بھی رواجی جنگامہ آریوں سے محفوظ رہی اور آئندہ بھی ایسی ہی امید ہے کہ کسی نااہل میں کبھی تحقیق نسبتِ حافظِ اسلمی نہ ہوگا کیوں کہ اس خاص طریق میں اس خاص نسبتِ پاک کا اللہ حافظ مکتوف ہو چکا ہے۔  
 متنب اسلمیہ ہذا کی تسطیر میں یہ خاص احتیاط عمل میں آئی ہے کہ جو روایت یا حکایت یا تذکرہ جس لب و لہجہ میں جس طرح ملا ہے اسی طرح دیکھ کر کتاب کیا گیا ہے۔ اور تشریح اور تبصرہ اس کا مطابق سمواتی تعقل زمانہ موجود کیا گیا ہے۔ تاکہ معاملہ کی کافی وضاحت ہو جاوے اور تشکیک کی مدافعت رہے۔

اب رہے اخوانی جس معاملات سرکار اسلمیہ جو مافوق الخریہ و تقریر میں وہ اُن پاک سینوں میں موجود و محفوظ و مدفون ہیں جن میں وہ منتقل کئے گئے تھے مگر اُن کی کھوج ہو تو اپنے آپ کو ذاتِ مقدمہ سرکار اسلمیہ یا اُن ذواتِ مقدمہ میں فنا کرنا چاہئے یعقوب و حاکم کتابی محامد و تفصیل واقعی ولایت و شیخی اسلمیہ کا متحمل کیسے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عدم تحملِ تذکرہ کے ثبوت کے لئے خیف اشارہ بلسانِ حضرت مولانا بلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا جاتا ہے کہ:

کفر و ایمان نیست آن جائے کہ دوست

ز او منفر است و این دورنگ پوست

اور یہ اشارہ بھی اہتمامِ تہذیب کے لئے ہے۔ اصلیت حضرت شیخ اس سے بھی بلند مقام رکھتی ہے۔

ایں صفت ہم بر ضعفِ عقلہا است

یا ضعیفاں شرحِ قدرت کے دوست

احقر موقوف کے نزدیک آپ سب کچھ ہو کر کچھ نہ ہونے کے اظہار کے انداز میں بالکل بے مثل اور یکتا ہیں۔



بالآخر اس دعا پر یہ اختتام ختم کیا جاتا ہے کہ:

ہیں یہ سبھی تہا اسے پادشاہ  
صبح تو یکشاز بہائے سیاہ

آمین تم آمین

احقر دین محمد عفی عنہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۲۵  
یوم پنجشنبہ

## یادداشت

تعلیم و تعلم و اوراد و طائف اور خالوات و ہائے متعدد جن میں اخذ بیت کے سرکارِ اہلبیت مجاز تھے  
اس کا مفصل اندراج مناقبِ حاطیہ میں موجود ہے اس لئے اس موقوفہ اہلبیت میں ان کا ذکر اندراج نہیں کیا گیا  
جس کی معافی یا اندراج مزید بیت آئندہ چاہی جاتی ہے کہ:

نریاد کی کوئی نے نہیں ہے تالہ پایندے نہیں ہے دین محمد عفی عنہ

سلام بر خواجہ عالم حضرت سیدنا و مولانا سریر کائنات منہج موجودات  
احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سلام علیکم رسول کریم	برامت حریم و رون دریم
سلام علیکم حبیبِ خدا	زہے بخشش و جود و خلقِ عظیم
بحق امام حسین و حسن	پناہ مرادہ ز شہرِ حبیم
فریم سوئے او ہزاراں سلام	ہمیں کاردارم ز عیدتِ دیم

پناه غریباں شهنشاهِ دین      مراد مست ده وقت امید ویم  
 تو امید گاه همه عاصیاں      نظر کن ز رحمت به حالِ ستیم  
 اگر چه منم کافر و بت پرست      بجز حب احمد ندارم ندیم  
 منم یسندۀ عاجز اسلمی  
 ز عصیاں رہا کن فیضِ عسیم

بہ جمال اللہ در حسن بشر      گر نظر داری تو عین حق نگر  
 نور مطلق جلوہ گر شد از رخست      مرجا صدم حیا خیر البشر  
 در لب لعل تو اکسیر شفا      ذرہ کوئے تو خورشید و قمر  
 دین و ایمانم فدائے رخسے تو      از در خویشم سوئے جنت مبر  
 درد مارا نیست در مانِ دگر  
 خاک کوئے حافظی صندل بسر

حفظہ اللہ حافظ

ماتونس و غمخوار کبیر نداریم      جز بندگی یار دگر کار نداریم  
 ما عاشقِ محبوبِ الهی و شکر گنج      پر داسے خمِ سقطی و عطار نداریم  
 ما مستِ استیم ز میخانہ وحدت      ما شر قہ و سجادہ و دستار نداریم  
 رستمیم یہ تیخانہ شکستیم بتاں را      بالقرش و نگار ز بہاں کار نداریم  
 گو عاشق یہ تمام غلام شبہ حافظ  
 از خدمت پیرانِ جہاں عاز نداریم

در جلوہ گاہِ حسن تو بنم تماشاے دگر      جز تو ندارم در جہاں دانشیلاے دگر  
 صد بار ایم سوئے تو تا جاں دہم در کوئے تو      جز این ندارم در دلِ عاشقانے دگر



در حلقہ گیسوئے خود دارد و عالم مبتلا  
 یک بار از رحمت میں حال غریب ہے نوا  
 ہر لحظہ دارد و چار سو مفتون بشیدائے دگر  
 خارِ مغیلاں میخلد ہر دم ز صحرائے دگر  
 بجز یہ عشقِ حاکم گرویدہ شد جان و دلم  
 ہرگز نہ یابم راستے تیرے کوئے او جائے دگر

## شجرہ منظم بفکر تازہ سلسلہ عالیہ چشتیہ حافظیہ سلیمانہ نظامیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

احدًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	سرمدا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
احمدًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	حیددا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
حسنًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	واحدًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
سیدنا مدارِ خواجہ فضل	معینًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
اے غلیل خدائے ابراہیم	سیرۃ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
یا امام سدید اہل دلائ	کرما لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
یا امین راز دارِ سترِ احد	مرشدًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
خواجہ مشاود علو دینوری	رفعتًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
قدوة الدین قوۃ الاسلام	ناصرًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
خواجہ اسحاق خواجہ عالم	خصلتًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
احمد و ہسم محمد چشتی	دائمًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
یوسف حسن عالم عرفاں	صورتمًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
مایہ ناز خواجہ مودود	موجدًا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ



اشرف المخلوق شیخ شاه شریف  
 لمعه نور خواجہ عثمان  
 سید الاولیاء امین الدین  
 قطب دین و تہذیب گنج شکر  
 و شکیبای نظام الدین  
 لے چراغ ہدایۃ الغیر الدین  
 نیست مانند تو کمال الدین  
 ہر برج قدم سراج الدین  
 قبلہ خلق خواجہ محمود  
 لے جمال جمال ہر دو جہاں  
 مطہر حق توفی محمد نام  
 قطب یحییٰ تائب ذات خدا  
 اسے کلیم کہ شد کلیم اللہ  
 نازش اولیا نظام الدین  
 فخر دین فخر مرشد پاکاں  
 مظہر نور نور پاک خدا  
 شہ سلیمان فخر نور زماں  
 منہج جو دمخسندن اخلاق  
 مرشد ماست خواجہ اسم  
 شرفاً لا إله إلا الله  
 باطناً لا إله إلا الله  
 مشرباً لا إله إلا الله  
 منظرراً لا إله إلا الله  
 قدرماً لا إله إلا الله  
 عظمت لا إله إلا الله  
 شارباً لا إله إلا الله  
 مطلقاً لا إله إلا الله  
 رحمتاً لا إله إلا الله  
 حسناً لا إله إلا الله  
 ابداً لا إله إلا الله  
 داعياً لا إله إلا الله  
 ناطقاً لا إله إلا الله  
 مجداً لا إله إلا الله  
 نسباً لا إله إلا الله  
 طلعتاً لا إله إلا الله  
 عطیئاً لا إله إلا الله  
 حافظاً لا إله إلا الله  
 عارفاً لا إله إلا الله

تمام  
 بہر پیران چشت خذ بیدی  
 شفعاً لا إله إلا الله  
 شد